لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نو مُسلم کے لیے بُنیادی اسلامی تعلیمات

نو مسلم اور عام مسلمانوں کے لئے
اسلام کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل مفید کتاب

پروفیسر ڈاکٹر حافظ زاہد علی

راحت پبلشرز
لاہور ○ پاکستان

نومسلم
کے لیے
بنیادی اسلامی تعلیمات

نومسلم اور عام مسلمانوں کے لیے
اسلام کی بنیادی تعلیمات پر مشتمل مفید کتاب

ڈاکٹر حافظ زاہد علی

RAHAT PUBLISHERS
یوسف مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اُردو بازار لاہور
rahatpublisher@gmail.com

227
زاہ۔ن

زاہد علی، حافظ، پروفیسر ڈاکٹر
نومسلم کے لئے بنیادی اسلامی تعلیمات
لاہور: راحت پبلشرز، 2024ء
موضوع: اسلام۔ تعلیم وتربیت
7" x 4"   268ص،

ISBN: 978-969-9202-17-9

دار السیرۃ

عرضِ ناشر

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے متن، ترجمہ وتشریح اور مفہوم میں کوئی مسلمان جان بوجھ کر کمی بیشی یا تغیر وتبدل کا سوچ بھی نہیں سکتا پھر بھی کتاب اپنی تکمیل میں کئی مراحل سے گزرتی ہے جس میں کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، طباعت وغیرہ ہیں، لہٰذا کسی مرحلہ پر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم اسے درگزر کرنے کی بجائے ادارہ کو مطلع کریں تاکہ فی الفور اس کی درستگی کی جا سکے، اور یہ آپ کی علم دوستی اور تحقیق کے ذوق کا آئینہ دار ہوگا جس پر تمام ایسے لوگ جو اس کتاب کی تکمیل میں شریک رہے ہیں ممنون ہوں گے۔ جزاکم اللہ

(حافظ ثوبان احمد)

نومسلم کے لیے بنیادی اسلامی تعلیمات

ڈاکٹر حافظ زاہد علی
+92-321-5444464
hafizzahidali@gmail.com

1446
2024

Published by:

RAHAT PUBLISHERS

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
rahatpublisher@gmail.com

انتساب

خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ

کی امت میں داخل ہونے والے اُن

خوش نصیب لوگوں کے نام

اللہ ربّ العزت نے جنہیں ظلمتوں سے

ایمان کے نور میں آنے کی عزت وشرف سے نوازا

اور وہ اُمت خیر میں داخل ہو کر دونوں جہانوں کی اَبدی کامیابی سے سرفراز ہو گئے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مُرَافَقَۃَ نَبِیِّنَا وَسَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ﷺ

فِيْ أَعْلٰی دَرَجَۃِ الْجَنَّۃِ جَنَّۃِ الْخُلْدِ۔ آمین یاربّ العالمین

فہرست مضامین

****

کلماتِ تبریک

مذہب اسلام نے وجود میں قدم رکھتے ہی جس سرعت اور تیزی کے ساتھ عالم میں اپنی صداقت کا سکہ بٹھایا اس کی نظیر دوسرا کوئی مذہب پیش نہیں کرسکتا۔ ہمارے سامنے دوسلسلے موجود ہیں، ایک ملکی فتوحات کا، دوسرا مذہب کی اشاعت کا۔ دونوں پر نظر ڈالتے ہیں تو حقانیت اسلام کے اعتراف کے سوا چارہ نہیں ہوتا۔ فتوحات ملکی نے چند ہی سالوں میں سیلابِ عظیم کی طرح قدیم اور زبردست سلسلوں کو تہ وبالا کر کے تہذیب وتمدن کا نیا دور دنیا میں پھیلا دیا۔ مذہب کی اشاعت کو خیال کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نورِ آفتاب کی طرح ایک دم اُس نے تمام عالم کو منور کر دیا۔ حقانیت اسلام کا اثر بجلی کی رَو کی طرح سرایت کرتا چلا گیا۔ اور سخت سے سخت معاندوں سے جو رسول اللہ 5 کے ساتھ اوّل درجہ کا بغض رکھتے، یہ کہلا دیا کہ:

"دنیا میں کوئی شخص آپ سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ مگر اب آپ سے زیادہ کوئی محبوب بھی نہیں ہے۔" [1]

بہت سے ناواقف یا متعصب و معاند دونوں سلسلوں کو ایک سمجھ کر اشاعت اسلام کو فتوحات ملکی ومحاربات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے اُن کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے اپنی خوبیوں اور ذاتی محاسن سے لوگوں کو مطیع نہیں بنایا بلکہ ایک جابرانہ قوت نے جبر واکراہ سے منوایا ہے اور اسی جبر واکراہ نے امتدادِ زمانہ کے ساتھ رضا ورغبت کا لباس پہن لیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وفد بني حنيفة وحديث ثمامه بن اثال رقم الحديث: 4372، صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب ربط الأسير وحبسه وجواز المن عليه، رقم الحديث: 1764

لیکن یہ دعویٰ سچائی اور راست بازی سے خالی، انصاف وحق پرستی سے بالکل بعید ہے۔ اس دعویٰ کے مدعیوں نے دیدہ ودانستہ واقعیت پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔

اسلام نے محض اپنے ذاتی محاسن سے عالم میں رسوخ ومقبولیت حاصل کی ہے۔ اور جس سرعت کے ساتھ قلوب کو مسخر کیا ہے اس کی نظیر کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔ میرے اس دعوے کی تائید کے لیے شریعت اسلام کے اُصول، رسولِ خدا 5 کے اوصاف وحالات، اخلاق و طریقہ تعلیم، مسلمانوں کا طرزِ عمل اور اسلام کی حقیقی خوبیوں سے آراستہ ہونا، کتب سابقہ کی پیشین گوئیاں اور علمائے اہل کتاب کی تصدیقیں موجود ہیں۔

شریعت اسلام نے بزور وتخویف کسی کو مسلمان بنانے کی سخت ممانعت کی ہے۔ کلام اللہ میں صاف ارشاد ہے:

﴿ لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ﴾ ❶

''یعنی دین میں کسی پر جبر نہیں۔''

اور ایک جگہ یہ ارشاد ہے:

﴿ اَفَاَنْتَ تُکْرِهُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴾ ❷

''اے محمد (5!) کیا تم لوگوں پر جبر کرتے ہو کہ وہ ایمان لے آویں۔''

نجران کے عیسائی جب مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور مصالحت کرکے جزیہ دینا قبول کیا تو رسول اللہ 5 نے جو عہد نامہ لکھ کر اُن کو دیا اس میں مسلمانوں کی جانب سے یہ اقرار تھا کہ نصاریٰ نجران کو کسی طرح تبدیل مذہب پر مجبور نہ کیا جائے گا اور نہ ان سے عشر لیا جائے گا۔ عہد نامے کے یہ الفاظ تھے:

((وَجَعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَعَهْدَهٗ اَنْ لَّا یُفْتَنُوْ عن دینهم وَلَا یُعْشَرُوْا)) ❸

یہ ہے شریعت کا اصل حکم اور یہ ہے رسولِ خدا 5 کا طرزِ عمل، کیا ان اصول مقررہ و مسلمہ کے بعد بھی کسی مسلمان کو یہ گنجائش رہتی ہے کہ جبراً مسلمان بنانے کا مرتکب ہوتا؟ اگر کوئی ایسا کرتا تو کیا اس کا یہ فعل شریعتِ اسلام کے مطابق ہوتا؟

---

❶ البقرہ:3 ❷ یونس:10

❸ الطبقات الکبریٰ لابن سعد:1/287,288

اس میں کچھ تردد نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اس حکم کی پوری پابندی کی۔ یہی وجہ ہے کہ گو اسلام نے سرزمین عرب سے قدم باہر رکھتے ہی روم و شام و مصر و عراق کی کایا پلٹ دی اور ان کو تہذیب و تمدن کے اصولوں کی تعلیم دے کر اسلام کے محاسن کا گرویدہ بنا دیا۔ مگر کسی ایک جگہ کے واسطے اس کا ثبوت ملنا مشکل ہے کہ وہاں کے باشندوں کو اسلام لانے پر مجبور کیا گیا اُس کے لیے طمع دلانے کے ایسے سامان کئے گئے ہوں جن سے وہ لوگ اپنے مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کرلیں۔

اسلام اور سلاطینِ اسلام نے اس بارے میں جس استغناء سے کام لیا ہے اس کے ثبوت کے واسطے یہی کافی ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لیے مشن قائم نہیں کیے گئے نہ منادی و واعظ مقرر کئے گئے۔ سلطنت نے کبھی اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ یہود و نصاریٰ اسی آزادی کے ساتھ مذہبی رسوم ادا کرتے تھے جیسے مسلمان۔ ان کو ممالک اسلامیہ میں وہی حقوق حاصل تھے جو خود مسلمانوں کو۔ ان کی جان و مال کی وہی قدر و قیمت تھی جو مسلمانوں کی۔ ایک معاہد و ذمی کے بدلے میں مسلمان کو قتل کر دینا اسلام کا خاص مسئلہ ہے۔

اس میں شبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لیے اگر اس قسم کی تدبیریں کی جائیں جو عیسائیت کے لیے ہوئیں یا ہو رہی ہیں تو بلادِ اسلامیہ میں کسی غیر مذہب کا وجود بھی باقی نہ رہتا اسلام کی ذاتی خوبیوں اور سادہ تعلیم کے ساتھ اگر سامانِ رغبت بھی جمع کر دیا جاتا تو کیا ایک متنفس بھی ایسا رہتا جو اسلام کو قبول نہ کرتا۔ اور کیا جس طرح اُندلس جیسا وسیع ملک جہاں کروڑوں مسلمان آباد تھے، جہاں سات آٹھ صدیوں تک اسلامی جھنڈا لہراتا رہا ایک دم اسلام کے نام لینے والوں سے خالی ہوگیا۔ روم و شام، مصر و عراق، ہندوسندھ وغیرہ اور خود اُندلس کا بھی یہی حال نہ ہوتا کہ سوائے اسلام کے دوسرے مذاہب کا نام ونشان مٹ چکا ہوتا۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوا۔ اسلام نے مساوات اور آزادی کے وہ اصول قائم کیے جن کی وجہ سے سلطنت کے شباب اور زور کے زمانہ میں یہود، نصاریٰ، مجوس پہلو بہ پہلو رہتے اور بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے میں مسلمانوں سے مزاحمت کرتے تھے۔

پیارے بھائی ربہن!

آپ کو اس عظیم الشان مذہب میں تشریف لانے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے خوش آمدید

رکھتے ہیں، یقیناً اسلام نے اپنی خوبیوں اور محاسن سے آپ کے دل کو متاثر اور منور کیا اور آپ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، یہ وہ مذہب ہے جسے خالق ارض وسماوات نے رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے خود پسند فرمایا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ ❶

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کیا۔''

مقصد یہ ہے کہ ایسا مکمل ضابطہ حیات دے دیا ہے، جس میں زندگی کے جملہ مسائل کا جواب مکمل تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ لہٰذا اب زندگی کی راہنمائی لینے کے لیے باہر جانے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، اور اسلام کو دین کی حیثیت سے قبول کر لینے کا مقصد یہ ہے کہ تم نے میری اطاعت و بندگی اختیار کر لینے کا جو اقرار کیا تھا اب اس پر ساری زندگی کار بند رہنا ہے، لہٰذا تم اب عملی زندگی میں بھی میرے مسلم بن کے رہو یعنی فرمانبردار بن کر رہو۔

ایسے ہی ایک اور جگہ واضح الفاظ میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ﴾ ❷

''اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔''

یعنی اللہ کے نزدیک انسان کے لیے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح و درست ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو بالکل سپرد کر دے اور اس کی بندگی بجا لانے کا طریقہ خود ایجاد نہ کرے، بلکہ اس نے پیغمبروں کے ذریعے سے جو ہدایت بھیجی ہے، ہر کمی و بیشی کے بغیر صرف اسی کی پیروی کرے۔ اس طرز فکر و عمل کا نام ''اسلام'' ہے، اور یہ بات سراسر بجا ہے کہ کائنات کا خالق و مالک اپنی مخلوق و رعیت کے لیے اس اسلام کے سوا کسی دوسرے طرز عمل کو جائز تسلیم نہ کرے۔ آدمی اپنی حماقت سے اپنے آپ کو دہریت سے لے کر شرک و بت پرستی تک ہر نظریے اور ہر مسلک کی پیروی کا جائز حق دار سمجھ سکتا ہے، مگر فرماں روائے کائنات کی نگاہ میں تو یہ نری بغاوت ہے۔ ❸

---

❶ المائدہ: 3 ❷ آل عمران: 19 ❸ تفہیم القرآن: ج 1، ص 239

اے میرے بھائی! اب آپ نے اپنی ساری زندگی صبح اٹھنے سے لے کر رات سونے تک کی زندگی اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کے مطابق گزارنے کی حتی المقدور سعی کرنی ہے تا کہ ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی وفلاح نصیب ہو سکے۔ آپ کے ہاتھ میں جو کتاب ہے اس کا مقصد یہی ہے کہ دین کے ضروری شعبوں سے واقفیت حاصل ہو جائے، پاکی ناپاکی حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی سرحدات کا علم ہو سکے، تا کہ ہم سے کوئی ایسا عمل سرزد نہ ہو جائے جو اسلام کی روح اور مزاج کے منافی ہو۔

''نومسلم کے بنیادی احکام'' اس کتاب کے لکھنے کا داعیہ بھی دل میں بہت کثرت سے پیدا ہوتا رہا، جب کثرت سے اسلام میں داخل ہونے کے لیے تشریف لانے والے حضرات سے ملاقات ہوتی، انہیں کلمہ طیبہ پڑھا کر اور ضروری باتیں بتا کر حلقہ بگوش اسلام تو کر لیتے ہیں لیکن ان کے لیے کوئی ایسا نصاب مرتب نہیں تھا جو ان کی خدمت میں پیش کیا جائے تا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے ساتھ ہی جن احکامات کے بجالانے کے مکلّف ہو گئے ہیں ان کی بنیادی معلومات تک ان کی رسائی ہو، جس میں سب سے پہلے طہارت اور ساتھ ہی اس نماز کی ادائیگی جس کا وقت ان کے لیے اسلام لانے کے بعد ہو چکا ہے، اور ایسے ہی اگر رمضان المبارک کا مہینہ ہے تو اس کے روزے ہیں۔

اللہ رب العزت نے خاص توفیق مرحمت فرمائی جس کی بدولت یہ بنیادی اور ضروری معلومات پر مشتمل نصاب پایہ تکمیل کو پہنچا جس میں عقائد سے لے کر صاحب اسلام جناب آقا و مولیٰ رسول اللہ 5 کا مختصر تعارف اور عبادات کی تمام جہتوں کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے، اور ہر ہر بات قرآن و سنت کے مطابق لکھی گئی ہے، جس کے لیے امہات الکتب (Reference books) کی مراجعت ہی کا اہتمام کیا گیا ہے، ہر قسم کے فروعی اختلاف سے یکسر احتراز برتا گیا ہے اور اسلام میں تشریف لانے والے نئے مہمان کے ذہن کو الجھانے سے مکمل احتراز کیا گیا ہے تا کہ وہ کسی بھی قسم کے شکوک وشبہات سے محفوظ و مصون رہے۔ اور آسانی کے ساتھ وہ اسلام کے احکامات بجالائے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ان بنیادی ضروری مسائل سے ہمارا پڑھا لکھا عام مسلمان بھی لاعلم ہے، حیرانگی کی حد تک مسائل واحکامات سے نابلد ہے اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں ان کے سیکھنے کا

داعیہ پیدا ہو۔ تو یہ کتاب اس کے لیے بھی اتنی ہی ان شاء اللہ مفید ہوگی جتنی نو مسلم بھائی کے لیے۔

اور اس میں جتنے فقہی مسائل تھے ان کی تحقیق و تدقیق کے لیے جید مفتی صاحبان کی خدمات سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے جن میں بطور خاص حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر ضیاء الدین، مفتی ڈاکٹر احمد علی بادات، ڈاکٹر مفتی ماہر جمیل، مفتی خضیر سلہم الرحمان کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں ان حضرات نے خندہ پیشانی کے ساتھ تمام مسائل کو گہری نگاہ سے دیکھا اور جہاں ضرورت محسوس کی اس کی اصلاح بھی فرمائی اور مفتی خضیر صاحب نے تو تمام فقہی کتب کے حوالہ جات بھی مندرج فرما دیے۔

آخر میں تمام ایسے لوگوں کا بے حد ممنون ہوں جن کا تعاون اس کتاب کی ابتداء سے تکمیلی مراحل تک شامل حال رہا جن کے حسن تعاون کے بغیر شاید یہ کام احسن طریقے سے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچتا۔ اور بہت ہی مشکور ہوں اپنے بہت محسن برادرِ عزیز جناب میر شعیب احمد صاحب کا جن کے تعاون سے کتاب کی طباعت ممکن ہوئی۔

میں اس موقع پر جناب حکیم محمود احمد ظفر صاحب دامت برکاتہم و فیوضہم کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کے زیر سایہ اور تربیت میں رہ کر اُن کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے ہوئے دو درجن سے زائد کتب لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ رب العزت حضرت حکیم صاحب کو صحت و عافیت والی لمبی زندگی نصیب فرمائے اور ہمیں اُن کے رشحاتِ قلم سے برابر مستفید ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

اللہ جل شانہ ہم سب کا خاتمہ بالایمان فرمائیں، رسول اللہ 5 کی شفاعت اور آپ کے دستِ مبارک سے حوضِ کوثر پینا نصیب فرمائیں اور اسواق جنت میں اکٹھا فرمائیں۔ ہمارے والدین کریمین، اساتذہ کرام جن کے علوم سے ہم مستفید ہوئے مغفرت فرمائیں، اور ہمیں اپنے والدین کے لیے اور ہماری اولادوں کو ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔

آمین یا رب العالمین بجاہ نبی الکریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم

العبد الضعیف:

كتاب الطهارة

بنیادی اور ضروری باتیں

واضح رہے کہ وہ احکامِ الٰہیہ جو بندوں کے افعال سے متعلق ہیں ان کی آٹھ قسمیں ہیں:
(۱) فرض: فرض اسے کہتے ہیں جو قطعی دلیل سے ثابت ہو، بلا عذر اس کا تارک مستحق عذاب اور فاسق اور اس کا منکر کافر ہے۔ فرض کی دو قسمیں ہیں: (۱) فرض عین۔ (۲) فرض کفایہ۔ فرض عین: وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہو جیسے صلوات خمسہ اور صلوۃ جمعہ وغیرہ۔ فرض کفایہ: وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں ہو، بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے وہ ادا ہو جائے، اور اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں جیسے صلوۃ جنازہ وغیرہ۔ (۲) واجب: واجب اسے کہتے ہیں جو ظنی دلیل سے ثابت ہو، اس کا بلا عذر تارک فاسق اور مستحق عذاب ہے بشرطے کہ بغیر کسی تاویل اور شبہ کے چھوڑ دے، اس کا منکر کافر نہیں فاسق ہے۔ (۳) سنت: سنت اسے کہتے ہیں جسے آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہو، سنت کی دو قسمیں ہیں: (۱) مؤکدہ۔ (۲) غیر موکدہ۔ سنت مؤکدہ: وہ ہے جسے آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو، اور بلا عذر کبھی ترک نہ کیا ہو، لیکن ترک کرنے والے پر نکیر بھی نہ کی ہو، اس کو بلا عذر ترک کرنے کا عادی اور اس کا منکر فاسق اور گنہگار ہے، ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ یاد رہے کہ ترک سنت کا گناہ واجب سے قدرے کم ہے۔ سنت موکدہ کی پھر دو قسمیں ہیں: (۱) سنت عین۔ (۲) سنت کفایہ۔ سنت عین: وہ ہے جو ہر ایک کو کرنا چاہیے جیسے صلوۃ تراویح وغیرہ۔ سنت کفایہ: وہ ہے جو بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے، ہر ایک کا کرنا ضروری نہ ہو، جیسے: ہر محلے میں تراویح کی جماعت وغیرہ۔ سنت غیر موکدہ: وہ ہی جس کو آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا ہو، اور بلا عذر ترک بھی کیا ہو، اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق، اور اس کا تارک مستحق عذاب نہیں، اس کو سنت زائدہ اور سنت عادیہ بھی کہتے ہیں۔ (۴) مستحب: مستحب اسے کہتے ہیں جسے آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی کیا ہو، اور کبھی ترک کر دیا ہو، اس کا کرنے والا مستحق ثواب، اور نہ کرنے والا مستحق عذاب نہیں، اس کو نفل اور تطوع بھی کہتے ہیں، اس کا درجہ سنتِ غیر موکدہ سے قدرے کم ہے۔ (۵) حرام: حرام اسے کہتے ہیں جو قطعی دلیل سے ثابت ہو، اس کا منکر کافر اور بلا عذر کرنے والا فاسق اور مستحق عذاب ہے۔ (۶) مکروہ تحریمی: مکروہ تحریمی اسے کہتے ہیں جو ظنی دلیل سے ثابت ہو، اس کو بلا عذر کرنے کا عادی اور اس کا منکر فاسق اور گنہگار ہے، اس کا گناہ ترکِ سنت موکدہ کے برابر ہے۔ (۷) مکروہ تنزیہی: مکروہ تنزیہی اسے کہتے ہیں جس کے نہ کرنے میں ثواب اور کرنے میں عذاب نہ ہو۔ (۸) مباح: مباح اسے کہتے ہیں جس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں بغیر ثواب وعقاب کے جائز ہوں۔ (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: 557،556/9، رشيدية۔ رد المحتار، كتاب الطهارة، مطلب في السنة وتعريفها: 330/1، رشيدية)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احکام الطہارۃ

طہارت اور پاکی ایک پسندیدہ اور محبوب چیز ہے جو فطرت کے اعتبار سے ہر انسان کو مطلوب ہوتی ہے ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ صاف ستھرا اور خوبصورت دکھائی دے اور اس کے لیے وہ ہر ممکن وسائل بھی اختیار کرتا ہے ایسے ہی انسان کے خالق اللہ تعالیٰ کو پاک صاف رہنے والے لوگ محبوب ہیں، یہی وجہ ہے کہ طہارت اور پاکیزگی کو ایمان کا ایک بڑا اہم حصہ قرار دیا گیا ہے، طہارت نماز کے لیے تو بے حد ضروری ہے بلکہ اس کا درجہ نماز سے بھی پہلے ہے کیونکہ طہارت کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور نماز عبادات میں ایسی عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا سب سے بڑا وسیلہ اور ذریعہ ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طہارت (یعنی پاک صاف رہنے) والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

﴿فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴾ (التوبة : 108)

"اس (مسجد قباء) میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف ہونے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے۔"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الطهور شطر الإيمان)) [1]

"طہارت (صفائی ستھرائی) ایمان کا حصہ ہے۔"

اس باب میں ہم طہارت سے متعلق اہم اُمور کو بیان کریں گے، جس میں طہارت کی

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، رقم الحديث : 223.

لغوی اور اصطلاحی تعریف ، پاک کرنے والے پانی کی اقسام، ان برتنوں کے احکام جن میں پانی رکھا جاتا ہے، بیت الخلاء اور استنجاء کے آداب جو عام طور پر وضو سے پہلے ہوتے ہیں، اسی طرح وضو کے احکام، موزوں پر مسح، غسل کے احکام، تیمم اور اس کا طریقہ وغیرہ شامل ہے۔

طہارت کی تعریف:

طہارت کا لغوی معنی ہے ظاہری اور باطنی ناپاکی سے پاکی حاصل کرنا، ظاہری نجاست جیسے پیشاب، پاخانہ اور گندگی وغیرہ اور باطنی نجاست جیسے کفر، شرک اور گناہ وغیرہ۔

اصطلاحِ شریعت میں طہارت کہتے ہیں حدث اور ناپاکی کو دور کرنا، حدث سے مراد بے وضو ہونے کی حالت یا جنابت کی حالت (جو غسل واجب کرتی ہے) بالفاظ دیگر حدث بدن کی وہ حالت جو نماز سے شرعاً روک دیتی ہو۔

① حدث دو قسم کا ہے ایک حدثِ اصغر یعنی بے وضو ہونے کی حالت جیسے بدن سے پیشاب، پاخانہ اور ہوا وغیرہ خارج ہونے کے بعد کی حالت حدثِ اصغر کہلاتی ہے۔

② حدث کی دوسری قسم حدثِ اکبر ہے یعنی بدن کی ایسی حالت جس میں غسل کرنا ضروری ہوتا ہے جیسے بدن سے شہوت کے ساتھ منی خارج ہونے، احتلام وغیرہ ہو جانے اور حیض ونفاس آنے کے بعد کی حالت حدثِ اکبر کی حالت کہلاتی ہے اور ایسے آدمی کو محدِث (یعنی حدث والا) کہتے ہیں۔

ناپاکی کو زائل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بدن، جسم یا کپڑوں وغیرہ سے ظاہری نجاست کو پانی وغیرہ کے ساتھ دھو کر ختم کرنا۔

پانی کی اقسام:

پانی کی تین قسمیں ہیں:

ماءِ طہور (یعنی وہ پانی جو خود بھی پاک ہو اور دوسری چیز کو پاک بھی کرتا ہو)۔

طاہر غیر مطہر (وہ پانی جو خود تو پاک ہو لیکن کسی دوسری چیز کو پاک نہ کرتا ہو)۔

ماء نجس (ناپاک پانی)۔

(ا) پانی کی پہلی قسم:

وہ پانی جو پاک بھی ہو اور دوسری چیزوں کی (نجاست حقیقی اور حکمی) کو پاک بھی کرتا ہے:

یہ وہ پانی ہوتا ہے جو اپنی قدرتی حالت پر برقرار ہوتا ہے چاہے وہ کسی چشمے سے پھوٹے یا آسمان سے برسے جیسے چشموں کا پانی، سمندروں، دریاؤں کنوؤں اور بارش کا پانی۔

اس پانی کا حکم یہ ہے کہ یہ پانی خود بھی پاک ہے اور اس سے دوسری چیزیں پاک بھی کی جاسکتی ہیں، چنانچہ اس پانی سے وضو کر کے بے وضوئی (حدث اصغر کی حالت) ختم کی جاسکتی ہے اور غسل کر کے جنابت (حدث اکبر) کو ختم کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اس سے کسی ناپاک کپڑے یا جگہ کو دھو کر پاک کیا جاسکتا ہے، اس قسم کے پانی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ﴾ (الانفال: 11)

"اور (اللہ) تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا، تاکہ اس کے ذریعے تمہیں پاک کرے۔"

نیز نبی کریم ﷺ نے سمندر کے پانی کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

((الطهور ماؤه، والحل ميتته)) [1]

"سمندر کا پانی پاک ہے پاک کرنے والا ہے اور اس کے جانور (یعنی مچھلیاں) حلال ہیں۔"

مسئلہ:

اگر اس قسم کے پانی (مطلق پانی جو اپنی قدرتی طبیعت پر برقرار ہو) میں کوئی پاک چیز

---

[1] المستدرك على الصحيحين للحاكم، وأما حديث يزيد بن محمد القرشي رقم الحديث: 497. وذكره أيضا عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده: تحت احاديث عبدالله بن عمرو۔ كتاب الطهارة ۔ رقم الحديث: 501/ج:1.

مل جائے جیسے درخت کے پتے وغیرہ اور یہ چیز پانی پر غالب نہ ہو بلکہ بہت کم مقدار میں ہو تو ایسا پانی بھی پاک ہی ہے اس سے وضو اور غسل کرنا جائز ہے۔

(۲) پانی کی دوسری قسم، طاہر غیر مطہر:

یعنی وہ پانی جو خود تو پاک ہو لیکن کسی چیز کو پاک نہ کرتا ہو جیسے وضو اور غسل میں استعمال شدہ پانی جو انسان کے اعضاء سے گرے جبکہ بدن پر کوئی نجاست بھی نہ ہو اسی طرح وہ پانی جس کے دو وصف کسی پاک چیز کے ملنے بدل گئے ہوں۔

فائدہ:

الاشباہ والنظائر میں یہ جزیہ ذکر ہے کہ پانی تب مستعمل بنے گا جب استعمال کے وقت تقرب کی نیت ہو۔ اگر بانیت تقرب مستعمل نہیں کی تو پانی اپنی اصل حالت پر برقرار رہے گا یعنی طاہر اور مطہر دونوں وصف موجود ہوں گے۔ ذكره في الاشباه۔ السابع في وقتها، (وأمانية القرب لصيرورة الماء...مستعملا فوقتها عند الاغتراف)، ج:1، ص: 115 ط۔ علميه۔

مسئلہ:

پانی کے تین اوصاف ہیں: رنگ، بو اور ذائقہ اگر مطلق پانی (یعنی جس سے طہارت حاصل کرنا درست ہو اس) میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس چیز کے ملنے سے پانی کے دو وصف تبدیل ہو جائیں تو یہ پانی اگرچہ خود تو پاک ہوگا لیکن اس سے پاکی حاصل کرنا (یعنی وضو یا غسل وغیرہ کرنا) درست نہیں ہوگا۔ جیسے پانی میں صابن مل گیا یا سالن کا شوربا مل گیا یا آٹا، دودھ یا کوئی اور پاک چیز مل گئی اور اس سے پانی کے کم از کم دو وصف بدل گئے تو ایسے پانی سے طہارت حاصل کرنا درست نہیں ہوگا، البتہ اس پانی سے نجاست وغیرہ دھو کر زائل کی جا سکتی ہے۔ نجاست تو زائل ہو جائے گی پاکی حاصل نہیں ہوگی۔

(۳) تیسری قسم، نجس پانی:

وہ پانی جس میں کوئی نجاست گر گئی ہو اور اس پانی کی مقدار کم ہو، نجاست سے مراد گندگی جیسے پیشاب، پاخانہ اور بہتا خون شراب کے قطرات وغیرہ۔

مسئلہ:

جب کسی کو پانی کے پاک اور ناپاک ہونے میں شک ہو تو پانی پاک ہی سمجھا جائے گا کیونکہ قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا اور جس پانی کے بارے میں پہلے سے اس کے پاک ہونے کا یقین ہو تو محض اس شک سے کہ اس میں کوئی نجاست گر گئی ہے یا نہیں پانی ناپاک نہیں ہوگا بلکہ وہ پاک شمار ہوگا اور اس سے وضو وغیرہ کرنا درست ہوگا۔

برتنوں کے احکام:

وہ برتن جس میں پانی ڈال کر طہارت حاصل کی جاتی ہے یا انہیں کھانے پینے کی اشیاء کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، ان کو استعمال کرنے کے لیے چار شرطیں ہیں:

(۱) پہلی شرط:

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ برتن پاک اجزاء سے بنا ہو یعنی وہ ایسی چیز سے بنا ہو جو پاک ہو، چنانچہ اگر برتن خنزیر کے چمڑے کا بنا ہوا ہو یا کسی اور نجس چیز سے بنا ہو تو اس برتن میں کھانا پینا اور اس کو وضو وغسل کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں، البتہ اگر وہ برتن خنزیر اور انسان کے چمڑے کے علاوہ کسی ایسے چمڑے سے بنا ہوا ہو جو پاک ہو یا اس کو دباغت (TANNINA) دے کر پاک کر دیا گیا ہو تو ایسے چمڑے وغیرہ سے بنا ہوا برتن پاک ہوگا اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا۔

(۲) دوسری شرط:

وہ برتن پاک ہو، یعنی اس میں کوئی نجاست یا گندگی نہ ہو جیسے کسی برتن میں شراب تھی یا اس میں کسی مردار کا گوشت وغیرہ تھا اور اسے دھو کر پاک کیے بغیر اس میں پانی لیا گیا تو وہ پانی

نجاست کی وجہ سے ناپاک ہو جائے گا اور اس سے وضو وغسل درست نہیں ہوگا، اس لیے برتن استعمال کرنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی نجاست نہ ہو وہ پاک ہے۔

(۳) تیسری شرط:

وہ برتن استعمال کرنے والے کی اپنی ملکیت ہو یا برتن کے مالک کی اجازت سے اس کو استعمال کیا جائے اصل مالک کی اجازت کے بغیر یا کسی سے زبردستی برتن غصب (چھین) کر کے استعمال کرنا جائز نہیں ایسے برتن میں پانی ڈال کر وضو یا غسل کرنے سے طہارت تو حاصل ہو جائے گی البتہ استعمال کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

(۴) چوتھی شرط:

وہ برتن ایسا ہونا چاہیے کہ جس کے استعمال کرنے سے شریعت نے منع نہ کیا ہو جیسے سونے اور چاندی کے برتن، چونکہ شریعت نے ان برتنوں کے استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے اس لیے کھانے پینے یا وضو وغسل میں اس طرح کے برتنوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((لا تشربوا في آنية الذهب والفضة ، ولا تلبسوا الحرير والديباج ، فإنها لهم في الدنيا ولكم في الآخرة))[1]

"تم سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور نہ ریشم اور دیباج کے کپڑے پہنو کیونکہ یہ ان (کفار) کے لیے دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے (اللہ تعالیٰ نے) آخرت میں (رکھے) ہیں۔"

البتہ اگر کسی برتن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو یا کسی برتن کو چاندی کے ذریعے ٹوٹ جانے کے بعد جوڑا گیا ہو تو اتنی قلیل مقدار معاف ہے ایسے برتن کے استعمال کرنے کی شرعاً گنجائش ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب آنية الفضة ، رقم الحديث : 5633.

"أن قدح النبي ﷺ انكسر ، فاتخذ مكان الشعب سلسلة من فضة" ●

"آنحضرت ﷺ کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ ﷺ نے اس ٹوٹی ہوئی جگہ کو چاندی کے ٹکڑے سے جوڑ کر درست فرمایا۔"

غیر مسلموں کے برتن اور ان کے کپڑے استعمال کرنے کا حکم:

① عام حالات میں غیر مسلموں کے برتنوں کا حکم یہ ہے کہ وہ پاک ہیں ان کو استعمال کرنا درست ہے۔

② اگر غیر مسلموں کے کسی برتن کے بارے میں یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں نجاست یعنی گندگی ہے تو ایسی صورت میں اس برتن کو دھوئے بغیر کھانے پینے اور طہارت وغیرہ کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ جیسے کہ ایک حدیث میں آتا ہے:

سمعت أبا ثعلبة الخشني ، يقول : أتيت رسول الله ﷺ ، فقلت : يا رسول الله! إنا بأرض قوم من أهل الكتاب نأكل في آنيتهم ... ((فإن وجدتم غير آنيتهم ، فلا تأكلوا فيها، وإن لم تجدوا فاغسلوها))●

"حضرت ابوثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں، کیا ہم ان کے برتنوں میں (کھانا وغیرہ) کھا سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا، اگر تمہیں اُن (اہل کتاب کے برتنوں)

● صحيح البخاري ، كتاب الجهاد، باب ماذكر من درع النبي ﷺ ، وعصاه، وسيفه وقدحه...الخ ، رقم الحديث : 3109.

● صحيح مسلم ، كتاب الصيد والذبائح، باب الصيد بالكلاب المعلمة ، رقم الحدث : 1532/3.

کے علاوہ کوئی برتن ملے تو اُن کے برتنوں میں نہ کھاؤ، اور اگر تمہیں کوئی اور برتن نہ ملے تو ان برتنوں کو پہلے دھولو پھر (اس کے بعد) استعمال کرلو۔"

③ غیر مسلم جو لباس اور کپڑا تیار کرتے ہیں وہ بھی پاک شمار ہوگا اسی طرح ان کا استعمال شدہ لباس (جو بعد میں دھوکر پاک نہ کیا گیا ہو) اگر اس پر کوئی ظاہری نجاست معلوم نہ ہوتی ہو ان کا استعمال بھی جائز ہے البتہ وہ جگہیں جہاں عموماً نجاست لگ جاتی ہو جیسے پیشاب و پاخانہ کی جگہ اس حصہ کو دھونا ضروری ہے کیونکہ عموماً غیر مسلم پاکی ناپاکی کا خیال نہیں کرتے۔

④ خلاصہ یہ کہ جس چیز کی ناپاکی کے بارے میں محض شک ہو تو اس چیز کو پاک ہی شمار کیا جائے گا کیونکہ محض شک سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی۔

استنجاء کے آداب:

استنجاء کہتے ہیں پیشاب یا پاخانہ کے بعد بدن کے پیشاب والے حصے کو پانی، ڈھیلے اور پتھر اور آج کل ٹشو پیپر وغیرہ سے صاف کرنا۔

پانی کے ساتھ استنجاء کرنا پتھر، ڈھیلے اور ٹشو پیپر کے ساتھ استنجاء کرنے کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے کیونکہ پانی سے خوب صفائی اور طہارت حاصل ہوجاتی ہے۔

استنجاء کرنے کا حکم:

پیشاب یا پاخانہ کرنے کے بعد استنجاء کرنا ضروری ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إذا ذهبَ أحدكم إلى الغائط، فليذهب معه بثلاثة أحجار يستطيب بهن، فإنها تجزئ عنه))[1]

"جب تم سے کوئی پیشاب پاخانے (کی حاجت) کے لیے جائے تو اسے چاہیے

---

[1] سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالحجارة: رقم الحديث40.

کہ وہ اپنے ساتھ تین پتھر پاکی (یعنی استنجاء) کے لیے لے جائے، کیونکہ یہ تین پتھر اس (کی پاکی) کے لیے کافی ہو جائیں گے۔"

نیز آپ ﷺ نے مذی کے بارے میں فرمایا کہ جس کو مذی (ایسے قطرات جو پیشاب سے پہلے) آجائے وہ اپنی شرمگاہ دھو کر وضو کرے۔

اگر بدن سے ہوا خارج ہو جائے تو اس کی وجہ سے وضو تو ٹوٹ جائے گا لیکن اس کی وجہ سے استنجاء کرنا ضروری نہ ہوگا۔

بیت الخلاء کے آداب:

(۱) پیشاب پاخانہ کے لیے دور جانا چاہیے اور لوگوں سے چھپ کر بیٹھنا خاص کر پاخانہ کے وقت ضروری ہے تاکہ اس کا ستر کوئی نہ دیکھ پائے۔

(۲) بیت الخلاء میں داخل ہونے سے پہلے دعا پڑھنی چاہیے اس سے بندہ شیاطین کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے، بیت الخلاء جانے کی دعا یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّي أَعُوذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ❶

(۳) بیت الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھ کر داخل ہو، اور جب واپس نکلے تو پہلے دایاں پاؤں باہر رکھے۔

(۴) پیشاب کرتے وقت نہ قبلے کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ کرے۔

(۵) اگر کھلی فضاء میں پیشاب کرے تو پیشاب کے لیے نرم جگہ دیکھے اور پست جگہ کی طرف پیشاب کرے تاکہ پیشاب کی چھینٹیں اڑ کر اس پر نہ پڑیں۔

(۶) کسی بل اور سوراخ میں پیشاب نہ کرے اور نہ ہی ایسی چیزوں پر پیشاب کرے جو انسانوں یا جانوروں کی خوراک ہو (جیسے سبزی اور گھاس وغیرہ)۔

(۷) بیٹھ کر پیشاب کرے۔

---

❶ سنن النسائي، كتاب الطهارة، باب القول عند دخول الخلاء ج:1، رقم الحديث : 20.

(۸) پیشاب کرتے وقت اپنے ساتھ پاخانے والی جگہ ایسی چیز نہ لے کے جائے جس میں قرآن کی آیت یا اللہ تعالیٰ کا ذکر لکھا ہوا ہو۔

(۹) پیشاب کے وقت کسی سے بات چیت نہ کرے۔

(۱۰) ایسی جگہ پیشاب نہ کرے جس سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو جیسے راستے میں پیشاب کرنا جس سے گزرنے والوں کو تنگی ہو، سایہ دار جگہ جہاں لوگ آرام وغیرہ کریں یا بیٹھیں، پانی لینے کی جگہ یعنی کنواں اور چشمہ وغیرہ اسی طرح پھل دار درخت کے نیچے، ایسی جگہ پیشاب پاخانہ ہرگز نہ کرے کیونکہ اس سے لوگوں کو ناجائز اذیت اور تکلیف ہوتی ہے۔

(۱۱) اگر نجاست جسم کے کسی حصے پر لگ جائے تو اس کو دھولے۔

(۱۲) پیشاب و پاخانہ سے فارغ ہونے کے بعد جب باہر نکل کر آئے تو یہ دعا پڑھے:

((غُفْرَانَكَ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذْهَبَ عَنِّي الْأَذٰى وَعَافَانِيْ))●

بیت الخلاء میں آنے جانے کی مسنون دعائیں یاد کرنا چاہئیں کیونکہ یہ دعائیں پڑھنا اور مسنون طریقے کے مطابق باتھ روم جانے سے ہمارا جتنا وقت وہاں گزرے گا وہ بھی سنت کی برکت کی وجہ سے عبادت ہی یہ شمار ہوگا اس طرح مسنون اعمال کی برکت سے ہم اپنی عادات کو عبادات بنا سکتے ہیں جس کی ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

●●●

● سنن ابن ماجه، باب مايقول إذا خرج من الخلاء، ج:1، ص : 109، رقم الحديث : 301، الناشر : دار إحياء الكتب العربيه.

وضو کے احکام

وضو کی تعریف:

شریعت میں وضو یہ ہے کہ پاک کرنے والے پانی کے ساتھ انسان اپنے تین اعضاء (چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں) کو دھوئے اور سر کا مسح کرے۔ یعنی انسان اپنا چہرہ دھوئے اور چہرہ دھونے کی حد لمبائی میں پیشانی کے شروع سے لے کر تھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں دونوں کانوں کی لو (نرم حصے) کے درمیان کا حصہ، یہ پورا حصہ چہرے میں داخل ہے اور اس کا دھونا ضروری ہے۔

دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا فرض ہے اور کم از کم چوتھائی سر کا مسح کرنا ضروری ہے ان اعضاء کو دھونے اور سر پر مسح کرنے سے وضو ہو جائے گا۔

وضو کا حکم:

ہر وہ کام جو بغیر وضو کے جائز نہ ہو اس کے لیے وضو کرنا ضروری ہے جیسے نماز پڑھنے والے کے لیے پہلے وضو کرنا ضروری ہے، اسی طرح قرآن کریم کو چھونے والے کے لیے وضو کرنا ضروری ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ (المائدۃ 6)

"اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اُٹھو تو اپنے چہرے، اور کہنیوں تک اپنے بازو دھو لو، اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک (دھو لیا کرو)۔"

اس آیت کریمہ میں نماز سے پہلے وضو کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ نماز کے درست ہونے کے لیے وضو شرط ہے اس کے بغیر نماز نہ درست ہوتی ہے اور نہ قبول ہوتی ہے، حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا يقبل الله صلاة أحدكم إذا أحدث حتى يتوضأ))[1]

"تم میں سے کسی کو حدث (یعنی وضو ٹوٹ جانا) لاحق ہو جانے کے بعد اس کی نماز اللہ اس وقت قبول نہیں فرماتے جب تک وہ وضو (کر کے نماز ادا) نہ کر لے۔ یعنی اگر کوئی بلا وضو نماز پڑھے تو اس کی نماز قابل قبول نہیں۔"

وضو کی فضیلت:

وضو کی بہت زیادہ فضیلت احادیث میں آتی ہے ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((إذا توضأ العبد المسلم- أو المؤمن- فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر إليها بعينيه مع الماء- أو مع آخر قطر الماء-،فإذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء أو مع آخر قطر الماء -فإذا غسل رجليه خرجت كل خطيئة مشتها رجلاه مع الماء - أو مع آخر قطر الماء- حتى يخرج نقيا من الذنوب))[2]

"جب کوئی مسلمان (یا مومن) بندہ وضو کرتا ہے اور چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ جو اس نے اپنی آنکھوں سے کیا پانی کے ساتھ نکل جاتا ہے (یا یہ فرمایا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ) جب وہ اپنے ہاتھ دھوتا ہے تو اس

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الحيل ، باب فى الصلاة ، رقم الحديث : 6954.

[2] صحيح مسلم ، كتاب الطهارة، باب خروج الخطا يامع ماء الوضوء، رقم الحديث : 244.

کے ہاتھ سے وہ تمام گناہ جو اس کے ہاتھوں سے پکڑ کر کیے پانی کے ساتھ (یا فرمایا کہ پانی کے آخری قطرے کے ساتھ) نکل (کرگر) جاتے ہیں جو اس نے پاؤں سے چل کر کیے ہوں، یہاں تک کہ (اس کے دھلنے والے تمام اعضاء سے گناہ جڑتے ہیں تو) وہ گناہوں سے پاک صاف ہوکر نکل جاتا ہے۔"

وضو کے فرائض: (فرائض اسے کہتے ہیں جو قطعی دلیل سے ثابت ہو، بلا عذر اس کا تارک مستحق عذاب اور فاسق ہے اور اس کا منکر کافر ہے)

وضو میں چار فرائض ہیں:

(۱) چہرے کا دھونا۔

(۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(۴) دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا۔ [1]

وضو کی سنتیں ہیں: (سنت اسے کہتے ہیں جسے آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور کبھی عذر کی وجہ سے ترک بھی کیا ہو)

وضو میں درج ذیل چیزیں سنت ہیں۔

(۱) نیت کرنا۔

(۲) مسواک کرنا۔

(۳) وضو کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔

(۴) دونوں ہاتھوں کو وضو کے شروع میں گٹوں تک دھونا۔

(۵) مضمضہ یعنی منہ میں پانی ڈال کر کلی کرنا۔

---

[1] قال الله تعالى: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قُمۡتُمۡ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغۡسِلُواْ وُجُوهَكُمۡ ...الاية﴾ (المائدة: 6) وكما ذكره في الهدايه، ص: 53، ج: اول ط: مكتبة البشرىٰ. ففرض الطهارة غسل الأعضاء الثلاثه ومسح الرأس....الخ.

(۶) استنشاق یعنی ناک میں پانی ڈالنا۔

(۷) مضمضہ اور استنشاق میں مبالغہ کرنا۔ (یعنی خوب صفائی حاصل کرنا)

(۸) ڈاڑھی کا خلال کرنا۔ (اگر ڈاڑھی ہو)

(۹) ہاتھوں اور پاؤں کی اُنگلیوں کا خلال کرنا۔

(۱۰) ہر عضو کو دھوتے وقت ملنا۔ (تاکہ وہ خوب صاف ہو جائے اور ہر جگہ پانی پہنچ جائے)۔

(۱۱) ترتیب سے اعضاء کو دھونا۔

(۱۲) پے در پے (یعنی ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرے عضوء کو) دھونا۔

(۱۳) ہر عضو کو تین بار دھونا۔

(۱۴) پورے سر کا مسح کرنا۔

(۱۵) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ [1]

وضو کے مستحبات:

(مستحب اسے کہتے ہیں جسے آنحضرت ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک بھی کیا ہو)

(۱) قبلہ رُو ہو کر وضو کرنا۔

(۲) اعضاء وضو کو دھوتے وقت ملنا۔

(۳) کانوں کے مسح کے وقت چھوٹی اُنگلی کو گیلا کر کے کانوں کے سوراخوں میں ڈال کر کان صاف کرنا۔

(۴) گردن کا مسح کرنا۔

(۵) جفت اعضاء (یعنی ہاتھ اور پاؤں) میں پہلے دائیں عضو کو دھونا۔ [2]

---

[1] وسنن الطهارة غسل اليدين قبل إدخالهما الإناء إذا استيقظ...الخ۔
الهدايه: كتاب الطهارات، ص 55/ ج : اول ـ ط۔ بشریٰ.

[2] ويستحب للتوضى أن ينوى الطهارة ويستوعب رأسه بالمسح....الخ.
الهدايه، كتاب الطهارة ، ص : 60/ ج: اول ط ـ بشرى.

وضو کا کامل طریقہ:

وضو کا مکمل طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے وضو کرنے والا وضو کرنے کے لیے قبلہ رُو ہو کر کسی اُونچی جگہ بیٹھے تا کہ وضو کا پانی گرنے کے بعد اس کی چھینٹوں سے بچ سکے وضو شروع کرنے سے پہلے دل سے وضو کی نیت کرے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر وضو شروع کرے سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین بار دھوئے، اس کے بعد اگر مسواک میسر ہو تو وہ کرے اور تین بار منہ میں دائیں بائیں سے پانی ڈال کر کلی کرے، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ناک کو بائیں ہاتھ سے صاف کرے، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے میں خوب مبالغہ کرے، اس کے بعد تین بار چہرے پر دونوں ہاتھوں سے پانی ڈال کر دھوئے اور چہرے کو ملے، چہرہ پیشانی کے بالوں سے لے کر تھوڑی کے نیچے تک اور دونوں کانوں کے درمیان والی جگہ ہے اس جگہ کو دھونا ضروری ہے، پھر دایاں ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھوئے پھر بایاں ہاتھ کہنی تک تین بار دھوئے، دھوتے وقت ہاتھوں کو ملے اور دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کا خلال کرے، اس کے بعد پورے سر کا ایک بار مسح کرے اور اس کے ساتھ کانوں کا مسح اس طرح کرے کہ شہادت کی اُنگلیاں کانوں کے اندر والے حصے کا مسح کرے اور ہاتھ کے انگوٹھوں سے کانوں کے باہر والی جگہ یعنی کانوں کی پشت کا مسح کرے اور چھوٹی اُنگلیاں گیلی کر کے کانوں کے سوراخوں کے اندر بھی مسح کرے، اس کے ساتھ ساتھ گردن کا مسح اُنگلیوں کی پشت یعنی باہر والی جانب سے کرے۔ اس کے بعد دائیں پاؤں کو تین بار دھوئے پھر بائیں پاؤں کو تین بار دھوئے اور پاؤں دھوتے وقت بھی پاؤں کو خوب ملے اور آخر میں وضو کی یہ دعا پڑھ لے۔

((أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ، وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ))[1]

---

[1] سنن الترمذي، كتاب الطهارة، باب ما يقال بعد الوُضوء، رقم الحديث55، ج : 1/ص : 109۔ الناشر : دارالعرب الإسلامي، بيروت.

وضو کو توڑ دینے والی اشیاء:

ان چیزوں کو ناقض وضو کہتے ہیں، ان میں سے کسی بھی چیز کے لاحق ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) پیشاب پاخانہ وغیرہ نکلنے سے یا ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) جسم کے کسی حصے سے خون خارج ہو کر اپنی جگہ سے زیادہ بہہ جائے۔

(۳) ٹیک لگا کر سونے سے، اسی طرح کہ اگر ٹیک ہٹائیں تو سونے والا گر جائے۔

(۴) بے ہوش ہونے یا مجنون ہو جانے سے۔

(۵) وہ چیزیں جن سے غسل واجب ہو جاتا ہے ان سے بھی وضو ختم ہو جاتا ہے۔ [1]

(۶) منہ بھر کرتے کا حکم۔

موجبات غسل:

(۱) منی کا خارج ہو جانا، چاہے جماع کے بغیر ہو۔

(۲) التقاء الختانین (دونوں کی شرم گاہوں کا مل جانا) سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ چاہے بغیر انزال کے ہو مگر بشرطیکہ حشفہ فرج کے اندر غائب ہو جائے۔ (التقاء الختانين بتغييب الحشفه كامله في الفرج ـ ولم يحصل إنزال)

(۳) حیض سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى ....﴾ (البقرة : 222)

(۴) نفاس سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۵) مسلمان کی موت یعنی مرنے کے بعد مسلمان کو غسل دینا واجب ہو جاتا ہے۔

موزوں وغیرہ پر مسح کرنا:

موزہ چمڑے وغیرہ کی وہ جراب جو آدمی پاؤں پر پہنتا ہے، موزوں پر مسح کرنے کا

---

[1] (فصل في نواقض الوضوء :) المعاني الناقضة للوضوء كل مايخرج من السبيلين ...الخ. كما ذكره في الهدايه : كتاب الطهارة فصل في نواقض الوضوء : ص : 61 / ج : 1 ط۔ بشرى.

مطلب یہ ہے کہ انسان تر ہاتھوں کے ذریعے پاؤں پر مسح (ہاتھ پھیر کر) کرے، مسح کرنے کی صورت میں پاؤں کو دھونے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

"کما ذکره في الهدایه کتاب الطهارت، فصل باب المسح علی الخفین:

(وفی المتن) المسح علی الخفین جائزة بالسنه (ذکرهٗ تحت قوله في الخاشیه) راوه عن النبي ﷺ نحومن أربعین فمنهم جریر ففي الصحیحین، أنه قال، (ثم توضأ ومسح علی الخفین)

الثانی: عن المغیره: (أن النبي ﷺ خرج لحاجته فأتبعه المغیره بإرادة فیها ماء فصب علیه حین فرغ من حاجته فتوضاء ومسح علی الخفین).

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آسانی اور مشقت کو ختم کرنے کی خاطر موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی، خاص کر شدید سردی کے موسم میں جب انسان نے موزے پہنے ہوں تو اس کے لیے موزے اُتار کر پاؤں کو دھونا بہت مشکل ہوتا ہے چنانچہ ایسی حالت میں موزوں پر مسح کر لینا موزے اُتار کر پاؤں دھونے کے مقابلے میں افضل ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ایسا تکلف نہیں فرمایا کہ موزوں کو اُتار کر پاؤں دھوئے ہوں بلکہ آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ اگر آپ ﷺ نے موزے پہنے ہوئے ہوتے تھے تو آپ ﷺ ان پر مسح فرمالیا کرتے تھے اور اگر موزے نہ ہوتے تو آپ ﷺ پاؤں دھولیا کرتے تھے۔

موزوں کی شرائط:

یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ہر طرح کے موزے پر مسح کرنا درست نہیں بلکہ موزوں پر مسح کرنے کی کچھ شرطیں ہیں اگر موزوں میں وہ شرائط پائی گئیں تو موزوں پر مسح کرنا درست ہوگا

ورنہ نہیں۔ موزوں پر مسح کے درست ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

(۱) موزے اتنے موٹے اور گاڑھے ہوں کہ اگر ان کو پہن کر تین میل تک پیدل چلا جائے تو وہ نہ پھٹیں۔

(۲) اگر موزوں کو پاؤں پر پہن کر نہ باندھا جائے تو وہ نہ گریں، یعنی ان کی موٹائی اتنی ہو کہ باندھے بغیر بھی وہ پاؤں پر کھڑے رہیں۔

(۳) ان سے پانی نہ چھنتا ہو، یعنی اس میں پانی داخل نہ ہو۔

(۴) ان میں پاؤں نظر نہ آتا ہو، یعنی اتنے باریک نہ ہوں کہ ان میں پاؤں نظر آتا ہو۔

اگر یہ چار شرطیں موزوں میں پائی جائیں تو اس طرح کے موزے پر مسح کرنا درست ہوگا ورنہ نہیں، عام نیلون یا کاٹن کی جرابیں جو پتلی ہوتی ہیں اور جو عام طور پر آج کل پہنی جاتی ہیں گرمی سردی کے موسم میں ان میں چونکہ موزوں کی شرطیں نہیں پائی جاتیں اس لیے ان پر مسح کرنا درست نہیں۔ جو لوگ مروّجہ جرابوں پر مسح کرتے ہیں ان کا وضو نہیں ہوتا۔ [1]

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط:

موزوں پر مسح کرنے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

(۱) موزوں پر مسح کرنے کی سب سے اہم شرط یہ ہے کہ موزوں کو کامل طہارت کی حالت میں پہنا گیا ہو، کامل طہارت کا مطلب یہ ہے غسل یا مکمل وضو (دونوں پاؤں دھوئے سمیت) کر لینے کے بعد وضو ٹوٹنے سے پہلے موزے پہنے گئے ہوں۔

---

[1] الهداية، كتاب الطهارة، الطهارات، باب المسح على الخفين : ص 111/ ج: 1/ط ـ بشرى: ولا يجوز المسح على الجوربين عند أبي حنيفة رحمه الله إلا أن يكونا مجلدين أو منعلين وقالا .....الخ.

كما في البدائع والصنائع : (ج 10/1) كتاب الطهارة فصل المسح على الخفين) وأما المسح على الجوربين۔ فان كانا مجلدين، أو منعلين، يجزيه بلا خلاف عند أصحابنا وإن لم يكونا مجلدين ولا منعلين، فان كانا رقيقين يشفان الماء لا يجوز المسح عليها بالإجماع.

(۲) موزے پاک ہوں کسی ناپاک چمڑے (جیسے خنزیر وغیرہ) سے نہ بنے ہوں۔
(۳) موزے اتنے لمبے ہوں کہ وہ پاؤں کو ٹخنوں سمیت ڈھانپ لیں۔
(۴) موزے پاؤں کی تین چھوٹی اُنگلیوں کے بقدر یا اس سے زیادہ پھٹے ہوئے نہ ہوں۔

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ:

موزں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کو پانی سے تر کرنے کے بعد پاؤں کی اُنگلیوں کے سروں پر رکھے اور ایڑھی کی طرف ہاتھوں کو کھینچ کر مسح کرلے، دائیں ہاتھ سے دائیں پاؤں پر اور بائیں ہاتھ سے بائیں پاؤں پر مسح کرے۔ ایک بار مسح کرلینا کافی ہے، باربار مسح کرنے کی ضرورت نہیں۔

موزوں پر مسح کرنے کی مدت:

وضو یا غسل کرنے کے بعد جب موزے پہن لیے جائیں تو موزے پہن لینے کے بعد جب وضوٹوٹ جائے تو اس وقت سے مسح کی مدت شمار کی جائے گی چنانچہ وضوٹوٹ جانے کے بعد کے وقت سے مقیم (جو اپنے علاقے اور گھر میں ہے) ایک دن اور ایک رات (یعنی چوبیس گھنٹے) تک موزوں کو اُتارے بغیر اس پر مسح کرسکتا ہے اور مسافر (جو شرعی سفر میں ہے وہ) تین دن اور تین راتوں (یعنی 72 گھنٹوں) تک مسح کرسکتا ہے، مذکورہ مدت ختم ہوجانے کے بعد مسح کرنا درست نہیں بلکہ موزے اُتار کر دوبارہ پاؤں کو دھونا ضروری ہوگا۔ [1]

---

[1] كما ذكره في البدائع ـ في بيان مدة المسح : (ج:1/ص:7) مكتبه (دارالكتب العلميه) فقد اختلف العلماء في أن المسح على الخفين هل هو مقدر بمُدّةٍ؟ قال عامتهم ـ أنه مقدربمدّةٍ في حق المقيم يومًا وليلةً، وفي حق المسافر ثلاثة أيام ولياليها.

كما ذكره في الهدايه، كتاب الطهارات، باب المسح على الخفين، ص : 106/ ج : اول ـ ط/بشرى ۔ ويجوز للمقيم يومًا وليلة وللمسافر ثلاثه أيام ولياليها۔ لقوله عليهاالسلام : (يمسحُ المقيم يومًا وليلة والمسافر ثلاثه أيام ولياليها). (أخرجه أبوداود والترمذي)

موزوں کے مسح کو توڑ دینے والی چیزیں:

ان باتوں سے موزوں کا مسح خود بخود ختم ہو جاتا ہے:

(۱) غسل واجب ہو جانے سے مسح ختم ہو جائے گا، کیونکہ غسل میں پورے بدن کو پانی سے اس طرح تر کرنا ضروری ہے کہ ایک بال برابر بھی کوئی جگہ خشک نہ رہے۔

(۲) وضو ٹوٹ جانے کی صورت میں مسح بھی ختم ہو جائے گا اور دوبارہ وضو کے ساتھ مسح کرنا بھی ضروری ہوگا۔

(۳) موزے پر مسح کی مدت کا ختم ہو جانا جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

(۴) موزے کا پاؤں سے نکل جانا چاہے موزہ پھٹ جائے یا کھل کر نکل جائے۔

موزوں پر مسح کرنے کی جو شرائط اوپر بیان ہو چکی ہیں ان کے ہوتے ہوئے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اگر ان میں کوئی شرط نہ ہو مثلاً جرابیں بہت پتلی ہوں یا زیادہ پھٹی ہوئیں ہوں یا پاؤں کو ٹخنوں سمیت ڈھانپنے والی نہ ہوں تو ایسی صورت میں ان پر مسح کرنا درست نہ ہوگا بلکہ پاؤں کو دھونا ضروری ہوگا۔ [1]

پٹی پر مسح کرنے کا بیان:

جسم کے کسی زخم، پھوڑے پھنسی یا ٹوٹی ہوئی ہڈی وغیرہ کو جوڑنے کے لیے اس پر باندھا جانے والا پلستر، مرہم کا پھایا یا کپڑے وغیرہ کو پٹی جس کو جبیرہ کہا جاتا ہے، اگر زخم کو دھونا یا اس پر مسح کرنا نقصان دہ ہو یا پٹی اُتارنے میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو تو ایسی صورت میں پٹی پر مسح کرنا درست ہے، پٹی پر مسح کرنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ جب تک زخم ٹھیک نہ ہو اس وقت تک پٹی وغیرہ پر مسح کیا جا سکتا ہے نیز مسح کے لیے پٹی کو طہارت کی حالت میں باندھنا بھی ضروری نہیں۔

❁❁❁

---

[1] كما ذكره في الهدايه : وينقض المسح كل شي ينقض الوضوء وينقضه أيضا نزع الخف...الخ۔ كتاب الطهارات، فصل في المسح على الخفين، ص: 109/ ج:اول۔ ط۔ بشرى۔

غسل کے احکام

غسل کی تعریف:

پاک کرنے والے پانی کے ساتھ پورے بدن کو مخصوص طریقے سے دھونے کو غسل کہتے ہیں۔ جس کا تفصیلی بیان آگے آرہا ہے۔

غسل کا حکم:

جب غسل کو واجب کرنے والا کوئی سبب پایا جائے تو ایسی صورت میں مسلمان پر غسل کرنا لازم ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰی تَغْتَسِلُوْا ﴾ (النساء: 43)

"اے ایمان والو! تم نماز کے پاس بھی ایسی حالت میں مت جاؤ (جب) کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو، اور حالت جنابت میں بھی باستثناء تمہارے مسافر ہونے کی حالت کے یہاں تک کہ غسل کرلو۔"

مطلب یہ کہ جنابت کی حالت میں نماز پڑھنا درست نہیں اس لیے جنابت کے بعد غسل کرکے نماز پڑھو۔

اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((إذا جلس بین شعبها الأربع ومس الختان الختان فقد وجب الغسل)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانین، رقم الحدیث: 349.

"جب (آدمی) اپنی بیوی کے چار حصوں کے درمیان (یعنی مخصوص جگہ پر جماع کرنے کے لیے) بیٹھے اور شرم گاہ شرم گاہ سے مل (کر دخول ہو) جائے تو غسل واجب ہو جائے گا۔"

غسل کو واجب کرنے والی چیزیں:

درج ذیل باتوں سے غسل واجب ہو جاتا ہے:

(۱) مَنی کا شہوت کے ساتھ خارج ہونا، مرد یا عورت سے، اور نیند سے بیدار ہو کر مَنی دیکھنے والے پر غسل واجب ہوگا چاہے اس کو احتلام یاد ہو یا نہ ہو۔

(۲) مرد کی شرمگاہ کے حشفہ کا دوسری شرمگاہ میں غائب ہو جانا۔ (یعنی شرمگاہ کا سرا اگر عورت کی شرمگاہ میں غائب ہو گیا تو بھی غسل واجب ہو جائے گا اگرچہ مَنی خارج نہ ہوئی ہو)۔

(۳) مسلمان کی موت، اس سے بھی اس کو غسل دینا واجب ہو جاتا ہے سوائے شہید کے کہ اس کو غسل دینا واجب نہیں۔

(۴) حیض کے خون کا بند ہو جانا۔ (حیض وہ خون ہوتا ہے جو بالغ ہونے کے بعد عورت کے رحم سے بغیر کسی بیماری کے خارج ہوتا ہے)

(۵) نفاس کا خون بند ہو جانے کے بعد۔ (بچے کی ولادت کے بعض عورت کے رحم سے نکلنے والا خون نفاس کہلاتا ہے)۔ [1]

غسل کے فرائض:

غسل میں تین فرائض ہیں:

(۱) کلی کرنا۔ کلی کرنے میں خوب مبالغہ کرے حلق تک پانی پہنچائے جسے غرارہ کرنا کہتے ہیں اگر روزہ نہ ہو، روزہ ہونے کی صورت میں حلق میں پانی نہ لے جائے۔

---

[1] كما ذكره في الهدايه، كتاب الطهارات فصل في الغسل، ج: اول، ص: 71 قال: والمعانى الموجبة للغسل: إنزال المني على وجه الدّفق والشهوة من الرجل ...الخ.

(۲) ناک میں پانی ڈالنا ناک کے نرم حصے تک۔

(۳) پورے بدن کو ایک بار ایسے دھونا کہ جسم کا کوئی حصہ بھی خشک نہ رہے۔ (چنانچہ بغلوں کے نیچے، تھوڑی کے نیچے، ناف میں اور بھنوؤں اور مونچھوں کے نیچے پانی پہنچایا جائے، ڈاڑھی اور بالوں میں خلال کیا جائے تاکہ جسم کا کوئی حصہ بھی خشک نہ رہنے پائے)۔ [1]

غسل کی سنتیں:

غسل کی سنتیں درج ذیل ہیں:

جو چیزیں وضو میں سنت ہیں وہی غسل میں بھی مسنون ہیں البتہ کچھ سنتیں غسل میں زیادہ ہیں نیز مضمضہ (کلی کرنا) اور استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) غسل میں فرض ہیں، غسل کی سنتوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) نیت کرنا۔

(۲) تسمیہ، یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا (لیکن اگر ستر کھول کے غسل کر رہا ہو یا غسل کی جگہ ایسی ہو جہاں ناپاک یا مستعمل پانی ہو یا ساتھ میں پیشاب پاخانے کی جگہ ہو تو پھر زبان سے بسم اللہ نہ پڑھے)۔

(۳) دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا۔

(۴) استنجاء کرنا۔

(۵) بدن پر لگی ہوئی نجاست کو شروع میں دھونا۔

(۶) بدن پر پانی ڈالنے سے پہلے وضو کرنا، وضو کی سنتوں کی رعایت کے ساتھ۔

(۷) تین بار پورے بدن پر پانی بہانا۔

(۸) پہلے سر پر پانی ڈالنا، پھر دائیں کندھے پھر بائیں کندھے پر۔

---

[1] كما ذكره في الهدايه، كتاب الطهارات، فصل في الغسل، ص: ٢٥/ج/ (1)
وفرض الغسل: المضمضة والاستنشاق وغسل سائر البدن...الخ.

(۹) اگر غسل ایسی جگہ کیا جہاں پانی جمع ہوتا ہو تو غسل کے آخر میں پاؤں کو دھونا۔ ❶

غسل کرنے کا طریقہ:

غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ غسل کرنے والا سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھو کلائیوں تک دھوئے، پھر استنجاء کرے، اس کے بعد اگر بدن پر کوئی نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کو دھوئے اس کے بعد مکمل وضو کرے پھر سر پر تین بار پانی ڈالے پھر دائیں کندھے پر تین بار اور پھر بائیں کندھے پر تین بار پانی ڈالے اور پانی اس طریقے سے ڈالے کہ سارے بدن پر پانی بہہ پڑے کوئی جگہ خشک نہ رہے نیز غسل کرتے ہوئے بدن کو ملے، ناف، کان، مونچھوں، بھنوؤں اور ڈاڑھی وغیرہ میں اُنگلیوں سے خلال کرے تاکہ ہر ہر جگہ تک پانی پہنچ جائے اور جسم خوب تر ہو جائے۔ اگر غسل کی جگہ پر پانی کھڑا ہوتا ہو تو ایسی صورت میں پاؤں آخر میں دھوئے۔ ❷

حالت جنابت کے احکام:

جنابت کی حالت کو حدث اکبر بھی کہتے ہیں، جنابت کی حالت میں مندرجہ ذیل کام کرنا حرام ہیں:

(۱) نماز پڑھنا۔

(۲) بیت اللہ کا طواف کرنا۔

(۳) مسجد میں ٹھہرنا۔

(۴) قرآن کریم کو بلا حائل چھونا۔

(۵) قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔ ❸

---

❶ وسنته : أن يبدأ المغتسل فيغتسل ...الخ. ذكره في هذا الفصل : ص 79 / ج: (1)۔ ط۔ بشری.

❷ نور الإيضاح مع شرحه مراقي الفلاح ، فصل يسن في الاغتسال اثنا عشرة شيئا ، ص : 46.

❸ نور الإيضاح مع شرحه مراقي الفلاح ، ص : 62.

فائدہ:

عورت جب حیض یا نفاس سے ہو تو مندرجہ بالا پانچ چیزوں کے علاوہ اس کے لیے مندرجہ تین چیزیں بھی حرام ہیں۔

(۱) روزہ رکھنا۔

(۲) شوہر کا بیوی کے ساتھ جماع کرنا۔

(۳) ناف سے لے کر گھٹنوں تک بلا حائل کے شوہر کا بیوی سے شہوت پوری کرنا۔[1]

❁❁❁

[1] حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، لأحمد بن محمد بن إسماعيل الطحطاوي، ص: 145.

تیمم کے احکام

تیمم کی تعریف:

تیمم کا لغوی معنٰی ہے پاک مٹی (وغیرہ) کے ذریعے چہرے اور ہاتھوں پر مخصوص طریقے سے مسح کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔ [1] جس کا طریقہ آگے بیان ہوگا۔

تیمم کا حکم:

جس شخص کے پاس پانی نہ ہو یا پانی اس کی دسترس سے باہر ہو یا وہ ایسا بیمار ہو کہ پانی کے استعمال سے اس کی بیماری بڑھنے یا جان جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے حالات میں اس شخص کے لیے تیمم کا حکم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے ایک رخصت اور آسانی ہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَوٰةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ ﴾ (المائدة: 6)

"اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب تم اٹھو نماز کے لیے تو دھولیا کرو اپنے چہروں کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک، اور مسح کرلیا کرو تم اپنے سروں کا، اور (دھولیا کرو تم) اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک، اور اگر تم جنبی ہوا کرو تو اچھی طرح پاک

---

[1] المعجم الوسيط: 1066/2، دارالدعوة، تركيه.

ہولیا کرو (غسل کر کے) اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر ہوا کرو، یا تم میں سے کوئی (فارغ ہو کر) آیا ہو جائے ضرورت سے، یا تم نے صحبت کی ہو اپنی عورتوں سے، پھر تمہیں پانی نہ مل سکے، تو (ان تمام صورتوں میں) تم تیمم کر لیا کرو پاک مٹی سے، سو تم اس (پر ہاتھ مار کر اس) سے مسح کر لیا کرو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کا، اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے، لیکن وہ یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کر دے (ہر ناپاکی سے) اور تم پر پورا کر دے اپنی نعمت کو تاکہ تم لوگ شکر ادا کرو۔"[1]

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إن الصعيد الطيب طهور المسلم ، وإن لم يجد الماء عشر سنين ، فإذا وجد الماء فليمسه بشرته ، فإن ذلك خير))[2]

"بلاشبہ پاک مٹی مسلمان کی پاکی (یعنی اس کو پاک کرنے والی ہے) اگرچہ وہ بیس سال تک پانی نہ پائے اور (پھر) جب اس کو پانی مل جائے تو اپنے جسم کو دھولے کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو وضو یا غسل کر کے کسی بھی عبادت کے لیے طہارت حاصل کرنی ہو اور پانی نہ ملے تو ایسی صورت میں مسلمان پاک مٹی سے تیمم کر کے پاکی حاصل کیا کرے اگرچہ اس کو عرصہ دراز تک پانی نہ ملے پھر بھی تیمم کر کے عبادت کے لیے طہارت حاصل کرتا رہے ہاں جب پانی مل جائے تو پھر پانی سے طہارت حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

معلوم ہوا کہ مٹی کے ساتھ تیمم کرنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے اور حدث اصغر (چھوٹی ناپاکی) وحدث اکبر (بڑی ناپاکی) دونوں سے انسان پانی پر قدرت پانے تک پاک ہو جاتا ہے البتہ جب پانی کے استعمال پر قدرت ہو جائے تو تیمم خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

---

[1] ترجمہ مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی۔

[2] سنن الترمذي ، أبواب الطهارة ، باب التيمم للجنب إذا لم يجد الماء، رقم الحديث : 124.

تیمم کب مشروع ہے؟:

بعض مخصوص حالات میں تیمم کرنا جائز ہے ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

(۱) پانی نہ پانے والے کے لیے تیمم جائز ہے، خواہ پانی ہی موجود نہ ہو یا کم از کم ایک میل شرعی کی مسافت پر دور ہو ایک میل شرعی تقریباً 1.828 کلومیٹر بنتا ہے۔

(۲) پانی کے استعمال سے سردی وغیرہ کی وجہ سے مرجانے کا خوف ہو یا بیماری بڑھنے کا خوف ہو یا پانی استعمال کرنے کی وجہ سے بیماری سے صحت یابی دیر سے ہوتی ہو۔

(۳) کسی کے پاس پانی ہو لیکن پیاس کی وجہ سے اپنے یا کسی اور کے ہلاک ہونے کا خدشہ ہو کہ اگر طہارت کے لیے پانی استعمال کرے گا تو پینے کے لیے پانی نہیں بچے گا۔

(۴) پانی کا کنواں یا زیر زمین ٹینکی وغیرہ موجود ہے اور اس میں پانی بھی ہے لیکن پانی نکالنے کے لیے کوئی برتن، رسی یا اور کوئی بھی انتظام نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی تیمم کر سکتا ہے۔

(۵) دشمن یا کسی درندے کے خوف کی وجہ سے بھی تیمم کیا جا سکتا ہے یعنی پانی ایسی جگہ ہو جہاں دشمن دیکھ کے قتل کر دے گا تو ایسی صورت میں بھی تیمم کرے۔

(۶) نماز جنازہ اور عید کی نماز کے فوت ہونے کی وجہ سے بھی تیمم کر سکتا ہے یعنی اتنا کم وقت ہو کہ اگر پانی سے وضو یا غسل کرنے میں مشغول ہو گا تو نماز جنازہ یا عید کی نماز قضاء ہو جائے گی تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔ [1]

تیمم کس چیز سے درست ہے:

ہر وہ پاک چیز جو زمین کی جنس سے ہو اس پر تیمم کرنا درست ہے، زمین کی جنس میں سے ہونے والی اشیاء کی علامت یہ ہے کہ وہ جل کر راکھ نہ بنے اور نہ ہی جل کر نرم ہوں یا پگھل

---

[1] كما ذكره في الهدايه، كتاب الطهارات، فصل فى التيمم ص: 95/ ج/(1)/ ط۔ بشرى.

ومن لم يجد الماء وهو مسافراً وخارج المصر، بينه وبين المصر ميل أو اكثر يتيم بالصعيد...الخ.

جائیں ایسی چیز زمین کی جنس ہے اور اس پر تیمم کرنا درست ہے جیسے مٹی، ریت، ڈھیلہ، پتھر، چونا، سرمہ اور گرد وغبار وغیرہ۔

تیمم کرنے کا طریقہ:

دونوں ہاتھوں کی کہنیوں کو ننگا کر کے سب سے پہلے تیمم کی نیت کرے کہ میں ناپاکی کو دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں، پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو کشادہ کرتے ہوئے مٹی یا ریت وغیرہ پر مارے اور مٹی میں ہاتھوں کو تھوڑا سا آگے اور پھر پیچھے کی طرف کھینچے تاکہ ہاتھوں پر خوب مٹی لگ جائے پھر دونوں ہاتھ انہیں ہلکا سا آپس میں ٹکراتے ہوئے جھاڑے تاکہ زائد مٹی ہاتھوں سے گر جائے اور دونوں ہاتھوں کے ساتھ چہرے کا مسح اور اس طور پر کرے کہ کوئی بھی جگہ مسح سے خالی نہ رہے اور چہرے کا مسح ماتھے کی ابتداء سے لے کر تھوڑی کے نیچے تک اور دائیں کان کی لو سے لے کر بائیں کان کی لو تک مکمل چہرے پر ہوگا۔

اس کے بعد دوسری دفعہ اسی طرح مٹی میں ہاتھ مارے اور ہاتھوں کو تھوڑا سا آگے اور پھر پیچھے کی طرف حرکت دینے کے بعد ہاتھوں کو آپس میں ٹکراتے ہوئے جھاڑے اور اس کے بعد پہلے بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ کا مسح کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی اُنگلیوں سے مسح شروع کرتے ہوئے کہنی کے آخر تک لے جائے اور پھر کہنی سے واپس مسح کرتے ہوئے ہاتھ کی اُنگلیوں تک اس طرح واپس لائے کہ ہاتھ میں کوئی جگہ مسح کے بغیر نہ رہے پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر مسح کرے، اس طرح کرنے سے تیمم پورا ہو جائے گا جس کے بعد نماز وغیرہ ادا کرنا درست ہوگا۔

تیمم کے فرائض:

تیمم کے تین فرائض ہیں:

(۱) نیت کرنا (پاکی حاصل کرنے کی)

(۲) دونوں ہاتھ مٹی میں مار کر چہرے کا مسح کرنا۔

(۳) دونوں ہاتھ مٹی میں مار کر ہاتھ کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔ ❶

تیمم کی سنتیں:

تیمم کی سنتیں درج ذیل ہیں:

(۱) شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا۔

(۲) مٹی سے تیمم کرنا۔

(۳) ہاتھوں کے اندرونی حصہ کو زمین یعنی مٹی وغیرہ پر مارنا۔

(۴) زمین پر ہاتھ مارتے وقت اُنگلیوں کو کشادہ رکھنا۔

(۵) زمین پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کو تھوڑا سا آگے اور پھر پیچھے کرنا۔

(۶) زیادہ مٹی لگنے کی صورت میں دونوں ہاتھوں کو جھاڑنا اس طرح کی کہ ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ سے ٹکرائے۔

(۷) پہلے چہرے اور پھر ہاتھوں کا مسح کرنا۔

(۸) پے در پے کرنا، یعنی چہرے کے مسح کے فوراً بعد ہاتھوں کا مسح کرنا۔

(۹) چہرے کے مسح کے بعد ڈاڑھی کا خلال کرنا۔

تیمم کو توڑ دینے والی اشیاء:

جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے البتہ ان کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ایسی ہیں جن سے تیمم ختم ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) پانی کا دستیاب ہو جانا، یعنی اگر پانی نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو پانی ملتے ہی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

---

❶ كما ذكره في الهداية، فصل في التيمم، ص : 99۔ ج: (1) النية فرض في التيمم....الخ۔

كما ذكره في الهدايه ، غسل فى التيمم ،ص : 99/ج : (1) النية فرض فى التيمم....الخ۔

(۲) تیمم کا عذر ختم ہو جانا، جس عذر کی وجہ سے تیمم کیا ہو اگر وہ عذر نہ رہے تو تیمم ختم ہو جائے گا جیسے بیماری کی وجہ سے تیمم کیا تھا اور اب صحت یاب ہو گیا تو تیمم ختم ہو جائے گا۔ [1]

مسئلہ:

جس کو وضو کرنے کے لیے پانی اور تیمم کرنے کے لیے زمین کی جنس میں سے کوئی بھی چیز دستیاب نہ ہو مثلاً کسی نے اس کو شیشے کے کمرے میں قید کر دیا ہو ایسے شخص کے لیے حکم یہ ہے۔ کہ نماز کا وقت ہونے پر تشبہ بالمصلین کرے یعنی نمازیوں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے نماز کے افعال ادا کرے۔زبان سے کچھ نہ پڑھے بلکہ خاموشی سے نماز کے تمام افعال ادا کرے اور بعد میں جب اس کو موقع ملا طہارت حاصل کر کے اس نماز کی قضاء کرے۔

❁❁❁

---

[1] وينقض التيمم كل شي ينقض الوضو...وينقضه أيضارويه الماء إذا قدر على استعماله...الخ، كتاب الهدايه، كتاب الطهارات فصل في التيمم ، ص : 100/ ج:اول، ط۔ بشرى.

اَللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اَللّٰھُمَّ
بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاہِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

كِتَابُ الصَّلاة

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتٰبًا مَّوْقُوتًا

عثمانی

بیشک نماز مسلمانوں کے ذمہ ایک ایسا فریضہ ہے
جو وقت کا پابند ہے۔
(النساء:103)

نماز کے احکام

نماز ایک بدنی عبادت ہے جو مختلف افعال و اقوال پر مشتمل ہے جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے، ایمان کے بعد نماز عبادات میں سب سے زیادہ اہم عبادت ہے جسے دین کا ستون قرار دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے معراج کے موقع پر نماز کو فرض کیا جو اس کی عظمت و رفعت کی علامت ہے مؤمن کی نماز انتہائی اہم عبادت قرار دی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے نماز کے اہتمام اور اس کی حفاظت کرنے کا خاص طور پر حکم دیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝ ﴾

(البقرة: 238)

"تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو اور (خاص طور پر) بیچ کی نماز کا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔"

نماز نہ صرف ایک اہم دینی فریضہ ہے بلکہ نمازوں کا اہتمام باعث اجر و ثواب ہے جس پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں مؤمن کو انعامات سے نوازتے ہیں نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث میں نماز کی فضیلت کو بیان فرمایا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن أبي هريرة ، أن رسول الله ﷺ كان يقول : ((الصلوات الخمس ، والجمعة إلى الجمعة ورمضان إلى رمضان، مكفرات ما بينهن إذا اجتنب الكبائر)) [1]

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة، ورمضان إلى رمضان مكفرات لما بينهن ما اجتنبت الكبائر، رقم الحديث : (233) مكتبه : دارالاحياء التراث العربي : بيروت.

"حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ (ہر دن کی) پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی نمازیں اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کی نمازیں اس عرصے کے دوران ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں بشرطیکہ نمازی بڑے گناہوں سے بچتا ہو۔"

یعنی دو نمازوں کے دوران جتنے بھی صغیرہ گناہ ہوئے ہوں وہ ہر اگلی نماز سے معاف ہوجاتے ہیں البتہ گناہ کبیرہ معاف نہیں ہوتے بلکہ اس کے لیے سچے دل سے توبہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ:

((أرأيتم لو أن نهرا بباب أحدكم يغتسل فيه كل يوم خمسا ، ما تقول : ذلك يبقي من درنه)) قالوا : لايبقى من درنه شيئا ، قال : ((فذلك مثل الصلوات الخمس ، يمحو الله به الخطايا)) [1]

"مجھے بتاؤ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر ہو جس میں وہ ہر دن پانچ بار غسل کرتا ہو تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟ صحابہ نے (جواب دیتے ہوئے) عرض کیا کہ اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہے گا، اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا یہی مثال پانچ وقت کی نمازوں کی ہے کہ ان نمازوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹا دیتے ہیں (اور وہ گناہوں سے ایسے ہی پاک صاف ہوجاتا ہے جیسے کہ نہانے والے کے جسم سے میل کچیل ختم ہوجاتا ہے۔"

نماز کے بہت سے فضائل احادیث میں وارد ہیں آپ ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصلوة، باب الصلوات الخمس كفارة ، رقم الحديث : 112/1.

ٹھنڈک قرار دیا ہے اور آخر وقت تک نماز قائم کرنے کی تاکید فرمائی ہے، نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے اور بے حیائی اور فحش کاموں بلکہ ہر طرح کی برائی سے دور ہوتا ہے، نماز روحانی اطمینان اور سکون کا باعث ہے جس سے انسان کی روحانی ترقی ہوتی ہے اور بہت سی باطنی بیماریاں نماز سے ختم ہو جاتی ہیں۔

نماز کی تعداد اور اوقات:

اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فجر:

دن کی ابتداء میں پڑھی جانے والی نماز فجر کی نماز ہے اس کی کل چار رکعتیں ہیں جن میں سے پہلی دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہوتی ہے اور اس کے بعد دو رکعتیں فرض ہوتی ہے جو جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں، فجر کی نماز کا وقت صبح صادق طلوع ہو جانے سے شروع ہوتا ہے اور سورج طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

ظہر:

یہ دن میں پڑھی جانے والی دوسری نماز ہے اس کی کل دس رکعات ہیں جن میں سے پہلے چار رکعتیں سنت مؤکدہ پڑھی جاتی ہیں اس کے بعد چار رکعتیں فرض جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں اور اس کے بعد دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہوتی ہیں۔

ظہر کی نماز کا وقت زوال ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک رہتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کے زوال کے وقت کے سایہ کی مقدار سے مزید دوگنا بڑھ جائے۔ یعنی اگر ایک چیز کا سایہ زوال کے وقت مثلاً ایک فٹ ہے تو مزید دو فٹ سایہ بڑھ کر کل تین فٹ سایہ ہونے تک ظہر کا وقت رہے گا۔

جمعہ کے دن ظہر کی بجائے جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے اس کا وقت بھی یہی ہے جس میں ظہر کی نماز ادا کی جاتی ہے۔

عصر:

یہ دن میں پڑھی جانے والی تیسری نماز ہے، یہ چار رکعات فرض نماز ہوتی ہے اور اس کا وقت ظہر کے وقت ختم ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے اور سورج غروب ہونے تک رہتا ہے۔ یعنی جب ہر چیز کا سایہ اس کے عین زوال کے وقت ہونے والے سایہ سے مزید دو گنا ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور سورج غروب ہونے تک رہتا ہے۔

مغرب:

سورج غروب ہونے کے بعد اس نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور شفق ابیض کے غائب ہونے تک رہتا ہے یعنی سورج غروب ہونے کے بعد مغرب میں اُفق پر سرخی سی نمودار ہوتی ہے اور کچھ دیر کے بعد غائب ہوجاتی ہے اس کے بعد اُفق پر چاندنی سی آتی ہے اس چاندنی کے ختم ہونے تک مغرب کا وقت رہتا ہے۔

مغرب کی نماز میں کل پانچ رکعات ہیں جن میں سے پہلے تین رکعات فرض اور اس کے بعد دو رکعتیں سنت مؤکدہ ہوتی ہیں۔

عشاء:

یہ پانچویں نماز ہے جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے اس کی کل نو رکعات ہیں، جن میں سے پہلے چار رکعات فرض ہیں، اس کے بعد دو رکعتیں سنت، اور پھر تین رکعات وتر کی نماز ہے جو واجب ہے۔

عشاء کی نماز کا وقت مغرب کی نماز کا وقت ختم ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے اور اگلے دن کی صبح صادق طلوع ہونے تک رہتا ہے۔

جمعہ:

جمعہ کے دن ظہر کی چار رکعات فرض کی بجائے دو رکعات فرض نماز جماعت سے ادا کی جاتی ہیں یہ جمعہ کی نماز کہلاتی ہے البتہ نماز سے پہلے خطبہ بھی دیا جاتا ہے، یہ دو خطبے ہوتے ہیں جن میں پہلا خطبہ دینے کے بعد امام بیٹھ کر وقفہ کرتا ہے اور اس کے بعد دوبارہ کھڑے ہو کر

دوسرا خطبہ دیتا ہے دونوں خطبوں کا خاموشی سے سننا ضروری ہے یہ جمعہ کی نماز ہے جو دو رکعت فرض اور خطبہ پر مشتمل ہے البتہ جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعات سنت اور جمعہ کی نماز کے بعد چھ رکعات سنت نماز ادا کی جاتی ہے جن میں سے پہلے چار رکعات سنت مؤکدہ اور پھر دو رکعات سنت غیر مؤکدہ ہوتی ہیں۔

نماز کس پر فرض ہے؟

نماز ہر عاقل بالغ مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے البتہ جب عورت کو ماہواری (حیض) ہو یا نفاس (بچے کی پیدائش کے بعد آنے والا خون) ہو تو ان دو صورتوں میں عورت پر نماز فرض نہیں رہتی۔

چنانچہ غیر مسلم پر نماز فرض نہیں کیونکہ نماز فرض ہونے کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے، اسی طرح نابالغ بچے پر نماز فرض نہیں، غیر عاقل یعنی مجنون و پاگل پر نماز فرض نہیں، اسی طرح حیض اور نفاس والی عورت پر بھی (ان ایام میں) نماز فرض نہیں۔

ان لوگوں پر نماز فرض نہیں کیونکہ شریعت میں یہ لوگ بہت سارے احکام کے مکلف نہیں جن میں سے ایک حکم نماز کا بھی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((رفع القلم عن ثلاثة : عن النائم حتى يستيقظ ، وعن الصبي حتى يحتلم ، وعن المجنون حتى يعقل))[1]

"تین لوگوں سے قلم (مکلف ہونا) اُٹھا لیا گیا ہے (یعنی فرشتے ان کے گناہ نہیں لکھتے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے پابند نہیں، ان تین لوگوں میں سے پہلا) سویا ہوا شخص ہے جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے (دوسرا) نابالغ بچہ ہے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے، (تیسرا) مجنون یعنی پاگل ہے جب تک وہ عقل والا نہ

---

[1] سنن أبي داود ، كتاب الحدود، "باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا" رقم الحديث : (4403). ج : 4/ص : 140۔ مكتبه : المكتبة العصريه، صيدا، بيروت۔

ہو جائے (یعنی اس کا جنون ختم ہو جائے)۔"

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ سویا ہوا مرد اور عورت، نابالغ بچہ اور بچی اور پاگل و مجنون لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی حکم کے پابند نہیں اور ان سے سرزد ہونے والے گناہ معاف ہیں۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ:

عن معاذة، قالت: سألت عائشة فقلت: ما بال الحائض تقضي الصوم، ولا تقضي الصلاة. فقالت: أحرورية أنت؟ قلت: لست بحرورية، ولكني أسأل. قالت: كان يصيبنا ذلك، فنؤمر بقضاء الصوم، ولا نؤمر بقضاء الصلاة. ❶

حضرت معاذة نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حائضہ عورت کے متعلق کیا بات ہے کہ وہ روزے کی قضاء کرتی ہے اور نماز کی قضاء نہیں کرتی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ تم حروریہ تو نہیں؟ تو میں (یعنی معاذۃ) نے جواب دیا کہ میں حروریہ نہیں بلکہ میں سوال پوچھ رہی ہوں، ❷ (اس پر) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ ہم عورتوں کو (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں) حیض آتا تھا تو ہمیں روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، ج: 1/ص: 265، رقم الحديث: 335، ناشر: دار إحيا التراث العربي- بيروت.

❷ حروریہ یہ حرورہ کی طرف نسبت ہے حرورہ کوفہ کے قریب ایک گاؤں تھا جہاں خوارج کا فرقہ آباد تھا اس جگہ رہنے کی وجہ سے خوارج کو حروری یا حروریہ بھی کہا جاتا تھا یہ لوگ دین میں بہت زیادہ متشدد تھے، ان لوگوں کی غلط باتوں میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ یہ لوگ کہتے تھے کہ جس طرح حائضہ عورت حالت حیض میں چھوٹنے والے روزوں کی قضاء کرتی ہے اس طرح ایام حیض میں چھوٹنے والی نمازوں کی قضاء کرنا بھی حائضہ پر لازم ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت معاذۃ کو کہا کہ تم حروریہ ہو گیا؟ یعنی ایسا سوال تو حروریہ کرتی ہے۔

مطلب یہ کہ شرعی حکم یہی ہے کہ ہم مسلمان عورتوں کو اللہ کے نبی ﷺ نے حیض کی حالت میں چھوٹنے والے روزوں کی قضاء کا حکم دیا ہے جبکہ نمازوں کی قضاء کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ حالت حیض میں چھوٹ جانے والی نمازیں معاف کردی گئی ہیں۔

اس تفصیل کے باوجود یہ بات نہایت اہم ہے کہ بچوں پر اگرچہ نماز فرض نہیں لیکن نماز کی عادت ڈالنے اور نماز کا شوق دلانے کے لیے سات سال کی عمر ہونے پر ان کو نماز کی ترغیب دی جائے اور دس سال کی عمر میں ان کو نماز نہ پڑھنے پر ہاتھ سے مارا جائے نبی کریم ﷺ نے بھی اس بات کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مُرُوا أَولَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا ، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمُضَاجِعِ))[1]

"اپنی اولاد کو سات سال کی عمر ہونے پر نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر ہونے پر نماز نہ پڑھنے پر انہیں مارو اور ان کے سونے کے بستر ایک دوسرے سے لوگ کردو۔

مارنے سے مراد یہاں ہلکا پھلکا ہاتھ سے مارنا ہے لاٹھی وغیرہ کا استعمال کرنا بچوں پر جائز نہیں۔یعنی تادیباً سزا دینی ہے تعذیباً نہیں۔

نماز کے واجب ہونے کی شرطیں:

نماز فرض ہونے کی پانچ شرطیں ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) اسلام یعنی نماز ادا کرنے والا مسلمان ہو کافر پر نماز فرض نہیں۔آپ کو اللہ رب العزت نے اسلام کی دولت سے نوازا ہے لہٰذا نماز میں سستی نہ ہونے پائے۔

(۲) عاقل ہونا یعنی نماز ادا کرنے والے کی عقل کا صحیح ہونا چنانچہ مجنون و پاگل پر نماز فرض نہیں۔

---

[1] سنن أبي داؤد ، كتاب الصلوة، بَابُ مَتَى يُؤْمَرُ الْغُلَامُ بِالصَّلَاةِ ، رقم الحديث : 133/1.

(۳) بالغ ہونا، نابالغ پر نماز فرض نہیں۔

(۴) نماز سے مانع کسی شرعی عذر کا نہ ہونا، چنانچہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز فرض نہیں۔

(۵) وقت کا ملنا، یعنی نمازی کو اس نماز کا کم از کم اتنا وقت ملا ہو جس میں وہ طہارت حاصل کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکے، چنانچہ حیض اور نفاس سے پاک ہونے والی عورت اور اسی طرح اسلام قبول کرنے یا بے ہوشی کے ختم ہونے کے بعد اگر کم از کم اتنا وقت نمازی کو مل جائے جس میں وہ طہارت حاصل کر کے تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو اس پر اس وقت کی نماز فرض ہوگی اور نماز ادا نہ کرنے کی صورت میں اس کی قضا کرنا لازم ہوگا۔

نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں:

نماز صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں ان میں سے کسی شرط کے نہ ہونے کی وجہ سے نماز درست نہیں ہوگی۔

(۱) نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔

(۲) نمازی کے بدن کا نجاست حقیقی سے پاک ہونا، یعنی اس کے جسم پر کوئی نجاست اور گندگی نہ ہو۔

(۳) نمازی کے بدن کا نجاست حکمی سے پاک ہونا یعنی جنبی اور بغیر وضو کے نہ ہو، مطلب یہ کہ نمازی ایسی حالت میں نہ ہو جس میں اس پر غسل واجب ہو یا وضو کرنا ضروری ہو۔

(۴) نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا یعنی نماز جن کپڑوں میں ادا کر رہا ہے اس پر بھی کوئی نجاست اور گندگی نہ ہو۔

(۵) ستر چھپانا، یعنی جسم کا وہ حصہ جس کا چھپانا ہر حال میں فرض ہے وہ کسی پاک کپڑے سے چھپا ہوا ہو، مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں سمیت ہے جبکہ عورت کا تمام بدن ستر ہے سوائے دونوں ہاتھ کلائیوں تک، دونوں پیر اور چہرے کے۔

(۶) قبلہ رُو ہونا یہ بھی نماز کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے۔

(۷) نیت کرنا یعنی دل سے نماز پڑھنے کی نیت ہو کہ فرض پڑھتا ہوں یا نفل پڑھتا ہوں، دو رکعات یا چار رکعت، ادا یا قضاء ان امور کے بارے میں دل سے اس کی نیت ہو۔

(۸) وقت پہچاننا یعنی نمازی کو اس بات کا علم ہو کہ وہ کس وقت کی نماز ادا کر رہا ہے، البتہ نوافل میں یہ شرط نہیں سوائے اوقات مکروہ کے جب چاہے پڑھ سکتا ہے۔

(۹) نماز کے وقت کا داخل ہونا، یعنی فرض نماز کی ادائیگی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جو نماز ادا کر رہا ہو اس کا وقت داخل ہو چکا ہو اور ابھی اس کا وقت ختم بھی نہ ہوا ہو، مثلاً اگر اس نے ظہر کی ادا نماز پڑھنی ہے تو اس کے لیے ظہر کا وقت ہونا ضروری ہے۔ [1]

ارکان نماز:

وہ امور جن پر نماز مشتمل ہوتی ہے اور جن میں سے کسی ایک کے رہ جانے سے نماز نہیں ہوتی ارکان نماز کہلاتے ہیں ان کو نماز کے فرائض بھی کہا جاتا ہے وہ امور درج ذیل ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کہنا، یعنی قیام کی حالت میں ایسے الفاظ سے نماز کی ابتداء کرنا جو خالص اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی پر دلالت کریں جیسے اللہ اکبر۔

(۲) قیام کرنا یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں کھڑا ہونا۔

(۳) قراءت کرنا، یعنی قرآن کریم کا کچھ حصہ قیام کی حالت میں پڑھنا جو کم از کم تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت پر مشتمل ہو۔ اگر وہ اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اگر جماعت کے ساتھ امام کی اقتداء میں ہو تو پھر قراءت نہیں کرے گا۔

(۴) رکوع کرنا، یعنی ہر رکعت میں ایک رکوع کرنا فرض ہے۔

---

[1] كما ذكره في الهدايه ـ كتاب الصلاة، باب شروط التي تتقدمها/ ج:(1)، ص: 45 ـ ط: دارالاحياء التراث.
(يجب على المصلي أن يقدم الطهارة من الأحداث والأنجاس على ماقدمناه... (ويستر عورته)..الخ وينوي الصلاة التي يدخل فيها بنية لايفصل بينها وبين التحريمة بعمل...الخ.

(۵) ہر رکعت کے دو سجدے، ہر رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں اور یہ دونوں سجدے فرض ہیں البتہ دونوں سجدوں کو یکے بعد دیگرے ایک ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔

(۶) آخری قعدے میں تشہد کی مقدار بیٹھنا یعنی اتنی دیر بیٹھنا جس میں تشہد پڑھا جا سکے۔ [1]

نماز کے واجبات:

نماز کے واجبات سے مراد وہ امور ہیں جن کے بھول کر چھوٹنے کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوتا ہے اور سجدہ سہو ادا کرنے سے نماز درست ہوجاتی ہے لیکن اگر سجدہ سہو نہ کیا جائے یا کسی واجب کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا جائے تو ایسی صورت میں نماز دوہرانا واجب ہوتا ہے اور نہ دہرانے کی وجہ سے نمازی گنہگار ہوگا اور نماز ادا نہیں ہوگی، نماز میں بہت سے واجبات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کو اللہ اکبر کے لفظ سے ادا کرنا، چنانچہ اگر تکبیر تحریمہ کے لیے کوئی دوسرا ایسا صیغہ استعمال کیا جو خالص اللہ کی تعظیم پر مشتمل ہو جیسے اللہ اعظم، اللہ کریم وغیرہ تو اس سے تکبیر تحریمہ کا فرض تو ادا ہو جائے گا لیکن واجب چھوٹ جائے گا اور نماز میں نقص واقع ہوگا۔

(۲) فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں کو قراءت کے لیے مقرر کرنا، یعنی فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا واجب ہے اس لیے تیسری اور چوتھی رکعت کی بجائے پہلی دو رکعتوں میں قراءت کی جائے چنانچہ اگر کسی نے پہلی دونوں رکعتوں میں یا کسی ایک رکعت میں قرأت چھوڑ کر آخری دو رکعتوں میں قرأت کی تو واجب چھوٹنے کی وجہ سے نماز میں کمی واقع ہو جائے گی نیز فرض نماز کے علاوہ باقی تمام نمازوں کی ہر ہر رکعت میں قراءت کرنا فرض ہے جیسے وتر، سنتیں اور نوافل۔

---

[1] كما ذكره في الهدايه : كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة ، ج: اول ، ص47/ط، دارالاحياء تراث، باب صفة الصلاة (فرائض الصلاة سنة (التحريمه) لقوله تعالى، (وربك فكبر)...والقراءه ... تعالى (فاقرأ فاقرا وماتيسر من القرآن) ....الخ.

(۳) فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور اسی طرح بقیہ تمام نمازوں (واجب، سنت اور نفل) کی ہر ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا بھی واجب ہے۔

(۴) فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور بقیہ تمام نمازوں کی ہر ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورۃ، ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیات ملا کر قراءت کرنا۔

(۵) قراءت میں سورۃ فاتحہ کو پہلے پڑھنا اور اس کے بعد سورت، ایک بڑی آیت یا چھوٹی تین آیات کا سورۃ فاتحہ کے ساتھ ملا کر پڑھنا۔

(۶) قومہ کرنا یعنی رکوع سے فارغ ہو کر سیدھا کھڑا ہونا۔ بعض لوگ سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی سجدہ چلے جاتے ہیں یہ درست نہیں یہ نماز میں نقص ہے۔

(۷) جلسہ کرنا، یعنی دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا۔ بعض لوگ ایک سجدے سے سیدھا اُٹھنے سے پہلے ہی دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں یہ بھی درست نہیں ایسا کرنے سجدہ سہو لازم ہوگا۔

(۸) دونوں سجدوں کو یکے بعد دیگرے بلا تاخیر ادا کرنا چنانچہ اگر کسی نے ایک رکعت میں ایک سجدہ کیا اور دوسرا سجدہ چھوڑ کر آخر میں ادا کیا تو واجب چھوٹ گیا جس کا تدارک سجدہ سہو سے کیا جائے گا۔

(۹) ہر رکعت کے بعد اگلی رکعت کو بلا تاخیر ادا کرنا چنانچہ اگر پہلی رکعت پوری کرنے کے بعد غلطی سے تشہد پڑھنے بیٹھ گیا تو دوسری رکعت کی فوری ادائیگی میں تاخیر ہوگئی اور واجب چھوٹ گیا اس لیے سجدہ سہو لازم ہوگا۔

(۱۰) تعدیل ارکان یعنی ہر ہر رکن اور قومہ وجلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا اور ان میں اتنا ٹھہرنا کہ بدن کا ہر ہر جوڑ اپنی جگہ پر کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کے برابر ٹھہر جائے۔

(۱۱) پہلا قعدہ کرنا، یعنی تین اور چار رکعات والی نماز میں دو رکعتوں کے بعد بیٹھنا۔

(۱۲) پہلے اور دوسرے دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا۔

(۱۳) نماز کو سلام کے لفظ کے ساتھ ختم کرنا یعنی دونوں طرف سلام پھیرتے ہوئے کم از کم السلام کہنا واجب ہے علیکم کا لفظ کہنا واجب نہیں بلکہ مسنون ہے۔

(۱۴) نماز وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی تکبیر کہنا۔

(۱۵) نماز وتر میں دعائے قنوت کا پڑھنا۔

(۱۶) عیدین کی نمازوں میں چھ زائد تکبیرات کہنا عیدین کی دوسری رکعت کی رکوع کی تکبیر کہنا بھی واجب ہے۔

(۱۷) امام کا جہری نمازوں میں جہر کے مقامات پر جہر کرنا اور سری نمازوں میں اخفاء کرنا، چنانچہ فجر، جمعہ اور عیدین کی دونوں رکعتوں میں، مغرب اور عشاء کی پہلی دونوں رکعتوں میں امام جہراً (بآواز بلند) قراءت کرے جب کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام سراً (آہستہ) قراءت کرے۔

(۱۸) ہر فرض اور واجب کو اس کے محل میں بلا تاخیر ادا کرنا یعنی فرض کے بعد فرض، واجب کے بعد واجب، فرض کے بعد واجب کو بلا تاخیر اس کے محل میں ادا کرنا، چنانچہ سورہ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد فوراً رکوع کرنا واجب ہے پس اگر کوئی شخص سورت پڑھنے کے بعد خاموش کھڑا ہو کر سوچتا رہا اور ایک رکن کی مقدار کے برابر تاخیر کر کے رکوع میں گیا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوگا کیونکہ اس نے ایک فرض (قرأت) کے بعد دوسرے فرض (رکوع) کی ادائیگی میں تاخیر کر دی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملانے سے پہلے سوچنے لگ گیا اور ایک رکن کی تاخیر کے بعد سورت ملائی تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے گا کیونکہ اس نے واجب کی ادائیگی (یعنی سورت فاتحہ کے بعد فوراً سورت ملانے) میں تاخیر کر دی۔

(۱۹) جماعت کی نماز میں امام کی اتباع کرنا۔ ہر رکن امام کی اقتداء ہی میں ادا کرنا، امام سے سبقت لے جانا جائز نہیں۔

یہ نماز کے مشہور واجبات ہیں اور جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا کہ نماز میں اگر کوئی واجب غلطی

سے بھول کر چھوٹ جائے تو نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرنے سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور نماز درست ہو جاتی ہے لیکن اگر آخر میں سجدہ سہو نہیں کیا یا کسی نے جان بوجھ کر خود کوئی واجب چھوڑ دیا تو ایسی صورت میں وہ نماز ناقص ہوگی اور اس کو دوبارہ ادا کرنا واجب ہوگا اگر دوبارہ ادا نہیں کیا تو گنہگار رہوگا۔ [1]

نماز کی سنتیں:

جو چیزیں نبی کریم ﷺ سے نماز میں ثابت ہیں لیکن ان کی تاکید فرض اور واجب کی طرح نہیں وہ سنت کہلاتی ہیں نماز میں سنت کا چھوڑنا بُرا ہے سنت چھوڑنے کی وجہ سے اگرچہ سجدہ سہو وغیرہ لازم نہیں ہوتا البتہ نماز کے ثواب میں کمی آتی ہے اور نماز بھی ثواب میں کمی کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے، ایک مسلمان کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اعمال سے محبت نہ کرے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی کمال تھا کہ وہ چھوٹی سی سنت کو بھی ترک کرنا روا نہیں رکھتے تھے وہ تو ادائیگی میں سنت کو فرض سمجھ کر ہی ادا کرتے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی تمام مسنون اعمال سے کامل محبت ہونی چاہیے تاکہ ان اعمال کی ادائیگی سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرب مضبوط ہو نماز میں مشہور سنتیں درج ذیل ہیں۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اس طرح اُٹھانا کہ ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کے لو کے مقابل ہوں اور اُنگلیاں کانوں کے کناروں کے مدمقابل ہوں۔

(۲) دونوں ہاتھ اُٹھاتے وقت ہاتھوں کی اُنگلیوں کو اپنے حال پر کھلا رکھنا کہ نہ تو آپس میں بہت زیادہ جڑی ہوں اور نہ بہت زیادہ کھلی ہوں۔

(۳) ہاتھ اُٹھاتے وقت اُنگلیوں اور ہتھیلیوں کو قبلہ رُو رکھنا۔ اس سنت میں لوگ بہت بے احتیاطی کرتے ہیں۔

---

[1] كما ذكره في الهدايه ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة، ج :01 ،ص : 47/ ط: "داراحياء التراث" قال (وماسوى ذلك فهو سنة) أطلق اسم السنة وفيها واجبات كقراء ة الفاتحة وضم السورة إليها ومراعاة الترتيب...الخ.

(۴) تکبیر کہتے وقت سر کو نہ جھکانا بلکہ سیدھا رکھنا۔ اس میں لوگ بہت سستی کرتے ہیں سر جھکا کر تکبیر تحریمہ کہتے ہیں۔

(۵) تکبیر تحریمہ کے بعد دونوں ہاتھوں کو ناف پر اس طرح باندھنا کہ بایاں ہاتھ نیچے اور دایاں ہاتھ اوپر رہے۔

(۶) پہلی رکعت کے شروع میں ثناء پڑھنا، ثناء کے کلمات یہ ہیں:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ ، وَتَعَالَى جَدُّكَ ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ))

اس کے علاوہ بھی کلمات احادیث مبارکہ میں آئے ہیں انہیں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

(۷) پہلی رکعت میں قراءت کے لیے تعوذ یعنی أعوذ باللّٰه من الشیطٰن الرجیم۔ پڑھنا۔

(۸) ہر رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے تسمیہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔

(۹) فرض نماز کی تیسری اور چوتھی تکبیر میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

(۱۰) سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا۔

(۱۱) ثناء، تعوذ یعنی اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ تسمیہ یعنی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۔ اور آمین تینوں کو سراً یعنی آہستہ آواز سے پڑھنا۔

(۱۲) سنت کے مطابق قراءت کرنا یعنی جس نماز میں جتنی مقدار میں قرآن پڑھنا سنت ہے اسی کے مطابق پڑھنا۔

(۱۳) رکوع اور سجدے میں تین تین بار تسبیح پڑھنا۔

(۱۴) رکوع میں سر، پیٹھ اور سرین کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا اور دونوں ہاتھوں کی کھلی اُنگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔

(۱۵) قومہ (رکوع سے اُٹھنے کی حالت) میں امام کا سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنا

اور مقتدی کا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْد کہنا اور منفرد یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے دونوں کا کہنا۔

(۱۶) سجدہ آٹھ اعضاء پر کرنا، یعنی سجدے میں آٹھ اعضاء زمین پر ٹیکنا وہ آٹھ اعضاء یہ ہیں، دونوں گھٹنے، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں کے پنجے اور پیشانی وناک)

(۱۷) سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے، پھر دونوں ہاتھ، پھر ناک اور آخر میں پیشانی ٹیکنا، جبکہ سجدے سے اُٹھتے وقت اس کے بالکل برعکس کرنا یعنی پہلے پیشانی پھر ناک اس کے بعد دونوں ہاتھ اور آخر میں دونوں گھٹنے اُٹھانا۔

(۱۸) سجدے کی حالت میں کہنیاں زمین سے اُونچی رکھنا اور زمین پر نہ بچھانا نیز پیٹ کو رانوں سے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھنا۔

(۱۹) ہر دوسری رکعت کے لیے اُٹھتے وقت زمین یا کسی دوسری چیز کا سہارا لیے بغیر اُٹھنا۔ (اگر عذر ہو تو سہارا لے سکتا ہے)۔

(۲۰) جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دایاں پاؤں اس طرح کھڑا کرنا کہ اس کی اُنگلیوں کا رُخ قبلہ کی جانب ہو اور دونوں ہاتھوں کو رانوں پر گھٹنوں کی جانب اس طرح رکھنا کہ اُنگلیوں کے سرے گھٹنوں کے پاس ہوں۔

(۲۱) تشہد میں أشهد أن لَااِلٰه الا الله پر شہادت کی اُنگلی اُٹھا کر اشارہ کرنا اور الا الله پر اُنگلی گرا دینا۔

(۲۲) قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود ابراہیمی پڑھنا۔

(۲۳) درودِ ابراہیمی کے بعد دعا پڑھنا۔

(۲۴) پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

(۲۵) تکبیرات انتقالات یعنی ایک رُکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہونے والے اذکار کا پڑھنا۔

(۲۶) امام کا تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالات اور سلام بلند آواز سے کہنا تاکہ مقتدی سن کر اس کی اتباع کر سکیں۔

یہ کچھ سنتیں ہم نے ذکر کی ہیں، نماز کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے علماء سے رجوع رکھیں اور اس عنوان پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ علماء کے مشورے سے کریں۔ [1]

نماز کے مستحبات:

(۱) نمازی کا قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر، رکوع میں پاؤں کے ظاہر پر، سجدے میں ناک کی نوک پر اور قعدہ کی حالت میں گود پر، دائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے دائیں کندھے اور بائیں طرف سلام پھیرتے ہوئے بائیں کندھے پر نظر رکھنا۔

(۲) تکبیر تحریمہ کے وقت عذر نہ ہونے کی صورت میں دونوں ہاتھوں کو چادر اور آستین وغیرہ سے نکال کر اُٹھانا۔

(۳) منفرد (اکیلے نماز پڑھنے والے) کا رکوع اور سجدے کی تکبیرات تین سے زیادہ مرتبہ طاق عدد میں کہنا۔

(۴) جمائی آنے پر حتی الامکان اسے منہ سے روکنا اور اگر نہ رُکے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر منہ کو ڈھانپ لینا، حالت قیام میں دایاں ہاتھ دوسری حالتوں میں بایاں ہاتھ پشت کی جانب سے رکھا جائے۔

(۵) کھانسی کو حتی الامکان روکنا۔

(۶) اقامت میں حی علی الفلاح ہونے پر جماعت کے لیے کھڑا ہونا۔

(۷) امام کا قد قامت الصلوۃ پر نماز کو شروع کر دینا۔

(۸) حالت قیام میں دونوں پاؤں کے درمیان کم از کم چار اُنگلیوں کا فاصلہ رکھنا۔

(۹) ہر قعدے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول تشہد پڑھنا۔

---

[1] كما ذكره في الهدايه ـ كتاب الصلاة، باب في صفة الصلاة، ج : اول، ص: 48ـ ط : دارالاحياء التراث.

(۱۰) دعائے قنوت میں خاص اس دعا کو پڑھنا: اللھم انا نستعینک ...الخ۔

نماز ادا کرنے کا مکمل طریقہ

اکیلے فرض نماز پڑھنے کا مکمل طریقہ:

نماز صحیح ہونے کی تمام شرائط ملحوظ رکھ کر سب سے پہلے نمازی قبلہ رُو ہو اور سر جھکائے بغیر سیدھا کھڑا ہو اور دونوں پاؤں کے درمیان چار اُنگلیوں کے برابر فاصلہ رکھے، اگر ہاتھ کسی چادر یا آستین میں چھپے ہوئے ہوں تو اس کو باہر نکالے اور پھر دل سے نماز کی نیت کرے کہ فلاں نماز ادا کرتا ہوں اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بھی بہتر ہے، مثلاً ظہر کی نماز ہو تو یوں کہے کہ آج کی ظہر کی نماز اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ادا کرتا ہوں اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اُٹھائے کہ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں اور اُنگلیوں کے سرے کانوں کے کناروں کے مقابل ہوں اور ہتھیلیوں اور اُنگلیوں کا رُخ قبلے کی جانب ہو اور اُنگلیوں کی اپنی اصل حالت پر کھلا رکھے کہ نہ بہت زیادہ آپس میں جڑی ہوئی ہوں اور نہ ہی بہت زیادہ کھلی ہوں بلکہ اپنی حالت پر ہوں، ہاتھ اُٹھانے کے بعد زبان سے اللہ اکبر کا تلفظ کرے اور اس کے بعد دونوں ہاتھ ناف پہ باندھے، ہاتھ باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بایاں ہاتھ نیچے ہو اور دایاں ہاتھ اوپر ہو اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت یعنی کلائی کے جوڑ پر رکھ کر دائیں ہاتھ کی چھنگلیا یعنی چھوٹی اُنگلی اور انگھوٹے سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ کر حلقہ بنائے اور باقی تین اُنگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی کی پشت پر رکھ دے اور نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھے۔

اس کے بعد سراً یعنی آہستہ آواز میں ثناء پڑھے، ثناء کے کلمات یہ ہیں:

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ، وَتَعَالٰى جَدُّكَ، وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ))

اس کے بعد آہستہ آواز میں:

"اَعُوذُ بِاللّٰہِ من الشیطان الرجیم"

پڑھے اور پھر آہستہ آواز میں: "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ" پڑھے اور پھر سورۃ فاتحہ یعنی یہ کلمات پڑھے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ؕ﴿۴﴾ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ﴿۷﴾ ﴾

اس کے بعد آہستہ آواز سے آمین کہے اور پھر قرآن کریم کی کوئی سورت یا کوئی سی تین آیات پڑھے اگر کوئی سورت شروع سے پڑھے تو اس سے پہلے "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ" بھی پڑھے کیونکہ یہ مستحب ہے مثلاً اس کے بعد سورۃ الاخلاص پڑھے تو اس سے پہلے بسم اللہ بھی ملاتے ہوئے یوں پڑھے: "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ" ﴿ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ۬ وَ لَمْ یُوْلَدْ ۙ﴿۳﴾ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ﴿۴﴾ ﴾ سورۃ یا تین آیات ملانے کے بعد بغیر کسی تاخیر کے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے، رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھ کر اس سے دونوں گھٹنوں کو پکڑے اور اپنے ہاتھوں کو بالکل سیدھا رکھ کے بغیر خم کے اس سے گھٹنوں پر سہارا لے اور اپنی سرین، پیٹھ اور سر کو سیدھا کر کے ایک سیدھ میں رکھے اور نظریں پاؤں کی پشت پر رکھے، رکوع خوب اطمینان سے کرے اور اس میں تسبیح یعنی "سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم" کم از کم تین بار کہے، پھر رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہُ" کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے اور اپنی دونوں ہاتھوں کو لٹکائے چھوڑے باندھے نہیں اس کھڑے ہونے کی حالت کو قومہ کہتے ہیں اس میں بھی خوب اطمینان سے کھڑا ہو تو قومہ میں اللھم رَبَّنَا لَکَ الحَمْدُ یا رَبَّنَالَکَ الحَمْدُ کہے، (اس کے علاوہ بھی مسنون دعائیں ہیں اللہ توفیق مرحمت فرمائیں تو انہیں بھی یاد کریں اور نماز میں پڑھیں، اس سے ان شاء اللہ خشوع و خضوع میں اضافہ ہوگا وہ قرب الٰہی اور محبت نبوی ﷺ حاصل ہوگی جو نماز کا اصل مقصد ہے۔) اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے

سجدے میں چلا جائے تکبیر کی ابتداء جھکنے سے کرے اور سجدہ میں پہنچنے تک ختم کرے، سجدے میں جاتے وقت اس طرح نہ جھکے جیسے رکوع کے لیے جھکتے ہیں بلکہ اوپر والا دھڑ (یعنی جسم کا اوپر والا حصہ جو کمر سے سر تک ہے اس کو) سیدھا رکھے اور پاؤں کی طرف سے جھکتے ہوئے پہلے گھٹنے زمین پر ٹیکے اور اس کے بعد والا اوپر والا دھڑ جھکا کر سجدے میں چلا جائے، سجدہ کرنے والے اعضاء میں سب سے پہلے زمین پر گھٹنے رکھے، اس کے بعد دونوں ہاتھ رکھے پھر ناک اور پھر پیشانی رکھے اور سجدہ ایسے کرے کہ دونوں ہاتھوں کے درمیان سر ہو، سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں سے، کہنیوں کو زمین سے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھ کر سجدہ کرے اور خوب اطمینان سے سجدہ کرتے ہوئے سجدے کی تسبیح یعنی "سُبحَانَ رَبِّيَ الأعلى "کم از کم تین بار کہے اور اپنی نظریں ناک کے کنارے پر رکھے، پھر تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اُٹھ کر جلسہ میں بیٹھ جائے، سجدے سے اُٹھتے وقت سب سے پہلے پیشانی اُٹھائے اس کے بعد ناک، پھر دونوں ہاتھ اُٹھائے جلسہ میں اطمینان سے بیٹھے، اور بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اور دائیں پاؤں کو کھڑا رکھے اور اس کی اُنگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے اور دونوں ہاتھ رانوں پر اس طرح رکھے کہ ہاتھوں کی اُنگلیاں گھٹنوں کے قریب ہوں اور نظر گود میں رکھے یہاں پر مسنون دعائیں پڑھے ،احادیث مبارکہ میں یہ الفاظ منقول ہیں : ((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَاجْبُرْنِيْ)) اس کے بعد دوبارہ تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں چلا جائے اور بالکل پہلے سجدے کی طرح دوسرا سجدہ ادا کرے اور اس کے بعد دوسری رکعت کے لیے تکبیر کہتے ہوئے پاؤں کے سینے یعنی اگلے حصے کے بل سیدھا کھڑا ہو اور اُٹھتے وقت زمین پر ہاتھوں سے یا کسی اور چیز کا سہارا نہ لیا جائے۔

اب دوسری رکعت شروع ہو گئی دوسری رکعت میں اُٹھنے کے بعد سب سے پہلے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " پڑھے اور اس کے بعد دوسری رکعت اسی طرح ادا کرے جیسے پہلی رکعت ادا کی تھی البتہ دوسری رکعت میں دو سجدے کرنے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے اور

بیٹھنے کا طریقہ وہی ہوگا جو جلسہ میں بیٹھنے کا طریقہ ہے جو اوپر بیان ہو چکا، جلسہ میں بیٹھ کر تشہد پڑھے، تشہد کے کلمات یہ ہیں: ((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ)) تشہد پڑھتے وقت جب " اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ " پر پہنچے تو دائیں ہاتھ کو اپنی جگہ یعنی ران پر رکھتے ہوئے شہادت کی اُنگلی اُٹھا کر اشارہ کرے اور " اِلَّا اللّٰهُ " پر اُنگلی گرادے، تشہد پورا کرنے کے بعد تکبیر یعنی اللہ اکبر کہتے ہوئے فوراً اسی طرح سیدھا کھڑا ہو جائے جیسے دوسری رکعت میں کھڑا ہوا تھا۔

تیسری اور چوتھی رکعت میں کھڑے ہو کر سب سے پہلے " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " پڑھے اور اس کے بعد سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع میں چلا جائے اور بقیہ رکعت اسی طرح پوری کرے جیسے پہلی رکعت ادا کی تھی، چوتھی رکعت میں دونوں سجدے ادا کرنے کے بعد قعدہ میں بیٹھ جائے جس کی کیفیت اوپر بیان ہو چکی یہ آخری قعدہ کہلاتا ہے اس میں بھی پہلے قعدہ (دو رکعت کے بعد جو قعدہ ہوا تھا) کی طرح تشہد پورا کرے، اس کے بعد درود ابراہیمی پڑھے جس کے الفاظ یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ـ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

درود پڑھنے کے بعد کوئی بھی مسنون دعا پڑھے جیسے:

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

"رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ"

دعا کے بعد پہلے دائیں طرف منہ پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ کہہ کر سلام پھیرے اور نظریں دائیں کندھے پر رکھے اور پھر اسی طرح بائیں طرف منہ پھیرتے ہوئے السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ کہے اور بائیں کندھے پر نظر رکھے دوسرا سلام پھیرنے کے بعد نماز مکمل ہوگئی۔

نوٹ:

اگر نماز دو رکعت ولی ہو جیسے فجر کی نماز تو اس میں دوسری رکعت میں قعدہ کر کے تشہد، درود شریف اور دعا پڑھنے کے بعد دائیں اور بائیں سلام پھیر دیا جائے اور اگر تین رکعت والی نماز ہو جیسے مغرب کی نماز تو اس میں تیسری رکعت میں دوسرا قعدہ میں بیٹھ جائیں اور تشہد، درود و دعا کے بعد دونوں جانب دائیں اور بائیں طرف سلام پھیر کر نماز مکمل کی جائے۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ:

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا طریقہ بھی اسی طرح ہے جو اکیلے نماز پڑھنے کا طریقہ ہے البتہ تھوڑا سا فرق یہ ہے کہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا (مقتدی) امام کی اقتداء کی نیت بھی کرے گا اور نماز شروع ہونے کے بعد امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت ملا کے نہیں پڑھے گا بلکہ خاموش کھڑا رہے گا، اسی طرح رکوع سے اُٹھتے وقت مقتدی "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" نہیں کہے گا بس ان کے علاوہ جتنے بھی اذکار اور تکبیرات وغیرہ ہیں وہ سب مقتدی پڑھے گا۔

اگر کوئی شخص امام بن جائے تو اس کے لیے بھی نماز کا طریقہ وہی ہے جو اوپر تفصیل سے بیان ہوا ہے البتہ صرف اتنا فرق ہے کہ امام نماز میں "ربنا لك الحمد" نہ پڑھے باقی نماز اسی طرح ادا کرے جس کا طریقہ اوپر بیان ہوا البتہ سری نمازوں یعنی جن میں آہستہ آواز سے قراءت ہوتی ہے جیسے ظہر اور عصر کی نماز ان میں امام آہستہ آواز سے قرأت (سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کوئی سورت یا قرآنی آیات) پڑھے گا اور جہری نمازوں جیسے فجر، مغرب، عشاء، جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں قرأت (سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ مزید کوئی سورت یا قرآنی

آیات ملاکر) اونچی آواز سے کرے گا نیز امام تکبیر تحریمہ، نماز کا سلام اور تکبیرات انتقالات یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونے کے اذکار و تکبیرات اتنی اُونچی آواز سے کہے تاکہ مقتدی امام کی آواز سن کر اس کی اتباع کر سکیں۔

چار رکعت فرض نماز کے علاوہ دیگر نمازیں:

دو رکعت فرض، سنت او نوافل کا طریقہ بھی اسی طرح ہے جو اوپر تفصیل سے بیان ہوا البتہ ان میں دوسری رکعت پر قعدہ کرنے کے بعد تشہد، درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرنے سے نماز مکمل ہو جائے گی، چار رکعت سنت نماز، اور دو سے زیادہ رکعات کے نوافل میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت ملانا دونوں ضروری ہیں نوافل و سنن کے تیسری اور چوتھی رکعات میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا کافی نہیں ورنہ نماز واجب الاعادہ رہے گی اور نماز ناقص چھوڑ دینے کا گناہ ہوگا۔

مسئلہ:

اگر کوئی شخص دو سے زیادہ رکعات نفل کی نیت سے نماز پڑھنا چاہے تو یہ جائز ہے البتہ اس کے لیے ضروری ہوگا کہ ہر دو رکعت کے بعد بیٹھ کر قعدہ کرے اور اس میں تشہد پڑھے کیونکہ نوافل کی نماز میں دو رکعات مستقل الگ نماز کی حیثیت رکھتی ہیں جس میں ہر دو رکعت پر بیٹھ کر قعدہ کرنا فرض ہے۔

مسئلہ:

یہ جو نماز کا طریقہ تحریر کیا گیا ہے یہ ایک صحت مند تندرست آدمی کے لیے ہے اگر نمازی کو کوئی عذر ہو تو وہ اپنی سہولت کے لیے ارکان میں تبدیلی کر سکتا ہے مثلاً سجدے جاتے ہوئے پہلے ہاتھ اور پھر گھٹنے ٹیکے ایسے ہی تشہد میں اس حالت میں بیٹھنا دشوار ہو گھٹنوں کی درد کی وجہ سے تو وہ اپنی سہولت کے مطابق تشہد میں بیٹھ سکتا ہے۔

نماز کے مکروہات:

وہ باتیں جن سے نماز میں کمی واقع ہوتی ہے اور نماز کا ثواب کم ہو جاتا ہے مکروہات

کہلاتی ہیں ان باتوں سے نماز میں منع کیا گیا ہے وہ باتیں درج ذیل ہیں:

(۱) کوئی بھی ایسا فعل اور عمل جو نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹائے مکروہ ہے۔

(۲) نماز کے دوران بدن، کپڑوں یا ڈاڑھی وغیرہ سے کھیلنا۔

(۳) نماز میں دائیں بائیں یا اوپر دیکھنا۔

(۴) کولہوں، کمر یا سرین پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا۔

(۵) کپڑے سمیٹنا۔

(۶) سر یا کندھوں پر کوئی کپڑا یا چادر وغیرہ اس طرح لٹکانا کہ اس کے دونوں کنارے لٹکے رہیں۔

(۷) آستین چڑھائے رکھنا۔

(۸) اُنگلیاں چٹخانا۔

(۹) پیشاب پاخانہ کی حاجت کے وقت حاجت دبائے رکھ کر نماز ادا کرنا۔

(۱۰) قعدہ یا جلسہ میں سینے کو گھٹنوں سے لگانا۔

(۱۱) منہ اور ناک کو کسی چیز چادر وغیرہ سے چھپانا۔

(۱۲) بلاوجہ کھانسنا یا کھنکھارنا۔

(۱۳) کسی کے منہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنا۔

(۱۴) جاندار کی تصویر والا لباس پہن کر نماز پڑھنا۔

(۱۵) پگڑی اور عمامہ اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سر ننگا ہو۔

(۱۶) قیام کے علاوہ کسی اور مقام پر قرأت کرنا۔

(۱۷) قراءت کرتے کرتے رکوع میں جا کر قراءت ختم کرنا۔

(۱۸) صرف ایک کپڑے، شلوار یا چادر میں نماز پڑھنا۔

(۱۹) امام سے پہلے رکوع یا سجدے میں جانا یا ان سے اُٹھنا۔

(۲۰) چلتے چلتے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز میں شامل ہونا۔

(۲۱) امام کا کسی آنے والے کی وجہ سے نماز کو بلاوجہ لمبا کرنا۔

(۲۲) بلاعذر قبر کے سامنے نماز پڑھنا۔

(۲۳) غصب کی ہوئی جگہ پر نماز پڑھنا یا غیر کی مملوکہ زمین میں اس کے منع کرنے کے باوجود نماز پڑھنا۔

(۲۴) کپڑے اُلٹے پہن کر نماز پڑھنا۔

(۲۵) جبہ یا کسی دوسرے لباس کے بٹن کھول کر نماز پڑھنا جبکہ بٹن کھولنے سے نمازی کو اپنا ستر نظر آتا ہو۔

(۲۶) اپنے آپ کو کپڑے یا چادر وغیرہ میں سر سے پاؤں تک اس طرح لپیٹنا کہ نمازی کے دونوں ہاتھ اندر بند ہو جائیں اور باہر نہ نکل سکیں۔

(۲۷) سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

(۲۸) کام کاج والے گندے کپڑوں میں نماز پڑھنا۔

(۲۹) عمامہ یعنی پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنا اور پیشانی نہ رکھنا۔

(۳۰) دوران نماز دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالنا۔

(۳۱) نماز میں انگڑائی لینا۔

(۳۲) بلاوجہ آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا۔

(۳۳) نماز میں تھوکنا اور ناک سنکنا مکروہ ہے۔

(۳۴) جلسہ یا قعدہ میں اقعاء کرنا یعنی کتے کی طرح بیٹھنا، اقعاء کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ سرین زمین پر رکھے اور دونوں گھٹنے کھڑے کر کے سینے سے لگائے رکھے اور ران پیٹ سے جوڑے رکھے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے ایڑھیوں پر بیٹھنا اور ہاتھ آگے زمین پر رکھ کر بیٹھنا یہ دونوں صورتیں مکروہ ہیں۔

(۳۵) نماز میں بغیر عذر کے چار زانوں ہو کر بیٹھنا جیسے چوکڑی وآلتی پالتی مار کر

بیٹھنا بھی کہتے ہیں۔

(۳۶) منہ میں کوئی چیز رکھ کر نماز پڑھنا۔

(۳۷) نماز میں آیات یا تسبیحات کو اُنگلیوں پر گننا۔

(۳۸) تصاویر والی جگہ پر نماز پڑھنا۔

(۳۹) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں سامنے کسی چیز میں آگ جل رہی ہو یا کوئی ایسی چیز پڑی ہو جس کی غیر مسلم عبادت کرتے ہوں۔

(۴۰) امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا۔

(۴۱) امام کا کسی اُونچی جگہ پر اکیلا کھڑا ہو کر نماز پڑھانا۔

(۴۲) بلا عذر نماز میں سنت افعال و اذکار کو ترک کرنا یا سنت کے خلاف ادا کرنا۔ [1]

بطور مثال کے چند امور تحریر کیے ہیں ورنہ ہر وہ عمل جو خلاف سنت ہو اور نماز کی روح کے خلاف ہو اسے نماز میں کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔

مفسدات نماز:

مفسدات سے مراد ایسے کام کرنا جو نماز کے منافی ہوں اور ان سے نماز ختم ہو جاتی ہو ان کو مفسدات نماز کہا جاتا ہے یعنی نماز کو توڑنے والے اشیاء، نماز ہر اس فعل اور عمل سے ٹوٹ جاتی ہے جو نماز کے منافی ہو نماز کو توڑنے والے اُمور بہت زیادہ ہیں جن میں سے چند ایک مشہور یہ ہیں:

(۱) نماز کے دوران کوئی بات کرنا۔

(۲) نماز میں کسی کو سلام کرنا۔

(۳) کسی کے سلام کا جواب دینا یعنی وعلیکم السلام وغیرہ کہنا۔

(۴) درد و مصیبت کی وجہ سے رونا، اُف اُف کرنا یا ہائے ہائے وغیرہ کرنا۔

---

[1] كما ذكره في الهدايه، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها (ويكـ للمصلى أن بعيبثوبه اوجسده...ص :64/ ج:(1)،ط : دارالاحياء التراث.

(۵) نماز میں چھینک آجانے پر الحمد للہ کہنا۔

(۶) چھینک والے کو جواب میں "یرحمك اللّٰہ" کہنا، یا "یرحمك اللّٰہ" کہنے والے کو جواب میں "یھدیکم اللّٰہ" کہنا۔

(۷) کسی مصیبت کی خبر سننے پر "انا للّٰہ وانا الیہ راجعون" کہنا یا اچھی خبر سننے پر "الحمد للّٰہ" کہنا۔

(۸) نماز میں کوئی عجیب خبر سننے پر سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ وغیرہ کہنا۔

(۹) نماز کے دوران کوئی چیز کھانا یا پینا۔

(۱۰) عمل کثیر کرنا یعنی نماز میں ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والا یہ گمان کرے کہ یہ نماز میں نہیں۔

(۱۱) مقتدی کا اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو کوئی لقمہ دینا۔

(۱۲) قہقہہ لگا کر ہنسنا۔

(۱۳) نماز میں دیکھ کر قرآن پاک پڑھنا۔

(۱۴) نماز کے شرائط میں سے کوئی شرط باقی نہ رہے مثلاً کپڑوں پر نجاست لگ جانا، قبلہ کی جانب سے رُخ پھر جانا وغیرہ۔ [1]

مرد اور عورت کی نماز میں فرق:

عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق نہیں البتہ نماز کے بعض ارکان واعمال میں عورت مرد کے خلاف ایسی صورت پر عمل کرے گی جو اس کے لیے زیادہ پردے اور ستر کا باعث ہوتے ہیں وہ مقامات حسب ذیل ہیں:

(۱) تکبیر تحریمہ کے لیے عورت مرد کی طرح کانوں تک ہاتھ نہ اُٹھائے بلکہ کندھوں تک اُٹھائے۔

---

[1] کما ذکرہ فی الھدایہ، کتاب الصلاۃ، باب مایفسد الصلاۃ ویکرہ فیھا۔ ج: اول، ص: 62 ۔ ط: دارالاحیاء التراث. (ومن تکلم فی صلاتہ عامدا أو ساھیابطلت صلاتہ) ...الخ.

(۲) تکبیر تحریمہ کے وقت عورت دوپٹے یا چادر سے ہاتھ باہر نکال کر نہ اُٹھائے بلکہ دوپٹہ کے اندر ہی رکھ کر ہاتھ اُٹھائے۔

(۳) حالت قیام ورکوع میں عورت مرد کے خلاف دونوں پاؤں ملا کر رکھے مرد کی طرح پاؤں کو کھلا رکھنا درست نہیں۔

(۴) عورت اپنے ہاتھ سینے پر رکھے بخلاف مرد کے کہ مرد ناف پر باندھتا ہے۔

(۵) عورت صرف دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے، کلائی نہ پکڑے اور نہ ہی مرد کی طرح حلقہ بنائے۔

(۶) رکوع میں اس قدر جھکے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں اور ہاتھوں کی اُنگلیاں بند رکھتے ہوئے گھٹنوں پر رکھ دے، کہنیاں پہلوؤں سے ملی ہوئی رکھے اور پاؤں کو بالکل سیدھا نہ کرے بلکہ گھٹنوں کو جھکا ہوئے رکھے اور نہ ہی رکوع میں اپنے ہاتھوں پر سہارا دے۔

(۷) مرد کے سجدہ کی کیفیت کے بالکل خلاف عورت سجدہ خوب سمٹ کر کرے اس طرح کہ اس کی دونوں کہنیاں زمین پر بچھی ہوئی ہوں اور پیر کھڑے نہ ہوں بلکہ دونوں پیر داہنی طرف نکال کر بائیں طرف سیرین پر بیٹھے اور پیٹ کو رانوں سے جوڑے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے ملا کر خوب سمٹ کر سجدہ کرے۔

(۸) عورت قعدے میں بیٹھتے وقت مردوں کے خلاف دونوں پیر دائیں طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے اور سرین پیر پر نہ ہو بلکہ زمین پر ہو اور رانوں پر ہاتھ اس طرح رکھے ہوں کہ اُنگلیاں بند ہوں یعنی آپس میں جوڑ کے رکھے۔

سجدہ سہو:

نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھول کر رہ جائے تو نماز میں نقصان اور کمی واقع ہو جاتی ہے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے سجدہ سہو کا حکم ہے سجدہ سہو کرنے سے نماز کا نقصان پورا ہو جاتا ہے اور نماز کامل طور پر ادا ہو جاتی ہے تاہم اگر کسی کو سجدہ سہو کرنا یاد نہ رہا اور نماز پوری کر دی یا نماز میں کوئی واجب جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو ان دونوں صورتوں میں نماز ناقص رہے گی اور اس کو دوبارہ لوٹانا واجب ہوگا اگر نہیں لوٹائے گا تو گنہگار ہوگا

اور یہ نماز اس کے ذمہ رہے گی۔

سجدہ سہو کا طریقہ:

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی آخری رکعت کے بعد قعدے میں بیٹھ جائے اور تشہد پڑھنے کے بعد دائیں طرف سلام پھیر دے اس کے بعد تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جائے اور سجدے کی تسبیحات تین دفعہ پڑھے پھر تکبیر کہتے ہوئے قومہ کرے اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے دوسرا سجدہ کرے اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے سجدے سے سر اُٹھا کر قعدے میں بیٹھ جائے اور تشہد، درود شریف اور دعا وغیرہ پڑھ کر دونوں طرف (دائیں اور بائیں جانب) سلام پھیر کر نماز ختم کر دے، یہ سجدہ سہو کا طریقہ ہے، سجدہ سہو کرنے سے نماز کے واجب چھوٹنے کی کمی پوری ہوجائے گی چاہے نماز میں ایک واجب چھوٹا ہو یا ایک سے زیادہ سب کے لیے ایک ہی سجدہ کیا جائے گا۔

نیز فرض، واجب، سنت اور نفل تمام نمازوں میں سجدہ سہو کا طریقہ یہی ہے یعنی سجدہ سہو میں تمام نمازوں کا حکم اور طریقہ یکساں ہے۔

سجدہ سہو واجب ہونے کی صورتیں:

جن چیزوں سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱) جب نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے۔

(۲) جب کسی واجب میں بھول کر تاخیر ہوجائے۔

(۳) بھول کر کسی فرض میں تاخیر ہوجائے۔

(۴) کسی فرض کو مکرر ادا کرنا مثلاً دو بار رکوع کرنا۔

(۵) بھول کر کسی واجب کی کیفیت بدل جائے مثلاً جہری نماز میں امام نے سراً قراءت کردی یا سری نماز میں جہراً قراءت کردی۔ [1]

---

[1] كما ذكره في الهداية، كتاب الصلاة، باب السجود والسهو، ج :01، ص : 74، قال (ويلزمه السهو إذا زاد في صلاته فعلا من جنسها ليس منها)...(ويلزمه إذا ترك فعلا مسنونًا)...(أو ترك قراءة الفاتحة)...الخ.

فائدہ:

سجدہ سہو واجب ہونے کی جن صورتوں کو اوپر بیان کیا گیا ہے یہ محض سمجھانے کے لیے بیان کیا ہے ورگرنہ ان سب کا حاصل ایک ہی ہے کہ نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے۔

نماز کی قسمیں:

تاکید وعدم تاکید کے اعتبار سے نماز کی کئی قسمیں بنتی ہیں۔ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، نفل۔

فرض:

فرض نمازیں یہ دن میں پانچ نمازیں ہیں جس کی تفصیل اوپر آچکی جن میں دو رکعت فجر، چار رکعت ظہر، چار رکعت عصر، تین رکعت مغرب اور چار رکعت عشاء کی نماز فرض ہے، ایسی جگہ جہاں جمعہ کے نماز کی شرطیں پائی جائیں وہاں پر جمعہ کے دن ظہر کی چار رکعتوں کی بجائے دو رکعتیں فرض ادا کی جاتی ہیں۔

واجب:

عشاء کی دو سنتوں کے بعد تین رکعات وتر کی نماز واجب ہے، اس کے علاوہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز بھی واجب ہے۔

سنت مؤکدہ:

وہ نماز جو فرض اور واجب تو نہیں لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کا اہتمام فرمایا ہو، دن و رات میں بارہ رکعات پڑھنا سنت مؤکدہ ہیں جن میں سے دو رکعت فجر کی فرض نماز سے پہلے پڑھنا سنت مؤکدہ ہے ان دو رکعتوں کی تاکید اور اس کی فضیلت احادیث میں بہت زیادہ آئی ہے۔

چار رکعت سنت مؤکدہ ظہر کی فرض نماز سے پہلے اور دو رکعت فرض نماز کے بعد، مغرب کی فرض نماز کے بعد دو رکعتیں، عشاء کی فرض نماز کے بعد دو رکعتیں یہ کل بارہ رکعات ہیں جو

سنت مؤکدہ کہلاتی ہیں۔ ❶

نوافل:

فرض، واجب اور سنت مؤکدہ کے علاوہ دیگر نمازیں نوافل ہیں جس کے پڑھنے پر ثواب اور نہ پڑھنے پر گناہ نہیں ان میں سے بعض نمازیں تو وہ ہیں جس کی فضیلت شریعت میں خاص طور پر وارد ہے جبکہ بعض کی فضیلت عمومی ہے۔

جن نفلی نمازوں کا کوئی خاص وقت معلوم نہیں وہ نمازیں مکروہ اوقات کے علاوہ کسی بھی وقت پڑھی جاسکتی ہے البتہ دن و رات میں بعض خاص نوافل ہیں جن کی فضیلت اور ثواب خاص طور پر وارد ہے، جیسے اشراق، چاشت، اوابین، تہجد وغیرہ کی نفلی نمازیں۔

اشراق:

اشراق کی نماز نفلی نماز ہے یہ سورج طلوع ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے اس کی کم ازکم دو رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ چار رکعتیں ہیں۔ اس نماز کی احادیث مبارکہ میں بہت فضیلت آئی ہے۔

چاشت:

چاشت کی نماز دن کے نوافل میں سے ہے اس نماز کا وقت اشراق کی نماز کے متصل بعد شروع ہوجاتا ہے البتہ اس کا افضل وقت دن کا ایک چوتھائی حصہ گزرنے کے بعد ہے، چاشت کی نماز کم ازکم رکعات دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ رکعات بارہ ہیں۔

---

❶ عن عائشة رضي الله عنها، قالت : قال رسول الله ﷺ ((من ثابر على ثنتي عشرة ركعة من السنة بنى الله له بيتًا في الجنة، اربع ركعات قبل الظهر وركعتين بعدها، وركعتين بعد المغرب، وركعتين بعد العشاء وركعتين قبل الفجر)). وفى الباب ، عن أم حبيه ، وأبي هريرة، وأبي موسى، وابن عمر رضي الله عنهم، رقم الحديث : 414، ج : 1/ص/537. أبواب الصلاة، باب ماجاء فيمن صلّى فى يوم وليلة ثنتي عشرة ركعة من السنة ماله فيه من الفضل. مكتبه : دارالغرب الإسلامي- بيروت.

اوابین:

مغرب کی نماز کے بعد پڑھے جانے والے نوافل اوابین کہلاتے ہیں، ان کی کم از کم تعداد مغرب کی دو رکعت سنت مؤکدہ ملا کر چھ ہے اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں۔ عام طور پر اسلاف کا عمل سنت کے بعد چھ رکعات ہیں۔

تہجد:

نفلی نمازوں میں سے سب سے اہم اور افضل نماز تہجد کی نماز ہے جس کا وقت عشاء کے بعد سے صبح صادق تک رہتا ہے اور اس کا افضل وقت رات کا آخری پہر ہے، اس کی کم سے کم رکعات دو ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں البتہ آٹھ رکعات سے زیادہ پڑھنا بھی احادیث میں وارد ہے جن کی تعداد بارہ ہے۔

تہجد کی نماز نبی کریم ﷺ پر فرض تھی آپ ﷺ کے بعد، تہجد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ کے معمولات میں شامل رہی اس لیے اس نماز کا اہتمام بہت بڑی فضیلت کی بات ہے۔

ان نوافل کے علاوہ اور بھی بہت سے نوافل ہیں جیسے وضو کرنے کے بعد دو رکعت وضو کرنے کے شکر کے طور پر ادا کیے جاتے ہیں اس کو "تحیۃ الوضوء" کہا جاتا ہے، مسجد جاتے ہی دو رکعت مسجد میں پڑھے جاتے ہیں ان کو "تحیۃ المسجد" کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرنے کے لیے دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اس کو "صلوۃ الحاجۃ" کہا جاتا ہے، گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے، اس کو "صلوۃ التوبہ" کہا جاتا ہے۔

کسی معاملے میں تردد ہونے کے وقت اللہ تعالیٰ سے مشورہ لینے کے لیے استخارہ کی نماز دو رکعت نفل پڑھی جاتی ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں راہنمائی فرمادیں اس کو "صلوۃ الاستخارہ" کہا جاتا ہے۔

مسئلہ:...... یہ جتنے بھی نوافل ہیں یہ دو دو رکعت پڑھے جاتے ہیں ان کی ادائیگی میں کوئی فرق نہیں سب کو ادا کرنے کا طریقہ ایک ہی ہے البتہ صرف نیت مختلف ہے کہ نمازی جس نماز کو

ادا کر رہا ہے صرف اس کی نیت شروع میں کر لیتا ہے باقی نماز بالکل ایک جیسی ہوتی ہے۔

مکروہ اوقات:

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے وہ تین اوقات ہیں جو موسم کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

طلوعِ شمس یعنی سورج کے طلوع ہونے کے وقت۔

زوال کے وقت یعنی جس وقت سورج عین سر پر آجائے۔

غروبِ آفتاب کا وقت یعنی جب سورج غروب ہونے لگے۔

ان اوقات میں ہر طرح کی نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح طلوعِ صبح صادق کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد نوافل نہیں پڑھے جاسکتے۔

باجماعت نماز ادا کرنے کی فضیلت:

پانچوں وقت کی نماز میں فرض رکعات جماعت کے ساتھ امام کی اقتداء کے بغیر آدمی اکیلے بھی ادا کر سکتا ہے البتہ جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا کرنا سنت مؤکدہ قریب الواجب ہے جبکہ بعض علماء نے جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی کو واجب قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا ثواب اکیلے نماز ادا کرنے کے مقابلے میں ستائیس گنا زیادہ ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ : أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((صَلَاةُ الجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةَ الفَذِّ بِسَبْعٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً))[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کی نماز اکیلے آدمی کی نماز سے (ثواب میں) ستائیس درجے افضل ہے۔

نبی کریم ﷺ کے دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باجماعت نماز کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأذان، بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الجَمَاعَةِ، رقم الحديث: 1/131۔ رقم الحديث فى نفس الباب والكتاب 648) طبعه (دار طوق النجاه)

تھے یہاں تک کہ کوئی منافق بھی باجماعت نہیں چھوڑتا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

عن عبداللّٰه بن مسعود قال: "لقد رأيتنا وما يتخلف عن الصلاة إلا منافق قد علم نفاقه أو مريض إن كان المريض ليمشي بين رجلين حتى يأتي الصلاة وقال: إن رسول اللّٰه ﷺ علمنا سنن الهدى وإن من سنن الهدى الصلاة في المسجد الذي يؤذن فيه"[1]

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہم دیکھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی شخص باجماعت نماز سے پیچھے نہیں رہتا تھا سوائے ایسے منافق کے جس کا نفاق معروف ہو یا مریض کے اور مریض بھی دو لوگوں کے درمیان سہارا لے کر باجماعت نماز میں شریک ہونے کے لیے چلا آتا تھا اور پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہدایت والے طریقے سکھائے جن میں سے ایک ہدایت کا راستہ اس مسجد میں (باجماعت) نماز ادا کرنا ہے جہاں پہ جماعت کے لیے اذان دی جاتی ہو۔

باجماعت نماز کے فضائل احادیث میں بہت زیادہ وارد ہیں چنانچہ باجماعت نماز کی تاکید کا اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جو تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں اور جنہوں نے اپنی جانی دشمنوں کو معاف کر دیا جو رحم و کرم کے پیکر مجسم ہیں، اتنا کریم اور مہربان ہونے کے باوجود آپ ﷺ نے ان لوگوں کے گھروں کو جلانے کی خواہش ظاہر کی جو لوگ بلاعذر مسجد کی باجماعت نماز چھوڑ کر گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں، اس سے جماعت کی نماز کے اہتمام نہ کرنے کی شدت اور جرم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جماعت چھوڑنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ نے کتنی سخت بات ارشاد فرمائی اس لیے باجماعت نماز کی

[1] مشكاة المصابيح، باب الجماعة وفضلها، الفصل الثالث: 336/1.

ادائیگی کا اہتمام ہر مسلمان کو کرنا چاہیے ورنہ جماعت کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے وہ گناہ کا مرتکب ہوگا۔

جماعت کی نماز چھوڑنے کے اعذار:

شریعت نے جہاں دوسرے معاملات میں لوگوں کو سہولت اور آسانی دی ہے وہیں باجماعت نماز کو چھوڑنے کی بھی بعض مخصوص حالات کے اندر اجازت دی ہے ان حالات کو ہم جماعت چھوڑنے کے اعذار بھی کہہ سکتے ہیں، باجماعت نماز چھوڑنے کے اعذار بہت سے ہیں جن میں کچھ اہم اور مشہور درج ذیل ہیں:

(۱) بیمار ہونا یعنی ایسی بیماری جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا شدید مشقت ہو، بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو یا مسجد تک جانے کی وجہ سے بیماری سے شفایابی دیر سے ہو۔

(۲) بہت زیادہ ضعیف اور بوڑھا ہونا جس کے لیے آسانی سے مسجد تک جانا ممکن نہ ہو۔

(۳) اندھا یعنی نابینا ہونا اور کوئی مسجد لے جانے والا نہ ہو۔

(۴) بہت تیز اور زور کی بارش ہونا۔

(۵) راستے میں کیچڑ، پانی اور سیلاب وغیرہ کا ہونا۔

(۶) آندھی اور تیز ہوا کا چلنا۔

(۷) شدید اندھیرا ہو اور راستے پر چلنا دشوار ہو۔

(۸) مال کے چوری ہونے یا ضائع ہونے کا خوف ہونا۔

(۹) سفر کا ارادے سے نکلنے کا وقت قریب ہونا۔

(۱۰) کھانا حاضر ہو اور بھوک ہو اور کھانے کی رغبت ہو۔

(۱۱) پیشاب، پاخانے کی حاجت ہونا۔

(۱۲) مسجد جانے سے دشمن یا کسی درندے کا خوف ہو۔

یہ جماعت کی نماز چھوڑنے کے مشہور اعذار ہیں جن کی وجہ سے جماعت ترک کرنے والا شخص گنہگار نہیں ہوگا لیکن اگر ان اعذار کے باوجود کوئی شخص جماعت میں شرکت کرتا ہے تو یہ

زیادہ ثواب اور اجر کا باعث ہوگا۔

سجدہ تلاوت:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب ہے جس کی تلاوت کے بہت سے آداب و احکام ہیں ان احکام میں ایک حکم سجدہ تلاوت کا بھی ہے، قرآن کریم میں چودہ مقامات ایسے ہیں جن کی تلاوت کرنے یا سننے سے آدمی پر سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے اور اس کے لیے سجدہ کرنا ضروری ہوتا ہے، سجدہ تلاوت صرف ایک سجدہ ہوتا ہے جس کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کرنے والا نماز کی تمام شرائط کو پورا کرنے کے بعد کھڑا ہو اور سجدہ تلاوت کی دل میں نیت کر کے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر سیدھا سجدے میں چلا جائے اور سجدے کی تسبیح سبحان ربی الاعلیٰ تین دفعہ پڑھے اور پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے سے اُٹھ جائے بس اتنا کرنے سے اس کا سجدہ تلاوت ادا ہوجائے گا، سجدہ تلاوت میں تکبیر تحریمہ نہیں اور نہ اس میں ہاتھ اُٹھانا، ہاتھ باندھنا اور سلام پھیرنا ہے بلکہ یہ صرف اور صرف ایک سجدہ ہے جو دو تکبیرات کے درمیان ادا کیا جاتا ہے۔

سجدہ تلاوت میں کھڑا ہو کر سجدے میں جانا بھی کوئی ضروری نہیں بلکہ اگر پہلے سے بیٹھا ہوا ہو تو بیٹھنے کی حالت میں بھی تکبیر کہہ کر سجدہ میں جا کر سجدہ کرسکتا ہے۔

دیگر نمازیں اور ان کی تفصیل

نماز جمعہ:

جمعہ کے دن کو دیگر ایام پر بہت فضیلت حاصل ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو زمین میں اُتارا گیا جو روئے زمین پر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اور تشریف آوری نیکیوں کا باعث بنی، اسی دن جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا، جمعہ کا دن مسلمانوں کے لیے خوشی کا دن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((الجمعة حج المساکین)) "جمعہ مسکینوں کا حج ہے۔" اس دن

اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر جمعہ کی نماز فرض کی ہے اور اس دن ظہر کی نماز کے بجائے جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے البتہ جمعہ ایسی جگہ پر ادا کرنا درست ہے جہاں جمعہ کی شرائط پائی جاتی ہوں ہر جگہ پر جمعہ کی نماز ادا نہیں کی جاسکتی بلکہ جس جگہ جمعہ کی نماز کی شرطیں نہ پائی جاتی ہوں وہاں پر ظہر کی نماز ادا کی جائے گی۔

نمازِ جمعہ کا وجوب:

نماز جمعہ ہر شخص پر لازم نہیں بلکہ اس کے لازم ہونے کے لیے درج ذیل شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) آزاد ہونا، غلام پر جمعہ لازم نہیں۔ (اس کی صورت اب نہیں رہی سب کے سب آزاد ہیں اس لیے سب پر نماز جمعہ لازم ہے)۔

(۲) مرد ہونا، عورت اور خنثیٰ (Gynandromorph) پر جمعہ کی نماز واجب نہیں۔

(۳) مقیم ہونا، مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔

(۴) تندرست ہونا یعنی اتنی صحت ہو کہ نماز جمعہ میں خود جا کر شرکت کر سکے، چنانچہ ایسا مریض یا ضعیف شخص جو مسجد تک نہیں جا سکتا یا مسجد تک جا سکتا ہے لیکن اس کی بیماری بڑھ جائے گی یا پھر صحت یابی دیر سے ہوگی ایسے شخص پر جمعہ واجب نہیں (وہ ظہر کی نماز ہی ادا کرے گا)۔

(۵) چلنے پر قادر ہونا، ایسا شخص جس کے پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور خود چل کر مسجد نہیں جا سکتا یا فالج کی وجہ سے چلنے پھرنے سے محروم ہے یا نابینا ہونے کی وجہ سے خود مسجد میں نہیں جا سکتا تو ایسے شخص پر جمعہ واجب نہیں۔

(۶) ایسے عذر کا نہ ہونا جو جماعت کی نماز میں شرکت نہ کرنے کے لیے معتبر ہو جیسے زور کی بارش ہو، مسجد جانے میں دشمن کا خوف ہو کہ وہ مار دے گا، کسی مریض کی عیادت اور دیکھ بھال میں ہو کہ جس کو اکیلے چھوڑنے میں مریض کو خطرہ ہو۔ ایسے اعذار کی وجہ سے بھی جمعہ لازم نہیں ہوگا۔

مسئلہ:

ایسا شخص جس پر جمعہ فرض اور لازم نہیں اگر جمعہ کی نماز میں شرکت کر کے جمعہ کی نماز ادا کر دے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی جیسے عورت، مسافر، مریض اور معذور وغیرہ۔

نماز جمعہ کی شرائط:

جمعہ کی نماز درست ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) شہر، قصبہ یا بڑے گاؤں جس کی آبادی تین چار ہزار کے لگ بھگ ہو اور وہاں کی زندگی اور رہن سہن شہر یا قصبے کی طرح ہو ایسی جگہ میں جمعہ ادا کرنا لازم ہے، چھوٹے گاؤں، جنگل اور بیابان میں جمعہ کی نماز درست نہیں۔

(۲) خطبہ دینا یعنی عربی زبان میں لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

(۳) نماز سے پہلے خطبہ ہونا۔

(۴) ظہر کا وقت ہونا، یعنی خطبہ اور نماز دونوں کو ظہر کے وقت کے اندر ادا کرنا چنانچہ ظہر کے وقت سے پہلے یا وقت گزرنے کے بعد جمعہ کی نماز درست نہیں۔

(۵) جمعہ کی نماز جماعت کے ساتھ ادا ہو۔ جماعت میں امام کے علاوہ کم از کم تین لوگوں کا خطبہ سے پہلی رکعت کے سجدے تک ہونا ضروری ہے اگر امام کے علاوہ دو یا اس سے کم لوگ ہوئے تو جمعہ کی نماز درست نہ ہوگی۔

(۶) اذن عام ہونا، یعنی لوگوں کو نماز میں شرکت کی عام اجازت ہو اور نماز میں شرکت کرنے والے لوگوں کو منع نہ کیا جائے۔ [1]

---

[1] كما ذكره في البدائع والصنائع ـ كتاب الصلاة، باب في صلاة الجمعه: فصل بيان شرائط الجمعة : وأما بيان شرائط الجمعه. والجمعه شرائط بعضها يرجع إلى المصلي وبعضها يرجع الى غيره. وأما الذي يرجع إلى المصلي فستة. العقل، البلوغ، والحريه. والذكورة. والإقامه وصحة البدن فلا تجب الجمعةُ على المجانين والصبيان.....الخ. (ج ۱، ص : 257. الناشر : دارالكتب العلميه)

نماز جمعہ ادا کرنے کا طریقہ:

سب سے پہلے جمعہ کی پہلی اذان ہوتی ہے جس کے بعد لوگ مسجد میں جمع ہوتے ہیں اس کے دوسری اذان منبر کے سامنے ہوتی ہے دوسری اذان کے بعد امام کھڑا ہو کر دو خطبے دیتا ہے پہلا خطبہ دینے کے بعد بیٹھ کر تھوڑا سا وقفہ کرتا ہے اور اس کے بعد دوبارہ کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ دیتا ہے، خطبے کے متصل بعد باجماعت نماز کھڑی ہو جاتی ہے، جمعہ کی باجماعت نماز دو رکعت فرض ہوتی ہے جو امام کی اقتداء میں ادا کی جاتی ہے اور اس کی ادائیگی کا طریقہ بھی عام نمازوں ہی کی طرح ہے یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھی جاتی ہے اور پھر امام جب قراءت شروع کرتا ہے (یعنی سورۃ فتحہ اور پھر اس کے بعد سورت پڑھتا ہے) تو مقتدی خاموشی کے ساتھ امام کی قراءت سنے گا اور قراءت کے بعد رکوع ہوگا اور اس کے بعد ایک رکعت مکمل ادا کی جائے گی اور پھر دوسری رکعت بھی ایسے ہی ادا کی جائے گی مقتدی قراءت کے دوران خاموش رہے گا اور امام کی قراءت سنے گا، اگر کسی وجہ سے مقتدی کا امام کے قراءت کی آواز نہ سنائی دے تو تب بھی خاموش رہے گا اور اس کے علاوہ نماز کے دوران تکبیرات، مختلف مواقع کی تسبیحات اور تشہد وغیرہ تمام امور مقتدی خود ادا کرے گا یعنی پڑھے گا۔

عیدین کی نماز:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سال میں دو دن خوشی کے عطا کیے ہیں جن میں مسلمان خوشی مناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عید کی شکل میں عطا فرمائی ہے، یہ دو دن عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن ہیں جو مسلمانوں کے مذہبی تہوار ہیں جس سے اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہوتا ہے، عید الفطر رمضان کا مہینہ ختم ہوتے ہی اگلے دن یعنی شوال کا چاند نظر آتے ہی پہلی تاریخ کو ادا کی جاتی ہے، عید الفطر کا دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رمضان کے مہینے کے روزے رکھنے کے انعام میں دیا ہے جبکہ عید الاضحیٰ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو آتا ہے، اس دن مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت زندہ کرتے ہوئے قربانی ادا کرتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عن أنس ، قال : قدم رسول الله ﷺ المدينة ولهم يومان يلعبون فيهما ، فقال : ((ما هذان اليومان؟)) قالوا: كنا نلعب فيهما في الجاهلية ، فقال رسول الله ﷺ : ((إن الله قد أبدلكم بهما خيرا منهما : يوم الأضحى ، ويوم الفطر)) [1]

نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کے دو مخصوص دن تھے جس میں وہ کھیل کود کرتے تھے (یعنی خوشیاں مناتے تھے) آپ ﷺ نے (یہ حالات دیکھ کر) پوچھا کہ یہ دو دن کیسے ہیں؟ تو اہل مدینہ نے جواب دیا کہ ہم ان دونوں میں زمانہ جاہلیت میں کھیل کود کیا کرتے تھے، تو آپ ﷺ نے (انہیں ان دونوں میں کھیلنے کودنے سے منع کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو دنوں کو (ختم کرکے) ان سے دو بہتر دنوں کے ساتھ بدل دیا ہے اور وہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کے خوشی منانے اور کھیل کود کے لیے یہ دو دن ہیں جس میں انہیں جائز خوشی منانی چاہیے اور اسلام کی عظمت وشوکت کا اظہار کرنا چاہیے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں مواقع پر مسلمان دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں، یہ نماز بھی جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے، اس نماز کے درست ہونے اور لازم ہونے کی وہی شرائط ہیں جو جمعہ کی ہیں البتہ ان نمازوں میں خطبہ دینا سنت ہے (لیکن اس کا سننا واجب ہے) اور خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا ہے اور یہ دو خطبے ہوتے ہیں نیز ان نمازوں کی ادائیگی میں چھ زائد تکبیرات ادا کی جاتی ہیں۔ ان نمازوں کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہو جاتا ہے اور زوال تک رہتا ہے۔ یہ نماز عام نمازوں سے تھوڑی سی مختلف ہوتی ہے ذیل میں اس نماز کا طریقہ لکھا جاتا ہے۔

[1] سنن أبي داوٗد ، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين ، رقم الحديث :(1134) فی مكتبة العصريه، صيدا، بيروت.

عید کی نماز کا طریقہ:

سب سے پہلے یہ نیت کرے کہ میں عید الفطر یا عید الاضحیٰ (جو نماز ہو اس کی نیت کرے) کی دو رکعت واجب نماز امام کی اقتداء میں ادا کرتا ہوں، نیت کر کے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہے اور پھر آہستہ آواز سے امام اور مقتدی دونوں ثناء پڑھیں گے ثناء کے بعد تین زائد تکبیرات کہی جائیں گی اور یہ تکبرایت امام اور مقتدی دونوں پر کہنا واجب ہے، البتہ امام بلند آواز سے کہے گا جبکہ مقتدی آہستہ آواز میں کہیں گے، تکبیرات کہنے کا طریقہ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کے اللہ اکبر کہا جائے اور پھر ہاتھوں کو واپس لے جا کر چھوڑ دے باندھے نہ، اس کے بعد دوبارہ امام کے ساتھ دوسری تکبیر اسی طرح ادا کرے اور ہاتھوں کو حسب سابق واپس لے جا کر چھوڑ دے اور پھر تیسری تکبیر اسی طرح ادا کرے تیسری تکبیر کے بعد دونوں ہاتھ ناف پر مسنون طریقے سے باندھ لے، اس کے بعد پہلی رکعت عام نماز کی طرح ہی ادا کی جائے گی یعنی اب امام آہستہ آواز سے تعوذ و تسمیہ پڑھ کر اونچی آواز سے قراءت (سورت فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت ملا کے پڑھنا) شروع کرے گا اور مقتدی اس کو خاموشی سے سنیں گے قراءت کے بعد رکوع ہوگا اس کے بعد قومہ پھر دو سجدے اور اس کے بعد امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے گا اور مقتدی بھی اس کی اتباع میں کھڑے ہو جائیں گے۔

دوسری رکعت میں امام پہلے قراءت کرے گا اور مقتدی خاموشی سے سنیں گے قراءت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے دوسری رکعت کی تین زائد تکبیرات ادا کی جائیں اور تکبیرات کی ادائیگی کا وہی طریقہ ہوگا جو پہلی رکعت میں تھا البتہ یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہیں باندھے جائیں گے یعنی پہلی تکبیر میں تکبیر تحریمہ کی طرح دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کے اللہ اکبر کہے اور پھر ہاتھوں کو واپس لے جا کر چھوڑ دے، پھر دوسری تکبیر اسی طرح امام کے ساتھ ادا کرے اور ہاتھ کو حسب سابق واپس لے جا کر چھوڑ دے اور پھر تیسری تکبیر اسی طرح ادا کر کے دونوں ہاتھ چھوڑے رکھے اور اس کے بعد رکوع ادا کیا جائے اور بقیہ نماز عام نماز کی طرح پوری کی جائے۔

مسئلہ:

عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں کی نماز کی ادائیگی کا ایک ہی طریقہ ہے البتہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں سے ہر ایک نماز کی تعیین نیت سے ہوگی یعنی جس نماز کو نمازی ادا کر رہے اسی کی نیت کرے گا۔

نماز تراویح:

رمضان کے مہینے میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح کی نماز ادا کی جاتی ہے یہ نماز سنت مؤکدہ ہے اس کی کل بیس رکعات ہوتی ہیں جو صرف رمضان میں ادا کی جاتی ہیں، یہ نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہے جس میں امام دو دو رکعات پڑھاتا ہے اور ہر چار رکعت ہونے کے بعد آرام کرنے کے لیے تھوڑا سا وقفہ کیا جاتا ہے عربی زبان میں آرام کے لیے وقفہ کرنے کو ترویحہ کہا جاتا ہے جس کی جمع تراویح آتی ہے یعنی بہت سے وقفے چونکہ بیس رکعات میں چار دفعہ وقفہ ہوتا ہے تو انہیں وقفوں کی مناسبت سے اس نماز کو نمازِ تراویح کہا جاتا ہے۔

تراویح کی نماز رمضان کے پورے مہینے میں پڑھنا سنت ہے اور تراویح میں ایک بار قرآن کریم مکمل پڑھنا یا سننا بھی مسنون ہے، اصل تو یہی ہے کہ نماز تراویح جماعت کے ساتھ ادا کرے تاکہ قرآن کریم مکمل پڑھنے یا سننے کی سنت بھی پوری ہو جائے البتہ اگر کسی عذر کی وجہ سے تراویح کی جماعت میں شامل نہ ہو تو اکیلے بھی نماز تراویح پڑھنا درست ہے البتہ انفرادی طور پر پڑھنے والا جماعت کے ثواب اور فضیلت سے محروم ہوگا، تراویح کی بیس رکعات مکمل ہونے کے بعد وتر کی نماز بھی باجماعت ادا کی جاتی ہے۔

اس نماز کی فضیلت بہت زیادہ ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ:

عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: ((من قام رمضان إيمانا واحتسابا، غفر له ما تقدم من ذنبه))[1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب الصلاة تطوع قيام رمضان من الإيمان، رقم الحديث: 16/1.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایمان کی حالت میں ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے رمضان کی رات میں قیام کرے (یعنی تراویح کی نماز پڑھے) تو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ عام نمازوں کے علاوہ وہ رمضان المبارک کی مناسبت سے ایک زائد نماز بھی ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے قیام سے تعبیر فرمایا۔اس زائد نماز کا نام تراویح ہے۔

یادرہے کہ اس قیام سے مراد نماز تہجد نہیں ہے وہ تو سارا سال ادا کی جاتی ہے اور اللہ جل شانہ جنھیں توفیق دیتے ہیں وہ اس پر مداومت بھی فرماتے ہیں نماز تراویح خالصتاً رمضان میں ادا کی جانے والی نماز ہے رمضان کے علاوہ یہ نماز نہیں پڑھی جاتی۔

قضاء نماز کی تفصیل:

نماز کو بروقت نہ پڑھنے کو نماز کا قضاء کرنا کہتے ہیں، نماز قضاء کرنے کا بہت زیادہ گناہ ہے اور اس پر شدید ترین وعیدیں ہیں اس لیے نماز بروقت پڑھنے کا اہتمام کرنا ہر مسلمان کی اولین ذمہ داری ہے تاہم بعض ایسے حالات بھی آجاتے ہیں جس میں انسان نماز کسی وجہ سے نہیں پڑھ سکتا اور اس کی نماز قضاء ہوجاتی ہے ایسی نماز کو دوبارہ ادا کیا جائے گا اور اس میں قضاء کی نیت ہوگی، قضاء صرف فرض اور واجب نماز کی ہوتی ہے سنتوں کی قضاء نہیں ہوتی، قضاء نماز کے لیے بھی اذان واقامت کہنا مسنون ہے البتہ اگر کوئی اکیلے قضاء نماز پڑھ رہا ہو اور اذان واقامت اُونچی آواز میں کہنے کی صورت میں دوسروں کو معلوم ہو کہ یہ آدمی قضاء نماز ادا کررہا ہے تو ایسی صورت میں آہستہ سے اذان واقامت کہے کیونکہ نماز کا قضاء کرنا گناہ ہے اور دوسرے کو کسی طرح سے اپنی نماز قضاء ہونے کی خبر کرنا گناہ کا اظہار ہے جو منع ہے۔

اگر کسی حادثہ اور واقعہ کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی نماز قضاء ہوگئی ہو تو اس کے لیے اُونچی آواز سے اذان واقامت کہی جائے اور جماعت کے ساتھ سب لوگ مل کر قضاء نماز ادا کریں پھر اگر وہ نماز جہری تھی تو امام اس میں جہراً قراءت کرے اور اگر سری تھی تو سراً قراءت کرے۔فرض نمازوں کی طرح وتر کی بھی قضاء کرنا لازمی ہے۔

اگر کسی شخص کی فجر کی نماز سوئے رہنے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے قضاء ہوگئی اور پھر وہ شخص اسی دن زوال سے پہلے پہلے فجر کی قضاء کرنے لگے تو سنت اور فرض دونوں کی قضاء کرے، سنت نماز کی قضاء تو نہیں ہوتی لیکن فجر کے ضمن میں اس کی قضاء ہوگی اور خود ایک حدیث میں منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک سفر میں فجر کی نماز سے سوئے رہ گئے تو آپ ﷺ نے فجر کی دو رکعت سنت نماز کی قضاء فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے فجر کی نماز باجماعت قضاء فرمائی۔

”حدثنا عباس العنبري .... أن كليب بن صبح۔ حدثهم ان الزبرقان حدّثه۔ عن عمّه عمرو بن أمية الضمرّی۔ قال كنّا مع رسول الله ﷺ في بعض اسفاره فنام عند الصبح حتّى طلعت الشمس فاستيقظ رسول الله ﷺ فقال ((تنحّوا عن هذا المكان)) قال ثم أمر بلالا فأذن۔ ثم توضئوو صَلّوْا ركعتي الفجر۔ ثم أمر بلالا فأقام الصّلاة بهم صلاة الصبح“[1]

قضاء نمازوں کی ادائیگی مکروہ اوقات میں درست نہیں اس لیے مکروہ اوقات (یعنی طلوع شمس کے وقت، غروب شمس کے وقت اور زوال کے وقت) میں نماز کی قضاء نہ کرے۔

نماز قصر یعنی سفر کی نماز:

ایسا شخص جو سفر کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلے اور اپنے شہر سے کم از کم اڑتالیس (۴۸) میل (جو تقریباً سوا ستتر ۲۵/ ۷۷ کلومیٹر بنتے ہیں) دور کسی دوسرے شہر کی طرف جائے تو ایسا شخص شرعی مسافر ہے اور اس کی نماز میں قصر کرنے کا حکم ہے۔

قصر کا مطلب یہ ہے وہ فرض نماز جو چار رکعات ہیں جیسے ظہر، عصر اور عشاء وہ دو رکعت

---

[1] سنن أبي داوٗد، كتاب الصلاة، باب في من نام عن الصلاة أو نسيها، ج 1، ص : 121۔ رقم الحديث : (444). ناشر : المكتبه العصريه ۔ صيدا۔ بيروت.

ادا کرے گا اور اس کے علاوہ سنت اور نوافل نہ پڑھے البتہ اگر کسی جگہ رُکا ہو تو سنت پڑھنا بہتر ہے چار رکعت والی فرض نماز میں قصر کرنا لازم ہے، اور آدمی تب تک مسافر ہوتا ہے جب تک وہ کسی دوسرے شہر میں کم از کم پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن واپس نہ آجائے۔

مسافر مغرب کی تین رکعت فرض اور فجر کی دو رکعت فرض نماز پوری ادا کرے گا ان میں کمی درست نہیں۔

مسئلہ:......اگر دو یا دو سے زیادہ لوگ سفر کر رہے ہوں تو نماز کے وقت اذان واقامت کہہ کر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیے بلاعذر جماعت کو چھوڑنا اچھا نہیں۔

مسئلہ:......اگر مسافر کسی مقیم امام کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا ہو تو ایسی صورت میں وہ پوری نماز پڑھے گا مقیم امام کی اقتداء میں قصر کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ:......مسافر پر جمعہ کی نماز لازم نہیں البتہ اگر وہ جمعہ کی نماز میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی۔

نماز جنازہ:

جب کوئی مسلمان فوت ہوتا ہے تو اسے غسل دیا جاتا ہے اور اسے کفن پہنایا جاتا ہے اس کے بعد اس کی نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے، نماز جنازہ دراصل دعا ہوتی ہے جس میں بہت سے مسلمان مل کر اپنے مسلمان بھائی یا بہن کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت چاہتے ہیں، نماز جنازہ فرض کفایہ ہے یعنی تمام مسلمانون پر ایسے فرض ہے کہ اگر چند لوگ مل کر اس کو ادا کر دیں تو باقی لوگوں کی طرف سے بھی ادا ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی شخص بھی ادا نہ کرے تو ایسی صورت میں تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔

نبی کریم ﷺ نماز جنازے کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی معمول رہا، جب مسلمان اخلاص کے ساتھ کسی میت کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں تو اس سے میت کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن عائشة ، عن النبي ﷺ قال : ((ما من ميت تصلي عليه

أمة من المسلمين يبلغون مائة ، كلهم يشفعون له ، إلا شفعوا فيه)) ❶

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس میت پر مسلمانوں کی ایک جماعت جن کی تعداد سو تک پہنچ جائے (اور وہ لوگ) مل کر نماز جنازہ ادا کریں اور ہر ایک اس میت کے مغفرت کی شفاعت (یعنی سفارش ودعا) کرے تو ایسے لوگوں کی شفاعت (سفارش ودعا) ضرور قبول ہوتی ہے۔

جس طرح جنازہ پڑھنے سے میت کی بخشش ومغفرت ہوتی ہے اسی طرح جنازہ پڑھنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ اجر عطا فرماتے ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے:

عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : ((من شهد جنازة حتى يصلي عليها فله قيراط ، ومن شهد حتى تدفن فله قيراطان)) قيل : وما القيراطان يا رسول الله ؟ قال: ((مثل الجبلين العظيمين)) ❷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کے جنازے میں حاضر ہوا اور اس کا جنازہ پڑھا تو اس کو ایک قیراط اجر ملے گا اور جو شخص (جنازہ پڑھنے کے بعد) میت کی تدفین ہونے تک حاضر رہا تو اس کو دو قیراط اجر ملے گا، پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو قیراط کتنے ہوتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ دو بڑے پہاڑوں کی مانند۔

یعنی اللہ تعالیٰ جنازے اور تدفین میں شرکت کرنے والوں کو بڑے بڑے پہاڑوں کے

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب الصلاة، باب من صلى عليه مائة شفعوافيه ، رقم الحديث : 654/2، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه مائة شفعوانيه۔ ج: 2، ص : 654، رقم الحديث : (947)، طبع، دار إحياء التراث العربي .

❷ سنن النسائي ، كتاب الجنائز، باب ثواب من صلى على جنازة : 76/4.

برابر اجر سے نوازتے ہیں، اس لیے اتنے بڑے ثواب سے محروم رہنا بھی نقصان کی بات ہے ہمیں چاہیے کہ ہر مسلمان کے جنازے میں شرکت کی پوری کوشش کریں کیونکہ اس میں نہ صرف دوسرے مسلمان کی خیر خواہی ہے بلکہ اپنا بھی فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اور یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق بھی ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے۔

عن أبي هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ يقولُ : ((حق المسلم على المسلم خمس رد السلام، وعياده المريض واتباع الجنائز وإجابة الدّعوه وتشميت العاطس))[1]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا، چھینکنے والے کا (یر حمك الله) کہہ کر اسے جواب دینا۔"

نمازِ جنازہ کا طریقہ:

نماز جنازہ کا طریقہ بقیہ نمازوں سے بالکل مختلف ہے، اسی نماز میں میت کو امام کے سامنے قبلے کی جانب رکھا جاتا ہے امام میت کے سینے کے بالمقابل اس طرح کھڑا ہوتا ہے کہ میت کا سر امام کے دائیں جانب ہوتا ہے اور پاؤں بائیں جانب ہوتے ہیں، یہ نماز چار تکبیرات پر مشتمل ہوتی ہے جس میں پہلی تکبیر کے بعد ثناء دوسری تکبیر کے بعد درود شریف، تیسری تکبیر کے بعد دعا اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرا جاتا ہے، اس نماز میں کوئی رکوع اور سجدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے لیے کوئی اذان اور اقامت ہوتی ہے۔

نماز جنازہ کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ نیت کی جائے کہ میں اس میت پر نماز جنازہ کی نیت، اس امام کی اقتداء میں کرتا ہوں اور پھر تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اُٹھاتے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، ج : 2، ص : 71، رقم الحديث : 1245. ناشر : دارطوق النجاه.

ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھ ناف پر باندھ لے اور نماز والی ثناء پڑھے، اس کے بعد امام دوسری تکبیر کہے گا مقتدی بھی اللہ اکبر کہہ کر تکبیر آہستہ سے پڑھے اور تکبیر کے وقت ہاتھ باندھے رکھے، ہاتھ نہ اُٹھائے، اب نماز والا درود یعنی درودِ ابراہیمی پڑھے، اب امام تیسری تکبیر کہے گا مقتدی بھی حسب سابق ہاتھ ناف پر باندھے رکھ کر صرف زبان سے آہستہ آواز میں تکبیر یعنی اللہ اکبر کہے اور نماز جنازہ کی دعا پڑھے، اس موقع پر جنازے کی نماز میں منقول کوئی بھی مسنون دعا پڑھی جاسکتی ہے البتہ ایک مشہور دعا یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاَحْيِهِ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّافتوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ))[1]

اس کے بعد امام چوتھی تکبیر کہے گا مقتدی بھی اسی طرح ہاتھ اُٹھائے بغیر آہستہ آواز میں اللہ اکبر کہے چوتھی تکبیر کے بعد امام کے ساتھ پہلے دائیں اور پھر بائیں جانب سلام پھیر دے۔

جنازے پر ہمارے آقا جناب رسول اللہ ﷺ نے بہت سی دعائیں نماز جنازہ میں پڑھی ہیں ویسے تو ہر مسلمان کو وہ سب یاد ہونی چاہئیں اگر ایسا نہ ہو تو ائمہ کرام کو تو یہ تمام مسنون وماثور دعائیں یاد ہونا لازمی ہے تاکہ میت کو رسول اللہ ﷺ کی ان دعاؤں سے محروم نہ کریں ہمارے ہاں اس کی بہت سستی ہے۔

اگر مجنون یا نابالغ بچے، بچی کا جنازہ ہو تو اس میں تیسری تکبیر کے بعد لڑکے کے لیے یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا ، وَاجْعَلْهُ لَنَا أَجْرًا وذُخراً وَاجْعَلْهُ لَنَا شافِعًا ومُشَفَّعًا))

---

[1] مسند أحمد، مسند أبي هريرة، رقم الحديث : 406/14. سنن أبي داوٗد، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت، رقم الحديث : 110/5.

اور اگر لڑکی ہو تو اس کے لیے تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَالَنَا فَرَطًا، وَاجْعَلْهَالَنَا أَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً))❶

دونوں طرف سلام پھیرتے ہی میت کی چار پائی کو اُٹھا لیا جائے گا، سلام پھیرنے کے بعد دعا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں س لیے اس سے احتراز ضروری ہے تاکہ ہمارا کوئی عمل سنت مطہرہ کے خلاف نہ ہو۔

---

❶ 7042- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي عَلَى الْمَنْفُوسِ الَّذِي لَمْ يَعْمَلْ خَطِيئَةً قَطُّ يَقُولُ : اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَافَرَطًا وَسَلَفًا وَذُخْرًا. (السنن الكبرى للبيهقي كتاب الجنائز "باب"، باب اسِقطه يُغسَلُ....الخ. ج4ص:296، طبع : مركز هجر للبحوث والدراسات العربيه والإسلاميه (الطبعة الاولى) باب السِّقطِ يُغْسَلُ وَيُكَفَّنُ وَيُصَلَّى عَلَيْهِ إِنِ اسْتَهَلَّ أَوْعُرِفَتْ لَهُ حَيَاة. (458) (9/4))

عن أبي هريرة ، ويضيف إليه : ((اللهم اجعله سلفا وفرطا لأبويه ، وذخر أوعظة واعتبار أوشفيع ، وثقل به موازينهما ، وأفرغ الصبر على قلوبهما، ولا تفتنابعده ولا تحرمنا أجره، انتهى - وروى البيهقي من حديث أبي هريرة ((أنه كان يصلي على المنفوس : اللهم اجعله لنا فرطا وسلفا وأجرا)) وفي جامع سفيان ، عن الحسن في ((الصلاة على الصبي : اللهم اجعله لنا سلفا واجعله لنا فرطا واجعله لنا أجرا)).

(فائدة) : ذكر الفرافعي استحباب الذكر في الرابعة ، ورجح الاستحباب ، ودليله مارواه أحمد : (عن عبدالله بن أبي أوفى أنه مات له ابن فكبر أربعا وقام بعد الرابعة ، قدرما بين التكبير تين يدعى ثم قال : كان رسول الله ﷺ يصنع هكذا). رواه أبوبكر الشافعي في الغيلانيات من هذا الوجه ، وزاد : ثم سلم عن يمينه وشماله ، ثم قال : لأزيد على مارأيت رسول الله ﷺ يصنع. (التلخيص الحبير ، كتاب الجنائز (250/2) الناشر : مؤسسة قرطبة-مصر).

وروى البيهقي عن عبدالله : التسليم على الجنازة ، كالتسليم في الصلاة.

یہ دونوں دعائیں ان الفاظ کے ساتھ بعینہ حدیث کی کسی مشہور کتاب میں ہمیں نہ مل سکی، البتہ مختلف روایات کی روشنی میں فقہاء کرام نے ان دعاؤں کا ذکر کیا ہے۔

كتاب الزكاة

بسم الله الرحمن الرحيم

وأقيموا الصلوٰة وآتوا الزكوٰة واركعوا مع الراكعين

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور
رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

(البقرہ:43)

زکوٰۃ کے احکام

عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے اور نماز کے بعد دوسری اہم عبادت اسلام میں زکوٰۃ ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی جگہوں پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے، نماز کی طرح زکوٰۃ بھی بنیادی اہم فریضہ ہے زکوٰۃ کی فرضیت سے انکار کرنے والا شخص کافر ہو جاتا ہے قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ﴾ (البقرة: 43)

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔"

ایک دوسری جگہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِينَ فِيٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ﴾ (المعارج: 24)

"اور جن کے مال و دولت میں ایک متعین حق ہے سوالی اور بے سوالی کا۔"

یعنی مسلمان مالداروں کے مال میں مستحق لوگوں کا حق ہے جو زکوٰۃ کی شکل میں ان پر لازم ہے۔ حدیث پاک میں زکوٰۃ کو اسلام کے بنیادی اور اساسی اُمور میں شمار کیا گیا ہے چنانچہ روایت ہے:

عن ابن عمر، رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ ((بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة، وإيتاه الزكاة، والحج، وصوم رمضان))[1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ: ((بني الإسلام على خمس)) ص: 10، ج: 1، رقم الحديث: 8. ناشر: دارطوق النجاه.

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر (جو یہ ہیں): لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله کی گواہی دیا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

اس حدیث میں پانچ امور کو اسلام کی اساس و بنیاد قرار دیا گیا ہے جن میں سے تیسری چیز زکوٰۃ دینا ہے۔ ذیل میں زکوٰۃ کے بارے میں ضروری تفصیل اور مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

زکوٰۃ کا مفہوم:

زکوٰۃ عربی لفظ ہے جس کا معنی ہے پاک کرنا، صاف کرنا۔

اسلام میں زکوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ اپنے مخصوص قسم کے مال میں سے ایک مخصوص مقدار نکال کر غریب و مستحق لوگوں کو دی جائے۔

زکوٰۃ کس پر لازم ہے:

زکوٰۃ ہر ایسے مسلمان (مرد اور عورت) پر واجب ہے جو عاقل، بالغ، مسلمان ہو اور نصاب کے بقدر مالِ زکوٰۃ کا مالک ہو۔

زکوٰۃ فرض ہونے کے حکمتیں:

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ میں کئی حکمتیں رکھی ہیں جن میں کچھ یہ ہیں:

(۱) زکوٰۃ دینے سے انسان کے دل سے مال کا بخل اور لالچ ختم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا جذبہ اور عادت پیدا ہوتی ہے۔

(۲) زکوٰۃ خرچ کرنے سے مال بڑھتا ہے اور مال پاک ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت پیدا فرماتے ہیں۔

(۳) غریب لوگوں کی خیر خواہی اور مدد ہوتی ہے اور ان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں۔

(۴) معاشرے سے بھوک پیاس اور غربت ختم ہوتی ہے اور لوٹ کھسوٹ، گداگری اور بہت سے اخلاقی جرائم کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

(۵) مال کر گردش ہوتی ہے اور مال امیر وغریب دونوں کے پاس چلا جاتا ہے کسی ایک مخصوص طبقے کے پاس مال سمٹ کر نہیں رہتا جس سے وہ دوسروں کا استحصال کر سکے۔

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں:

(۱) مسلمان ہونا۔ غیر مسلم پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۲) آزاد ہونا۔ غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۳) عاقل ہونا۔ مجنون و پاگل پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۴) بالغ ہونا۔ نابالغ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

(۵) مال زکوٰۃ پر ایک قمری سال کا گزر جانا۔

(۶) بقدر نصاب مال زکوٰۃ کا کامل مالک ہونا۔

(۷) مالِ نصاب کا حاجت اصلی یعنی اصل حاجتوں سے زائد ہونا۔ [1]

حاجت اصلی سے مراد انسان کی بنیادی ضروریات ہیں جس سے انسان اپنے آپ کو ہلاک ہونے سے بچاتا ہے یعنی زندگی کی بنیادی ضروریات جیسے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے کھانے پینے کی ضرورت، لباس کی ضرورت، رہائش کے لیے مکان کی ضرورت، سفر کرنے کے لیے سواری کی ضرورت، اپنے بچاؤ کے لیے ہتھیار کی ضرورت، پیشہ ور لوگوں کے لیے اوزار کی ضرورت اور اس طرح مقروض ہونے کی صورت میں قرض ادا کرنے کی ضرورت حاجت اصلی میں داخل ہے چنانچہ اگر کسی شخص کے پاس ایک لاکھ روپے ہیں، لیکن ان سے کسی کا قرضہ اسی ہزار روپے ادا کرنا ہے تو اسی ہزار روپے اس کے حاجت اصلی میں داخل ہیں یہ رقم نصاب میں شامل نہیں ہوگی، یا پھر اس شخص نے دو مہینوں کا کرایہ پچاس ہزار ادا کرنا ہے تو یہ پچاس ہزار روپے اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی

---

[1] كما ذكره في الهدايه، كتاب الزكاة، ص: 94/ج: اول، (ط) داراحياء التراث، الزكاة واجبه على الحر العاقل البالغ المسلم إذا مالك نصابا ملكاناما وحال عليه الحول...الخ.

البتہ بقیہ رقم اگر نصاب کے بقدر بنتی ہو تو وہ رقم چونکہ حاجت اصلیہ سے زائد ہے اس لیے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(۸) مالِ نصاب کا نامی ہو یعنی بڑھنے والا ہونا خواہ حقیقت میں وہ مال بڑھے جیسے توالد وتناسل سے مال کا بڑھنا، تجارت کے ذریعے مال کا بڑھنا یعنی مالِ تجارت یا تقدیراً بڑھے یعنی اس میں بڑھنے کی قوت ہو، جیسے سونا اور چاندی اگر اس کو تجارت وغیرہ کے ساتھ بڑھانا چاہے تو یہ بڑھ سکتے ہیں۔

اموالِ زکوٰۃ ونصابِ زکوٰۃ کی تفصیل:

اموالِ زکوٰۃ کل پانچ ہیں، سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت اور سائمہ جانور۔

جب یہ اموال اس نصاب تک پہنچ جائیں یا اس سے زیادہ ہو جائیں تو اس پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔

سونے کا نصاب کم از کم ساڑھے سات تولے ہے جو تقریباً پچاسی (۸۵) گرام بنتے ہیں، چاندی کم از کم ساڑھے باون تولے جو تقریباً پانچ سو پچانوے (۵۹۵) گرام بنتے ہیں، نقدی اور مالِ تجارت جب سونے یا چاندی کے نصاب کے بقدر ہوں، چونکہ سونے اور چاندی کی قیمتوں میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے اس لیے ہر زمانے میں نقدی اور مالِ تجارت کا نصاب معلوم کرنے کے لیے اس وقت کی موجودہ بازاری قیمت سے نقدی اور مالِ تجارت کا نصاب معلوم کیا جائے گا۔

اس وقت چاندی کا نصاب سونے کے مقابلے میں کم ہے اور نقدی اور مالِ تجارت کے نصاب میں چاندی کا لحاظ رکھنے سے مستحق لوگوں کو فائدہ بھی ہے اس لیے نقدی اور مالِ تجارت کا نصاب چاندی کے حساب سے کیا جائے گا یعنی جب نقدی یا مالِ تجارت کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو یا اس سے زائد ہو تو نقدی اور مالِ تجارت میں زکوٰۃ لازم ہوگی۔

نقدی سے مراد رائج الوقت کرنسی ہے چاہے وہ کسی بھی ملک کی ہو۔

مالِ تجارت سے مراد ہر ایسا مال ہے جس کو خریدتے وقت آگے بیچنے کی نیت ہو اور

فی الحال وہ نیت برقرار بھی ہو یعنی مال تجارت میں تین شرطیں ہیں:

(۱) وہ مال خریدا ہو۔

(۲) خریدتے وقت مال کو آگے فروخت کرنے کی نیت ہو۔

(۳) فروخت کرنے کی نیت برقرار ہو۔

چنانچہ ایسا مال جو خریدا نہ گیا ہو وہ مالِ تجارت نہیں، یا وہ مال خریدا ہو لیکن خریدتے وقت اسے آگے فروخت کرنے کی نیت نہ ہو، یا خریدتے وقت آگے فروخت کرنے کی نیت تو تھی لیکن بعد میں بیچنے کا ارادہ ختم کر دیا مثلاً اپنی ضرورت کے لیے رکھ لیا۔

سائمہ جانور:

آج کل یہ صورت بہت کم ہے تاہم مسئلہ بتانے کے لیے اس کو بھی بیان کرنا ضروری لگتا ہے، سائمہ جانوروں سے مراد وہ جانور ہیں جو سال کے اکثر حصے میں خود چرتے ہوں اور ان کے چرنے پر مالک کوئی معاوضہ نہ دیتا ہو یعنی ان کے کھانے پینے کے لیے چارہ خریدا نہ جاتا ہو اور نہ ہی وہ جانور ایسے ہوں کہ گھر وغیرہ میں باندھے ہوئے ہوں اور انہیں چارہ لا کر دیا جاتا ہو بلکہ وہ جانور خود چرتے ہوں ایسے جانور سائمہ جانور کہلاتے ہیں ان جانوروں میں زکوٰۃ درج ذیل شرائط کے ساتھ فرض ہے۔

(۱) وہ جانور سائمہ ہوں یعنی سال کے اکثر حصہ میں خود چرتے ہوں اور ان کے گھاس چرنے پر کوئی معاوضہ نہ دینا پڑے۔

(۲) وہ جانور دودھ حاصل کرنے یا ان جانوروں کی نسل بڑھانے کے لیے رکھے گئے ہوں۔

(۳) ان پر کم از کم ایک قمری سال گزر جائے۔

(۴) جانور نصاب کے بقدر ہوں۔

نصاب کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ جانور اونٹ ہوں تو ان کا کم از کم نصاب پانچ اونٹ ہیں پانچ اونٹوں میں ایک بکری، جس کی عمر کم از کم ایک سال ہو، بطورِ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

گائے اور بھینسوں کا نصاب کم از کم تیس (۳۰) ہے جب گائے یا بھینسوں کی تعداد کم از کم تیس (۳۰) ہو جائے تو ان میں گائے کا ایک بچہ جس کی عمر کم از کم ایک سال ہو بطورِ زکوۃ دی جائے گی۔

بھیڑ بکریوں کا نصاب کم از کم چالیس ہے یعنی جب بھیڑ بکریاں کم از کم چالیس کے برابر ہو جائیں تو ان میں ایک بکری جس کی عمر کم از کم ایک سال کی ہو بطورِ زکوۃ واجب ہوگی۔

جانوروں میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ان کی زکوۃ کی مقدار میں بھی اضافہ ہوتا ہے جس کے لیے ایک مخصوص مقدار متعین ہے جس کی تفصیلات بوقت ضرورت علماء کرام سے معلوم کی جاسکتی ہیں یہاں صرف بنیادی باتیں اختصار کے ساتھ ذکر کر دی گئی ہیں تاکہ مسئلہ کی روح کا پتہ چل جائے تفصیل کا موقع نہیں۔

زکوۃ کی شرح اور ادائیگی کا طریقہ:

جانوروں میں زکوۃ کی شرح میں کافی تفصیل ہے اوپر کم سے کم مقدار نصاب میں زکوۃ کی شرح بیان کر دی گئی۔ مزید تفصیل بڑی کتابوں میں یا پھر علماء کرام ومفتیان عظام سے پوچھ کر معلوم کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ زکوۃ کے جو دیگر چار اموال ہیں یعنی سونا، چاندی، نقدی وار مال تجارت ان میں زکوۃ کی مقدار چالیسواں حصہ ہے یعنی کل مال کا چالیسواں حصہ زکوۃ کے طور پر ادا کیا جائے گا یہ مقدار فی صد کے حساب سے ڈھائی فیصد بنتی ہے۔

زکوۃ کی مقدار معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کل مال کی مالیت کو چالیس پر تقسیم کر دیا جائے تو حاصل چالیسواں حصہ نکلے گا یہ مقدار زکوۃ ہے جس کی ادائیگی لازم ہوگی۔

زکوۃ کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ زکوۃ دینے والا شخص زکوۃ کی مقدار الگ کرتے وقت یا پھر زکوۃ دیتے وقت دل سے یہ نیت کر لے کہ وہ زکوۃ ادا کر رہا ہے، زبان سے بتانا کوئی ضروری نہیں بلکہ بعض مواقع پر جہاں مستحق کو شرم آتی ہو یا اس کی دل آزاری ہوتی ہو وہاں زکوۃ دینے والے کو زبان سے اس بات کا اظہار کرنا بھی مناسب نہیں بلکہ محض دل سے زکوۃ کی نیت کر کے مستحق کو زکوۃ دے دے۔

زکوٰۃ انسان براہِ راست خود بھی ادا کر سکتا ہے اور کسی کو اپنا وکیل یعنی نائب بنا کر اس کے ذریعے سے بھی زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے، البتہ یہ بات جاننا نہایت ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی رقم یا زکوٰۃ والا مال صرف مستحق زکوٰۃ کو مالک بنا کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہوگی، غیر مستحق کو زکوٰۃ دینے سے یا کسی ایسی جگہ پر رقم لگانے سے جہاں کوئی مستحق مالک نہیں بنتا زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی جیسے مسجد میں زکوٰۃ کی رقم لگانا، میت کے کفن دفن میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا، کنواں بنانے یا پل بنانے میں رقم لگانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ ان میں کسی مستحق کو مالک نہیں بنایا جاتا۔

مستحق زکوٰۃ افراد:

زکوٰۃ کے مستحق افراد کے لیے مصارف زکوٰۃ کی اصطلاح مشہور ہے ان مصارف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح فرمایا:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝﴾ (التوبۃ: 60)

"صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا، اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں، اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہے۔ نیز انہیں غلاموں کو آزاد کرنے میں، اور قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں، اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اور مسافروں کی مدد میں خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ علم کا مالک بھی ہے، حکمت کا بھی مالک۔"

یہاں کل آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں۔ فقیر، مسکین، صدقات کی وصولی پر مامور افراد، مؤلفہ قلوب وہ غیر مسلم جنہیں اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے زکوٰۃ دی جاتی تھی، غلاموں کو آزاد کرنے میں، مقروضوں کے قرضے ادا کرنے میں، اللہ تعالیٰ کے راستے میں، مسافروں کی مدد میں (اب ان مصارف کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔)

مصارف زکوٰۃ کی وضاحت

(۱-۲) فقیر و مسکین افراد:

فقیر اور مسکین ملتے جلتے الفاظ ہیں اور ان میں معمولی سا فرق ہے کہ مسکین اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کے پاس بالکل کچھ بھی نہ ہو اور فقیر اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کچھ ہو مگر ضرورت سے کم ہو، اور بعض لوگوں نے اس کے برعکس کہا، بہر حال دونوں کا حکم یکساں ہے دونوں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، چنانچہ فقیر و مسکین ہر وہ شخص ہوگا جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی مالیت کے بقدر بنیادی ضرورت سے زیادہ سامان یا مال موجود نہ ہو، اور بنیادی ضرورت میں ہر وہ چیز داخل ہے جو روزمرہ کے استعمال میں آتی ہو اور جو چیز ایسی نہ ہو وہ ضرورت سے زائد ہوگی۔

(۳) صدقات کی وصولی پر مقرر افراد:

اسلامی ریاست میں حکومت کا ایک بنیادی اور اہم کام یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں سے ان کے اموال کی زکوٰۃ جمع کریں اور پھر اسے مستحقین میں تقسیم کرے اس مقصد کے لیے حکومت جو عملہ رکھتی ہے انہیں صدقات وصول کرنے والا عملہ کہا جاتا ہے ان لوگوں کی تنخواہیں اسی زکوٰۃ سے دی جاتی ہیں اس اعتبار سے یہ لوگ بھی مستحقین زکوٰۃ میں داخل ہیں۔

(۴) مؤلفہ قلوب:

ایسے لوگ جن کے اسلام میں داخل ہونے کی امید ہو اور اسلام پر جمے رہنے اور ثابت قدم رہنے کے لیے ان کی دلداری کے طور پر انہیں زکوٰۃ دی جاتی ہو یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ حکم ختم ہوگیا اب ان لوگوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔ یہ حکم بالاجماع منسوخ ہے اس لیے کہ اللہ نے اسلام کو عزت دی اور ان لوگوں سے اسلام کو مستغنی کر دیا ہے۔ [1]

---

[1] فهذه ثمانية أصناف وقد سقط منها المؤلفة قلوبهم لأن الله تعالى أعز الإسلام أوغنى عنهم وعلى ذلك العقد الإجماع ـ الهدايه ، كتاب الزكاة، ج : 1 ، ص : 95. ناشر : داراحياء التراث العربي ، بيروت، لبنان.

(۵) غلاموں کی آزادی:

جس وقت غلاموں کا رواج تھا اس دور میں آقا اپنے غلام کو مکاتب بنایا کرتے تھے، مکاتب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آقا اپنے غلام سے یہ معاہدہ کرتا تھا کہ تم اتنی رقم مجھے دے دو تو تم آزاد ہو ایسے غلام کو مکاتب کہا جاتا ہے ایسے غلام کو آزاد کرنے کے لیے اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے اور یہ بھی زکوٰۃ کے مصاف میں سے ہے۔

(۶) مقروض کے قرضوں کی ادائیگی:

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرضوں میں اس قدر دبے ہوئے ہوں کہ ان کے قرضے ان کے اثاثوں سے زیادہ ہوں یا اتنا قرضہ ہو کہ اگر ان کے اثاثوں کو بیچ کر ان کا قرضہ ادا کر دیا جائے تو قرض کی ادائیگی کے بعد ان کے پاس کچھ نہ رہے یا اتنا کم مال رہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت سے کم ہو تو ایسے لوگوں کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، یہ لوگ بھی مصارف زکوٰۃ میں سے ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ کے راستے میں:

اس سے مراد وہ مجاہد ہے جو جہاد کے لیے جا رہا ہے لیکن اس کے پاس سواری اور ہتھیار خریدنے کے لیے پیسے نہیں ایسے لوگ بھی زکوٰۃ کے مصارف میں داخل ہیں انہیں بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

(۸) مسافر:

ایسا مسافر جس کے پاس دوران سفر اتنے پیسے نہ ہوں کہ وہ اپنے سفر کے ضروری اخراجات کرتے ہوئے وطن واپس پہنچ سکے یا ایسے شخص کو بھی دی جا سکتی ہے اگرچہ یہ شخص اپنے وطن میں مالدار ہو اور نصاب سے زیادہ مال کا مالک ہو۔

ان مصارف میں سے بعض مصارف تو ختم ہو چکے ہیں اور بعض مصارف ایسے ہیں جن کا وجود نہیں اس لیے زکوٰۃ بقیہ مصارف میں دی جائے گی۔

مولفہ قلوب کا مصرف اب نہیں رہا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس کو ختم

کردیا تھا۔

اسی طرح غلاموں کا آج کل رواج نہیں اس لیے مکاتب کا وجود نہ ہونے کی وجہ سے یہ مصرف بھی فی الحال موجود نہیں ان کے علاوہ بقیہ مصارف کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔

زکوۃ کے غیر مستحق افراد:

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی جو درج ذیل ہیں:

(۱) غیر مسلم کو زکوۃ دینا درست نہیں۔

(۲) سید یعنی بنو ہاشم کو زکوۃ دینا جائز نہیں بنو ہاشم سے مراد حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر اور حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے، ان کے علاوہ دیگر بنو ہاشم کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔

(۳) صاحب نصاب اور اس کی نابالغ اولاد کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔

یعنی وہ شخص جو خود صاحب نصاب ہو یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر اموال زکوۃ یا ضرورت سے زائد اشیاء کا مالک ہو اسے اور اس کی نابالغ اولاد کو زکوۃ دینا درست نہیں۔

(۴) اُصول وفروع کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔

اصول سے مراد باپ، دادا، پردادا اوپر تک جو نسب چلتا ہے اسی طرح ماں، دادی، پردادی آخر تک اور فروع سے مراد اولاد بیٹا، بیٹی ان کے اولاد، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی اور پھر ان کی اولاد آخر تک، یعنی زکوۃ دینے والا اپنے ان رشتہ داروں کو زکوۃ نہیں دے سکتا۔

(۵) شوہر کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے شوہر کو زکوہ دینا درست نہیں۔

(۶) کسی کو معاوضہ میں زکوۃ دینے سے بھی زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔

مثلاً کسی مزدور نے کام کیا اور کام کروانے والے نے اسے معاوضے میں زکوۃ کی رقم دے دی تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی بلکہ زکوۃ کی ادائیگی کے لیے کسی مستحق کو بلا معاوضہ زکوۃ کی رقم کا مالک بنا کر دینا ضروری ہوگا۔

(۷) ایسی جگہ میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا جہاں کوئی مستحق زکوٰۃ مالک نہ بنتا ہو جیسے مسجد کی تعمیر میں، پل بنانے میں یا مردے کے کفن ودفن میں خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

مستحق زکوٰۃ کی مزید وضاحت:

ہر ایسا مسلمان جو ہاشمی نہ ہو اور اس کے پاس سونا بقدر نصاب نہ ہو اور اسی طرح اس کے پاس چاندی، نقدی، مال تجارت اور ضرورت سے زائد اشیاء میں سے کوئی ایک چیز یا ان اشیاء میں سے دو یا دو سے زیادہ اشیاء کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر نہ ہوں تو ایسا شخص فقیر ہے اور مستحق زکوٰۃ ہے اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔

ضرورت سے زائد اشیاء سے مراد وہ اشیاء ہیں جو گھر وغیرہ میں پڑی ہوں اور سال بھر میں ایک دفعہ بھی استعمال نہ ہوتی ہوں یہ تمام چیزیں ضرورت سے زائد اشیاء میں داخل ہیں۔

زکوٰۃ کے متفرق مسائل:

ایک سے زیادہ اموال زکوٰۃ ہونے کی صورت میں ہر ایک مال کا نصاب الگ الگ سے نہیں دیکھا جائے گا بلکہ ان سب کی مجموعی مالیت کو دیکھا جائے گا چنانچہ اگر ان کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچ جائے یا اس سے بڑھ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مال زکوٰۃ پر ایک بار سال گزر جانے سے زکوٰۃ واجب ہوگی اس کے بعد اگر کسی کے پاس دوسرے اموال زکوٰۃ بھی آجائیں یا سال کے دوران کسی کے پاس مال زیادہ ہو جائے تو ان اموال پر الگ سے سال گزرنا شرط نہیں بلکہ یہ پہلے سے موجود مال کے اندر اضافہ سمجھا جائے گا اور اصل مال کے ساتھ اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

مال زکوٰۃ میں سال کے دوران جو کمی اور زیادتی ہوتی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ سال شروع ہونے کے بعد جس دن سال پورا ہو جائے اس دن جتنا مال ہوگا اس کی زکوٰۃ ادا کریں گے چاہے وہ مال زیادہ ہو یا کم ہو گیا ہو، البتہ اگر دوران سال زکوٰۃ کا پورا مال ہی ختم ہو جائے تو اب سال بھی ختم سمجھا جائے گا اس کے بعد اگر کوئی اور مال آئے تو اس پر نئے سرے

سے سال کی ابتداء ہوگی اور پورا سال گزرنے پر زکوٰۃ ہوگی۔

کسی کے پاس ایک دو تولے سونا ہے اور ساتھ کچھ رقم دس بیس ہزار روپے بھی ہیں تو ایسی صورت میں سونے اور رقم کو ملا کر چاندی کے نصاب سے زکوٰۃ واجب ہوگی چنانچہ اگر یہ دونوں چیزوں کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت تک پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

زکوٰۃ دیتے وقت دل میں زکوٰۃ کی نیت ہونا ضروری ہے البتہ اگر کسی نے زکوٰۃ کی رقم الگ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لی تھی وہ نیت بھی کافی ہو جائے گی۔

زکوٰۃ کی رقم کسی کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، کسی کو قرض کی رقم معاف کرنے سے یا کسی فلاحی کام میں رقم خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ دینے میں سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ترجیح دینی چاہیے اسی طرح ان سفید پوش لوگوں کو دینی چاہیے جو مستحق ہونے کے باوجود مانگتے نہیں پھرتے۔

کسی کو زکوٰۃ میں اتنی زیادہ رقم دے دینا کہ وہ خود صاحب نصاب ہو جائے مکروہ ہے۔

کسی شخص کے مستحق زکوٰۃ ہونے کی تسلی کر کے زکوٰۃ دے دی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مستحق زکوٰۃ نہیں تو زکوٰۃ ادا ہوگئی دوبارہ زکوٰۃ دینا ضروری نہیں۔

وہ رقم جو کسی کو قرض کے طور پر دے رکھی ہو یا کسی سامانِ تجارت فروخت کرنے کی وجہ سے کسی کے ذمہ واجب الاداء ہو اس رقم کی زکوٰۃ بھی دینا ہوگی البتہ ادائیگی اس وقت لازم ہوگی جب رقم وصول ہو جائے، جیسے جیسے رقم وصول ہوتی رہے اس کی زکوٰۃ دیتا رہے اور رقم وصول کرنے سے پہلے بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

زکوٰۃ کے طور پر مال زکوٰۃ کا کچھ حصہ دینا بھی درست ہے اور اس کی قیمت بھی زکوٰۃ میں دی جاسکتی ہے۔

اگر زکوٰۃ کی رقم کے بدلے میں کوئی چیز کپڑے، برتن اور کتابیں وغیرہ خرید کر مستحق کو دے دیے تو اس سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

عشر اور نصف عشر:

زمین سے نکلنے والی پیداوار میں بھی اللہ تعالیٰ نے غریب اور مستحق لوگوں کا حق رکھا ہے، زمین سے حاصل ہونے والی فصل کا دسواں حصہ عشر کہلاتا ہے اور اس کا بیسواں حصہ نصف عشر کہلاتا ہے، عشر یا نصف عشر ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو زکوٰۃ کے مستحق ہوتے ہیں۔ عشر ہر ایسی پیداوار میں لازم ہے جو مقصودی طور پر اُگائی جاتی ہو ایسی اشیاء جو خود بخود اُگ آئیں یا فصل کے علاوہ اس سے حاصل ہونے والی زائد اشیاء ہوں ان پر عشر یا نصف عشر واجب نہیں، چنانچہ خودرو گھاس اور درختوں میں عشر نہیں اسی طرح گندم کی فصل سے حاصل ہونے والے بھو سے پر بھی عشر واجب نہیں۔

عشر کے ضروری مسائل:

پیداوار کم یا زیادہ اس پر عشر یا نصف عشر ادا کیا جائے گا، اس کے لیے پیداوار کا کوئی نصاب نہیں بلکہ ہر قلیل و کثیر مقدار پر عشر یا نصف عشر واجب ہے۔

ایسی زمین جو بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہو یا اس کو سیراب کرنے والے پانی پر کوئی اخراجات نہ ہوں جیسے وہ نہریں جن کے پانی پر کوئی ادائیگی نہ کرنا پڑے ایسی زمینوں سے حاصل ہونے والے پیداوار میں کل فصل کا دسواں حصہ یعنی عشر واجب ہوگا۔

ایسی زمین جسے سیراب کرنے والے پانی پر معاوضہ دینا پڑتا ہے یا پانی پر اخراجات آتے ہیں جیسے ایسے نہروں کا پانی جن پر ماہانہ یا سالانہ ادائیگی کی جاتی ہو یا ٹیوب ویل کے پانی سے اسے سیراب کیا جائے، یا جنریٹر وغیرہ سے دریا اور نہروں کا پانی کھینچ کر زمین کو سیراب کیا جاتا ہو ایسی زمین کی پیداوار پر نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ادا کرنا ضروری ہے۔

ایسی زمین جو کبھی بارش اور مفت پانی سے سیراب ہوتی ہے اور کبھی ٹیوب ویل یا معاوضے والے پانی پر سیراب ہوتی ہے اس میں اکثر کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اکثر و بیشتر وہ زمین بارش کے پانی سے سیراب ہو تو اس کا پیداوار پر عشر ادا کیا جائے اور اگر اکثر وہ ٹیوب ویل وغیرہ کے پانی سے سیراب ہو تو اس پر نصف عشر واجب ہوگا۔

فصل کی تیاری پر کاشت کرنے سے لے کر فصل تیار ہونے تک جو اخراجات ہوتے ہیں جیسے زمین کا ٹھیکہ، بیج، ٹریکٹر، کھاد اور مزدوری کے اخراجات وغیرہ یہ اخراجات حاصل ہونے والے پیداوار یا اس کی قیمت سے منہا نہیں ہوں گے بلکہ یہ اخراجات نکالے بغیر حاصل ہونے والی کل پیداوار پر عشر یا نصف عشر ادا کیا جائے گا، ان اخراجات کو منہا کرنے کے بعد عشر یا نصف عشر کی ادائیگی درست نہیں۔

صدقہ فطر:

عید الفطر کے موقع پر ہر صاحب نصاب آزاد مسلمان اپنے اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے کچھ مقررہ رقم دیتا ہے یہ رقم صدقہ فطر کہلاتی ہے اس کو زکوۃ الفطر یعنی عید الفطر کی زکوۃ بھی کہتے ہیں، صدقہ فطر لازم ہونے کے لیے مقررہ نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کا ہے، یعنی جس شخص کے پاس سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد اشیاء بقدر نصاب ہوں یا ان اشیاء میں سے دو یا دو سے زیادہ اشیاء کی مجموعی مالیت کم از کم ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے بقدر ہوں تو ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔

نکتہ:

صدقہ فطر لازم ہونے، قربانی واجب ہونے اور غیر مستحق ہونے، ان تینوں کا ایک ہی نصاب ہے اور ان تینوں نصاب اور زکوۃ واجب ہونے کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکوۃ میں ضرورت سے زائد اشیاء کو شمار نہیں کیا جاتا بلکہ سونا، چاندی، نقدی اور مالِ تجارت ان چار اشیاء کی مالیت دیکھی جاتی ہے جبکہ صدقہ الفطر، قربانی اور غیر مستحق ہونے میں ایک پانچویں چیز یعنی ضرورت سے زائد اشیاء بھی شمار کی جاتی ہے البتہ ان کا نصاب وہی ہے جو زکوۃ کا ہے یعنی کم از کم ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت تک ان اشیاء کی قیمت کا پہنچ جانا۔

صدقہ فطر کے مستحق وہی لوگ ہیں جو زکوۃ کے مستحق ہیں البتہ صدقہ فطر غیر مسلم کو بھی دیا جاسکتا ہے جبکہ زکوۃ غیر مسلم کو نہیں دے سکتے۔

صدقہ فطر کی مقدار:

صدقہ فطر ایک بندے کی طرف سے ایک صاع کھجور، کشمش یا جَو یا پھر نصف صاع گندم یا اس کی قیمت واجب ہے۔

مسائل:

صدقہ فطر ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی اس نابالغ اولاد کی طرف سے بھی واجب ہے جن کے پاس مال نہ ہو اگر بچوں کا اپنا ذاتی مال بقدرِ نصاب ہو تو پھر انہی کے مال میں سے ادا کیا جائے گا۔

بالغ اولاد کا صدقہ فطر والدین پر واجب نہیں، اگر بالغ اولاد صاحب نصاب ہوں تو وہ اپنا صدقہ فطر خود ادا کریں البتہ اگر والدین بالغ اولاد کی اجازت سے ان کی طرف سے ادا کر دیں تو صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔

زکوۃ کے علاوہ مالی صدقات:

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اِنَّ فِي الْمَالَ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ ثُمَّ تَلَا ﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾))۔ الاٰية۔ [1]

"حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی (اللہ کا) حق ہے۔" پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي

---

[1] جامع الترمذي، كتاب الزكاة، باب ماجاء أن في المال حقًا سوى الزكاة، ج :2، ص :41، رقم الحديث:659، الناشر دارالمغرب الاسلامي.

الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ (البقرة: 177)

"اصل نیکی اور بھلائی (کا معیار) یہ نہیں ہے کہ (عبادت میں) تم مشرق کی طرف اپنا رخ کرو، یا مغرب کی طرف، بلکہ اصل نیکی کی راہ بس ان لوگوں کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور ملائکہ پر اور اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر اور جنہوں نے مال کی محبت کے باوجود اس کو خرچ کیا قرابت داروں پر اور یتیموں، مسکینوں پر اور مسافروں اور سائلوں پر اور غلاموں کو آزادی دلانے میں اور اچھی طرح قائم کی انہوں نے نماز اور ادا کی زکوٰۃ۔"

کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ مقررہ زکوٰۃ (یعنی فاضل سرمایہ کا چالیسواں حصہ) ادا کردینے کے بعد آدمی پر اللہ کا کوئی مالی حق اور مطالبہ باقی نہیں رہتا اور وہ اس سلسلہ کی ہر قسم کی ذمہ داریوں سے بالکل سبکدوش ہوجاتا ہے۔ ایسا نہیں ہے، بلکہ خاص حالات میں زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی اللہ کے ضرورت مند بندوں کی مدد کی ذمہ داری دولت مندوں پر باقی رہتی ہے۔ مثلاً ایک صاحب ثروت آدمی حساب سے پوری زکوٰۃ ادا کرچکا ہو، اس کے بعد اسے معلوم ہو کہ اس کے پڑوس میں فاقہ یا اس کا فلاں قریبی رشتہ دار سخت محتاجی کی حالت میں ہے، یا کوئی شریف مصیبت زدہ مسافر ایسی حالت میں اس کے پاس پہنچے جس کو فوری امداد کی ضرورت ہو تو ایسی صورتوں میں ان ضرورت مندوں، محتاجوں کی امداد اس پر واجب ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بات فرمائی اور بطور استشہاد سورۂ بقرہ کی مندرجہ بالا آیات تلاوت فرمائی۔ اس آیت میں اعمال بر (نیکی کے کاموں) کے ذیل میں ایمان کے بعد یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں وغیرہ حاجت مند طبقوں کی مالی مدد کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اقامت صلوٰۃ اور اداء زکوٰۃ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کمزور اور ضرورت مند طبقوں کی مالی مدد کا جو ذکر یہاں کیا گیا ہے وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہے، کیوں کہ زکوٰۃ کا مستقلاً ذکر اس آیت میں آگے موجود ہے۔

صدقہ کی ترغیب اور اس کی برکات:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَنْفِقْ يَا بْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَيْكَ))[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بندے کو اللہ کا پیغام ہے کہ اے آدم علیہ السلام کے فرزند! تو (میرے ضرورت مند بندوں پر) اپنی کمائی خرچ کر، میں اپنے خزانہ سے تجھ کو دیتا رہوں گا۔"

جو راہ خدا میں خرچ کر دیا جائے وہی باقی اور کام آنے والا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((مَا بَقِيَ مِنْهَا؟)) قَالَتْ: مَا بَقِيَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا۔ قَالَ : ((بَقِيَ مِنْهَا غَيْرُ كَتِفِهَا))[2]

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک بکری ذبح کی گئی (اور اس کا گوشت اللہ کے لیے تقسیم کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: بکری میں سے کیا باقی رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: صرف ایک دست اس کی باقی رہی ہے (باقی سب ختم ہوگیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اس دست کے علاوہ جو اللہ کے لیے تقسیم کر دیا گیا دراصل وہی سب باقی ہے اور کام آنے والا ہے (یعنی آخرت میں ان شاء اللہ اس کا اجر ملے گا۔)"

صدقہ کے خواص اور برکات:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئُ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزكاة، باب الحث على النفقة وتبشير المنفق بالخلف، ج :2، ص:690، رقم الحديث36(993) دار إحياء التراث العربي.

[2] جامع الترمذي أبواب صفة القيامة والرقق والورع باب : 33، ج : 4، ص: 225، رقم الحديث : (2470) ناشر : دارالغرب الاسلامی، بیروت.

غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ))❶

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔''

جس طرح دنیا کی مادی چیزوں جڑی بوٹیوں تک کے خواص اور اثرات ہوتے ہیں، اسی طرح انسانوں کے اچھے برے اعمال اور اخلاق کے بھی خواص اور اثرات ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں صدقہ کی دو خاصیتیں بیان کی گئی ہیں: (۱) ایک یہ کہ اگر بندے کی کسی بڑی لغزش اور معصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور ناراضی کے اس کی رضا اور رحمت کا مستحق بن جاتا ہے۔ (۲) اور دوسری خاصیت یہ ہے کہ وہ بری موت سے آدمی کو بچاتا ہے (یعنی صدقہ کی برکت سے اس کا خاتمہ اچھا ہوتا ہے)۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس طرح کی موت سے بچاتا ہے جس کو دنیا میں بری موت سمجھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

عَنْ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ : حَدَّثَنِيْ بَعْضُ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : ((اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَدَقَتُهُ))❷

''مرثد بن عبداللہ تابعی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ قیامت کے دن مؤمن پر اس کے صدقہ کا سایہ ہوگا۔''

---

❶ جامع الترمذي، كتاب الزكاة، باب ماجاء فی فضل الصدقة، ج : 2، ص : 45، رقم الحديث : 664، ناشر دارالغرب الاسلامی بیروت.

❷ رواه أحمد عن مسند الشاميين ، حديث رجل من أصحاب النبي ﷺ، رقم الحديث : 18563

صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں آتی بلکہ برکت ہوتی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَّمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ))❶

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی (بلکہ اضافہ ہوتا ہے) اور قصور معاف کر دینے سے آدمی نیچا نہیں ہوتا بلکہ اس کو سربلند کر دیتا ہے۔ اور اس کی عزت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور جو بندہ اللہ کے لیے فروتنی اور خاکساری کا رویہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو رفعت اور بالاتری بخشے گا۔"

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ : قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ : یَانَبِیَّ اللّٰهِ ! اَرَاَیْتَ الصَّدَقَةَ مَا هِیَ ؟ قَالَ : ((اَضْعَافٌ مُضَاعَفَةٌ وَعِنْدَ اللّٰهِ الْمَزِیْدُ))❷

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: حضرت! بتایئے کہ صدقہ کیا ہے؟ (یعنی اللہ کی طرف سے اس کا کیا اجر ملنے والا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: چند در چند (یعنی جتنا کوئی اللہ کی راہ میں صدقہ کرے اس کا کئی گنا اس کو ملے گا) اور اللہ کے ہاں بہت ہے۔"

اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر خرچ کرنا بھی صدقہ ہے:

اپنے اہل وعیال کی ضروریات پر اپنی اپنی حیثیت کے مطابق کم وبیش خرچ تو سب ہی کرتے ہیں لیکن اس خرچ کرنے سے لوگوں کو وہ روحانی خوشی حاصل نہیں ہوتی جو اللہ کے نیک

---

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب استحباب العفو والتواضع، رقم الحدیث: 69، (2588).

❷ مسند أحمد ذكرة في تتمة مسند الأنصار، في حديث أبي أمامة الباهلي بن عجلان بن عمرو، رقم الحديث: 22288، ناشر: مؤسسة الرسالة، طبعة الأولى.

بندوں کو دوسرے ضرورت مندوں اور مساکین وفقراء پر صدقہ کرنے سے ہوتی ہے، کیوں کہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کو لوگ کارِ ثواب نہیں سمجھتے، بلکہ اس کو مجبوری کا ایک تاوان، یا نفس کا ایک تقاضا سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ اپنے اہل وعیال اور اعزہ واقارب پر بھی لوجہ اللہ اور ثواب کی نیت سے خرچ کرنا چاہیے، اس صورت میں جو خرچ اس مد میں ہوگا وہ سب صدقہ کی طرح آخرت کے بینک میں جمع ہوگا، بلکہ دوسرے لوگوں پر صدقہ کرنے سے زیادہ اس کا ثواب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم سے ہمارے لیے خیر وسعادت کا ایک بہت بڑا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اب ہم جو کچھ اپنے بیوی بچوں کے کھانے، کپڑے پر، حتیٰ کہ ان کے جوتوں پر جائز حدود میں خرچ کریں وہ ایک طرح کا ''صدقہ'' اور کارِ ثواب ہوگا۔ بس شرط یہ ہے کہ ہم اس ذہن سے اور اس نیت سے خرچ کریں۔

عَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفْقَةً عَلٰی اَھْلِہٖ وَھُوَ یَحْتَسِبُھَا کَانَتْ لَہٗ صَدَقَةً)) ❶

''حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی صاحب ایمان بندہ اپنے اہل وعیال پر ثواب کی نیت سے خرچ کرے تو وہ اس کے حق میں صدقہ ہوگا (اور وہ عند اللہ ثواب کا مستحق ہوگا)۔''

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ: ((جُھْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ)) ❷

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب فضل النفقه والصدقة على الأقربين والزوج والأولاد والوالدين ولوكانوا مشركين ج 2، ص: 695، رقم الحديث: 48(1002) ناشر دار إحياء التراث العربي.

❷ سنن أبي داوٗد، كتاب الزكاة، باب في الرخصة في ذلك، ج: 2، ص: 129، نار المكتبه العصريه صيدا، رقم الحديث: 1677.

خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! کونسا صدقہ افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:
وہ صدقہ افضل ترین صدقہ ہے جو غریب آدمی اپنی محنت کی کمائی سے کرے اور
پہلے ان پر خرچ کرو جن کے تم ذمہ دار ہو (یعنی اپنے بیوی بچوں پر)۔"

مرنے والوں کی طرف صدقہ:

صدقہ کیا ہے؟ اللہ کے بندوں کے ساتھ اس نیت سے اور اس امید پر احسان کرنا کہ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت اور مہربانی نصیب ہوگی اور بلاشبہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کا کرم و احسان حاصل کرنے کا خاص الخاص وسیلہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ جس طرح ایک آدمی اپنی طرف سے صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ثواب وصلہ کی امید کر سکتا ہے اسی طرح اگر کسی مرنے والے کی طرف سے صدقہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب وصلہ اس مرنے والے کو عطا فرمائے گا۔ پس مرنے والوں کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی و احسان کا ایک طریقہ ان کے لیے دعا و استغفار کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ان کی طرف سے صدقہ کیا جائے، یا اسی طرح ان کی طرف سے دوسرے اعمال خیر کر کے ان کو ثواب پہنچایا جائے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی مندرجہ ذیل حدیثیں پڑھیے:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : اِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : اِنَّ اُمِّيْ اُفْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ فَهَلْ لَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا ؟ قَالَ : ((نَعَمْ)) [1]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ: میری والدہ کا بالکل اچانک اور دفعتاً انتقال ہو گیا اور میرا گمان ہے کہ اگر وہ موت واقع ہونے سے پہلے کچھ بول سکتیں تو وہ ضرور کچھ

[1] صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب وصول ثواب الصدقات إلى المیت ...... ج:3، طبعه، دار إحیاء التراث، رقم الحدیث : 1004، ص: 1254.

صدقہ کرتیں، تو اب اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب ان کو پہنچ جائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں! پہنچ جائے گا۔"

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّ اَبِيْ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَّلَمْ يُوْصِ، فَهَلْ يُكَفِّرُ عَنْهُ اِنْتَصَدَّقْتُ عَنْهُ ؟ قَالَ: ((نَعَمْ !))[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضرت! میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے اور انہوں نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے اور (صدقہ وغیرہ کی) کوئی وصیت نہیں کی ہے، تو اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا میرا یہ صدقہ ان کے لیے کفارۂ سیئات اور مغفرت ونجات کا ذریعہ بن جائے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (اللہ تعالیٰ سے اسی کی امید ہے)۔"

❁❁❁

[1] صحيح مسلم ، كتاب الوصية، باب وصول ثواب الصدقات إلى الميت، رقم الحديث : 1630.

كتاب الصوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ

کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیئے گئے ہیں
جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے،
تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

(البقرہ:183)

چوتھا رکن: روزہ

روزے کے احکام:

عبادات میں تیسری بڑی اہم عبادت روزہ رکھنا ہے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ اُمتوں کی طرح اس اُمت پر بھی روزے فرض کیے ہیں جو پورے ایک سال میں صرف ایک مہینہ رکھے جاتے ہیں روزے کے مہینے کو اسلامی اصطلاح میں رمضان کا مہینہ کہا جاتا ہے، عربی میں روزے کو صوم بھی کہتے ہیں قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرة: 183)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔"

رمضان کے روزے رکھنا فرض ہیں جبکہ فرض روزوں کے علاوہ بعض روزے وہ ہیں جو واجب ہوتے ہیں جیسے نذر کے روزے، قسم وغیرہ کے کفارے کے روزے اور بعض روزے نفل ہوتے ہیں جیسے ہر مہینے تین دن روزہ رکھنا، یا چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ کو روزہ رکھنا، سال کے مخصوص ایام کے روزے جیسے عرفہ کے دن کا روزہ، دس محرم کا روزہ وغیرہ۔

رمضان کی ابتداء:

رمضان کا مہینہ قمری سال کا نواں مہینہ ہے جو شعبان کے مہینے کے بعد اور شوال کے مہینے سے پہلے آتا ہے اس مہینے کے روزے رکھنا مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کیے گئے ہیں، چنانچہ جب رمضان کا چاند نظر آجائے تو رمضان کا مہینہ شروع ہو جائے گا اور اگلے دن

روزہ رکھنا فرض ہوجائے گا، شعبان کی انتیس تاریخ کے بعد کی شام سے رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، رمضان کا چاند دیکھنا سنت عمل ہے اور تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے کہ وہ رمضان کے چاند کے نظر آنے کے بارے میں علم حاصل کریں تاکہ اگلے دن رمضان کا روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں فیصلہ ہو سکے۔

چاند کی رؤیت کے بارے میں وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو بہت آسان بنایا ہے اور اس کے تمام احکامات آسان، سادہ اور ہر ایک کی دسترس میں ہیں خاص طور پر وہ احکام جو ہر ہر مسلمان پر فرض ہوتے ہیں ان میں اسلام نے کوئی ایسا پیچیدہ اور مشکل طریقہ مقرر نہیں کیا کہ جہاں تک کسی کی رسائی نہ ہو سکے ، دیگر احکامات کی طرح ایک حکم چاند کی رؤیت کا بھی ہے، چاند دیکھنے کے لیے شریعت نے اُصول دیا ہے کہ تم خود اپنی آنکھوں سے چاند دیکھو اگر نظر آجائے تو اگلے دن روزہ رکھ لو اور نظر نہ آئے تو روزہ نہ رکھو اور سابقہ مہینے کو تیس دن کا سمجھو نیز نبی کریم ﷺ نے یہ بھی بتا دیا کہ قمری مہینہ انتیس یا تیس دن کا ہوتا ہے، تیس سے زیادہ دن کا نہیں ہوتا چنانچہ کسی مہینہ کے تیس دن پورے ہونے کے بعد اگلا مہینہ شروع ہو جاتا ہے۔

چاند دیکھنے کے سائنسی آلات کا ہونا کوئی ضروری نہیں کیونکہ یہ کوئی سائنس کا مسئلہ تو نہیں بلکہ خالص دینی اور شرعی مسئلہ ہے جس میں سائنسی آلات سے مدد ضرور لی جا سکتی ہے لیکن سائنس کے اوپر اس کا مدار رکھنا ہرگز درست نہیں بلکہ سادہ آنکھ سے چاند نظر آتا ہو تو رمضان کا مہینہ شروع ہو جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ چاند ہر وقت آسمان میں موجود رہتا ہے اگر سائنسی آلات کے ذریعے سے ہی چاند کی رؤیت پر مدار رکھا جائے تو یہ چند ستائس یا اٹھائیس تاریخ کو بھی نظر آ سکتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ قمری مہینہ انتیس سے کم ہوتا نہیں اس لیے کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ ستائیس یا اٹھائیس کو چاند نظر آ گیا ہے اس لیے اگلے دن روزہ رکھو یا عید کرو۔

معلوم ہوا کہ مدار چاند کے اُفق پر موجود ہونے کا نہیں کہ وہ تو ہر وقت کہیں نہ کہیں آسمان میں موجود ہے بلکہ مدار چاند کی رؤیت یعنی دیکھنے کا ہے اور یہ دیکھنا سادہ آنکھ کے ساتھ اصل

ہے جس کے لیے سائنسی آلات کی مدد لینا منع نہیں کیونکہ بعض علاقوں اور موسموں میں مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے سائنسی آلات یعنی دور بین اور کیمرے وغیرہ کی مدد لینا اس میں معاون ثابت ہوتا ہے لیکن سائنسی آلات پر چاند کی رؤیت کا مدار رکھنا درست نہیں بلکہ اس کا مدار اس سادہ آنکھ کی رؤیت پر ہے جس پر ہر امیر غریب بلاتفریق عمل کرسکتا ہے۔

چاند کی رؤیت کا ثبوت:

اگر اُفق اَبر آلود ہو یعنی صاف نہ ہو اور رمضان کے چاند میں ایک عاقل بالغ مسلمان عادل آدمی (دیندار) یہ گواہی دے کہ اس نے چاند کو دیکھ لیا ہے تو اس کی گواہی معتبر ہوگی اور اس کی گواہی کی وجہ سے رمضان کا مہینہ شروع ہونے کا حکم لگایا جائے گا البتہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں کے چاند کی رؤیت میں مطلع اَبر آلود ہونے کی صورت میں کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔

اور اگر مطلع صاف ہو تو ایسی صورت میں ایک یا دو لوگوں کی گواہی سے رمضان یا عید وغیرہ کے چاند کا فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے اتنی بڑی جماعت کا گواہی دینا ضروری ہوگا جن سے چاند دیکھے جانے کا یقین یا ظن غالب ہو جائے اور بڑی جماعت کے لیے کوئی تعداد مقرر نہیں۔ [1]

روزے کے فضائل:

احادیث مبارکہ میں روزے کے بہت زیادہ فضائل وارد ہوئے ہیں چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ((قال الله عزوجل: كل عمل ابن آدم له ، إلا الصيام ، هو لي وأنا أجزي به فوالذي

---

[1] رؤیت ہلال از مفتی محمد شفیع صاحب بحوالہ جواہر الفقہ جلد سوم، ص:476-477، مکتبہ دار العلوم کراچی۔

نفس محمد بیده ، لخلفة فم الصائم ، أطيب عند الله من ریح المسك)) ❶

"بنی آدم کا ہر عمل اس کی ذات کے لیے ہے سوائے روزہ کے یقیناً وہ میرے لیے ہے اور میں (خود) اس کا بدلہ دوں گا، اور (پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔"

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ روزے کو اللہ تعالیٰ نے خاص اپنے لیے قرار دے کر اس بات کی صراحت فرمائی کہ روزے کا ثواب اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائیں گے۔

ایک روایت میں ہے:

فقال عثمان : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ((الصيام جنة من النار ، كجنة أحدكم من القتال)) ❷

"حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ روزہ دوزخ کی آگ کے لیے ڈھال ہے جیسے لڑائی میں تمہاری ڈھال ہوتی ہے۔"

مطلب یہ کہ جس طرح لڑائی میں تم دشمن کے وار اور حملے سے ڈھال کو استعمال کر کے اپنے آپ کو بچاتے ہو بالکل اسی طرح روزہ بھی انسان کو دوزخ کی آگ سے بچاتا ہے۔

روزے کے اور بھی بہت سے فضائل احادیث میں وارد ہیں جن کی تفصیل احادیث کی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الصوم، باب فضل الصيام، رقم الحديث : (1151)، ج : 2، ص : 856. ناشر: داراحياء التراث العربي۔ بيروت.

❷ سنن ابن ماجه، كتاب الصوم، باب ماجاء في الصيام وفضله ، رقم الحديث : (558/2)

روزہ کی تعریف:

عبادت کی نیت سے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے، جماع کرنے اور دیگر مفطرات یعنی روزہ توڑنے والے اُمور سے رُکے رہنے کو روزہ کہا جاتا ہے اور یہ روزے کا ظاہر ہے جس سے فرض ادا ہو جاتا ہے البتہ روزے کی روحانیت اور اس کے فائدے تب ہی حاصل ہوتے ہیں جب انسان روزے کی حالت میں گناہوں سے بچا رہے۔

روزے کی فرضیت:

روزہ ہر ایسے عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو۔

چنانچہ نابالغ بچے پر، مجنون پر اور کافر پر روزہ فرض نہیں، اسی طرح شیخ فانی یعنی اتنا زیادہ بوڑھا اور کمزور شخص جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے اور آئندہ بھی اس کی طاقت آنے کی کوئی اُمید نہ ہو اس پر بھی روزہ رکھنا فرض نہیں بلکہ وہ ہر روزے کے بدلے میں صدقہ فطر کی مقدار (پونے دو کلو گندم یا اس کی قیمت) کے برابر فدیہ ادا کرے گا۔

روزے کی ادائیگی کے واجب ہونے کی شرطیں:

جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ روزہ ہر عاقل، بالغ اور مسلمان پر رکھنا واجب ہے لیکن روزہ رکھنا اس وقت لازم ہے جب تین شرطین پائی جائیں۔ صحت، اقامت اور (عورت کا) حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

صحت:

مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھنے والا صحت مند ہو ایسا بیمار نہ ہو کہ اس کی وجہ سے وہ روزہ نہ رکھ سکتا ہو یا روزہ رکھنے میں اسے شدید مشقت کا سامنا ہو یا پھر روزہ رکھنے سے اس کی بیماری بڑھتی ہو یا شفا دیر سے ہوتی ہو تو ایسے شخص پر اگرچہ روزہ فرض ہے لیکن صحت نہ ہونے کی وجہ سے فی الحال اس پر روزہ رکھنا واجب نہیں بلکہ جب صحت مل جائے تو بعد میں روزے کی قضاء کرے گا۔

اقامت:

اقامت کا مطلب یہ ہے کہ روزہ دار شرعی سفر میں نہ ہو یعنی رمضان کے مہینے میں شرعی مسافر نہ ہو، چنانچہ اگر کوئی شخص رمضان کے مہینے میں شرعی مسافر ہو تو اس پر روزہ رکھنا فرض نہیں بلکہ سفر ختم ہونے کے بعد سفر کی وجہ سے چھوڑے ہوئے روزوں کی قضاء کرے گا۔

شرعی مسافر وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے شہر اور علاقے سے کم از کم اڑتالیس میل یعنی یعنی تقریباً (۷۸) کلومیٹر یا اس سے زیادہ فاصلے پر واقع کسی علاقے اور شہر کی طرف سفر کے لیے نکلا ہو اور اس شہر میں یا کسی دوسری جگہ میں اس کا قیام پندرہ دن سے کم ہو ایسا شخص شرعی مسافر ہوتا ہے۔

نوٹ:

مریض اور مسافر پر اگر چہ روزہ رکھنا واجب نہیں بلکہ بعد میں قضاء ہے لیکن اگر مریض اور مسافر روزہ رکھ لیں تو ان کا روزہ ادا ہو جائے گا اور مسافر کے لیے سفر کے دوران روزہ رکھنا افضل ہے۔ اور آج کل ایسے اسفار نہیں ہیں جن میں روزہ رکھنا مشکل ہو۔

حیض و نفاس:

جس عورت کو حیض یا نفاس ہو تو ایسی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں، یعنی روزہ رکھنا فی الحال واجب نہیں، اور ایسی خواتین رمضان کے ایام میں حیض یا نفاس کا خون آنے کی وجہ سے روزہ نہ رکھیں بلکہ رمضان کے بعد ان کی قضاء کریں۔

روزے کی نیت کی تفصیل:

روزے میں نیت کا ہونا ضروری ہے چنانچہ فرض، واجب، سنت اور نفلی تمام روزوں میں رات سے نیت کر لی جائے البتہ رات سے نیت ضروری ہے ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے کچھ تفصیل ہے:

وہ روزے جن میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے:

درج ذیل قسم کے روزوں میں رات سے نیت کرنا (یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے

سے پہلے پہلے نیت کرنا) ضروری ہے۔

رمضان کے قضاء کے روزے، نذر کے ایسے روزے جو کسی دن یا تاریخ کے ساتھ متعین نہ کیے ہوں، نذر معین کے قضاء روزے، ایسے نفلی روزے کی قضاء جس کو شروع کرنے کے بعد توڑ دیا ہو، کفارے (کفارہ یمین، کفارہ قتل، کفارہ ظہار، کفارہ افطارِ رمضان) کے روزے، ان روزوں میں رات سے نیت کرنا شرط ہے اگر کسی نے رات سے (یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے) نیت نہیں کی اور صبح ہو گئی تو اب اس کا روزہ نہیں ہوگا۔

وہ روزے جن میں رات سے نیت کرنا ضروری نہیں بلکہ آدھے دن سے پہلے پہلے تک نیت ہو سکتی ہے:

درج ذیل قسم کے روزوں میں رات سے نیت کرنا اگرچہ افضل ہے لیکن شرط اور ضروری نہیں بلکہ آدھے دن سے پہلے پہلے تک نیت درست ہے:

رمضان کے اداء روزے، نذر متعین کے روزے یعنی وہ روزے جن کی منت مانی تھی اور ان کے ایام بھی متعین تھے مثلاً یہ کہا تھا کہ آنے والے مہینے کے پہلے تین دن وغیرہ اور نفلی روزے۔

آدھے دن سے مراد طلوع صبح صادق اور غروب آفتاب تک کے وقت کا درمیانہ وقت یہ وقت زوال سے پہلے آتا ہے اس وقت کو فقہاءِ کرام "ضحویٰ کبریٰ" کہتے ہیں، جبکہ زوال کا وقت طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے درمیان کا وقت کہلاتا ہے۔

سحری کھانا:

رات کے آخری پہر میں صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے کھانے پینے کو سحری کرنا کہتے ہیں روزے کے لیے یہ سنت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت رکھی ہے، حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً)) [1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصوم، بَابُ بَرَكَةِ السَّحُورِ مِنْ غَيْرِ إِيجَابٍ، رقم الحديث: 3/29.

"تم سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کرنے میں برکت ہے۔"

نیز سحری کھانے کے بارے میں آپ ﷺ نے مزید ارشاد فرمایا:

((فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ ، أَكْلَةُ السَّحَرِ))[1]

"ہمارے اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزوں کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔"

مطلب یہ ہے اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانا نہیں ہے جبکہ ہم مسلمان لوگ روزہ رکھیں تو سحری بھی کرتے ہیں اور ہم مسلمانوں کو غیر مسلموں کی مشابہت اختیار کرنے سے روکا گیا ہے اس لیے ہمیں روزہ رکھنا ہو تو سحری کرنی چاہیے کہ یہ باعث اجر و ثواب ہے اور اس سے روزہ رکھنے میں طاقت ملتی ہے اور آسانی پیدا ہوتی ہے۔

سحری کھانے کے علاوہ روزہ رکھنے میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال کرنا چاہیے تاکہ روزے میں کمال پیدا ہو جائے۔

روزے کے مستحبات:

(۱) روزے کے دوران ہر قسم کے گناہ سے بچنا یعنی آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء و جوارح سے صادر ہونے والے گناہوں سے مکمل اجتناب کرنا۔

(۲) سحری دیر سے کھانا (یہ مستحب ہے)۔

(۳) جن روزوں میں دن کے وقت بھی نیت کرنا درست ہے ان روزوں میں رات سے نیت کرنا مستحب ہے۔

(۴) دل کی نیت کے ساتھ ساتھ زبان سے روزے کی نیت کرنا۔

(۵) مغرب کا وقت ہو جانے کے بعد روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا۔

(۶) کھجور سے روزہ افطار کرنا اور طاق عدد کھجور کھانا۔

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الصوم، بَابُ فَضْلِ السُّحُورِ وَتَأْكِيدِ اسْتِحْبَابِهِ، وَاسْتِحْبَابِ تَأْخِيرِهِ وَتَعْجِيلِ الْفِطْرِ، رقم الحديث :770/2. الناشر دار الإحياء التراث.

(۷) افطار کرنے کے وقت دعا پڑھنا یعنی "اَللّٰھُمَّ لك صُمْتُ ، وعلی رِزْقِكَ أَفطَرْتُ" اور احادیث میں منقول دیگر دعائیں پڑھنا۔ کیونکہ اس وقت کو رسول مکرم ﷺ نے قبولیت دعا کا وقت بتایا ہے اس لیے اس وقت میں بہت دعائیں کرنا چاہئیں۔

روزہ توڑنے والی چیزیں:

درج ذیل باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) جان بوجھ کر کھانا پینا۔

(۲) روزہ یاد ہوتے ہوئے بیوی کے ساتھ جماع کرنا۔

(۳) کلی کرتے وقت غلطی سے پانی کا اندر چلا جانا۔

(۴) ناک میں پانی ڈال کر کھینچنا اور اس کا اثر اوپر دماغ تک پہنچ جانا۔

(۵) سیگریٹ پینا۔

(۶) منہ میں نسوار رکھنا۔

(۷) مشت زنی کرنا۔(Hand Practice)

(۸) خون ملا ہوا تھوک نکلنا، ہاں اگر خون تھوک سے کم اور اس کا ذائقہ بھی محسوس نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۹) قصداً منہ بھر کر قے کرنا۔

(۱۰) حقنہ لگوانا، یعنی پاخانے کے راستے سے دوائی اندر والے حصے میں داخل کرنا۔ [1]

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

درج ذیل باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۱) بھول کر کھانا۔

(۲) بھول کر پینا۔

(۳) بھول کر بیوی سے جماع کر لینا۔

---

[1] کما ذکرہ في الهدایه، کتاب الصوم، فصل (ما یوجب القضاء والکفارة).

(۴) آنکھ میں دوائی ڈالنا یا سرمہ لگانا۔

(۵) خوشبو سونگھنا۔

(۶) منہ کے اندر کا تھوک نگلنا۔

(۷) انجیکشن اور ڈرپ لگوانا۔

(۸) احتلام ہو جانا۔

(۹) شہوت آمیز خیال آنے سے یا کسی چیز کو دیکھنے سے انزال ہو جانا۔

(۱۰) خود بخود قے ہو جانا۔

(۱۱) متلی آنا۔

(۱۲) دانتوں میں اٹکی ہوئی چیز جو چنے کے دانے سے کم ہو اس کا نگلنا۔

(۱۳) مسواک کرنا۔

(۱۴) مسواک کرتے وقت مسواک کے ریشے کا منہ میں چلے جانا۔

(۱۵) بالوں میں اور جسم پر تیل یا کوئی اور دوا کا خارجی استعمال کرنا۔

(۱۶) مذی کا خارج ہونا۔

(۱۷) بیوی سے بوس وکنار کرنا۔ [1]

روزہ نہ رکھنے کے اعذار:

مندرجہ ذیل اعذار جس کی وجہ سے رمضان کا روزہ چھوڑنے یا توڑ دینے کی اجازت ہے اور بعد میں اس کی قضاء لازم ہوگی۔

① مرض:

اگر کسی شخص کو ایسی بیماری ہو کہ روزہ رکھنے سے مرجانے کا خوف ہو، جسم کے کسی عضو کے

---

[1] كما ذكره في الهدايه ـ كتاب الصوم، باب مايوجب القضاء والكفارة. ج : اول، ص : 125، ط : دارالاحياء التراث، قال (إذا أكل الصائم أو شرب أو جامع نهارا ناسيًا لم يفطر) ... قال (فان نام (فاحتلم لم يفطر) ....الخ.

ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہو، بیماری بڑھ جانے کا قوی خطرہ یا روزہ رکھنے کی وجہ سے موجودہ بیماری سے صحت یابی دیر سے ہوتی ہو تو اس طرح کے کسی بھی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا مباح ہے اور اگر روزے کے دوران مندرجہ بالا اعذار میں سے کوئی عذر شروع ہو تو روزہ توڑنے کی اجازت ہے۔ تاہم بیماری کی شدت کے بارے میں کسی ماہر ڈاکٹر کی رائے کو معیار بنانا چاہیے۔

② سفر:

شرعی سفر ہونا بھی روزہ نہ رکھنے کو مباح کرتا ہے چنانچہ ایسا شخص جو شرعی مسافر ہو (شرعی مسافر سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے شہر اور علاقے سے کم از کم اڑتالیس میل یعنی تقریباً اٹھتر (۷۸) کلومیٹر یا اس سے زیادہ فاصلے پر واقع کسی علاقے اور شہر کی طرف سفر کے لیے نکلا ہو اور اس شہر میں یا کسی دوسری جگہ میں اس کا قیام پندرہ دن سے کم کم ہو ایسا شخص شرعی مسافر ہوتا ہے) اور سفر کے دوران کوئی روزہ شروع ہو جائے تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے البتہ اگر مشقت زیادہ نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل اور بہتر ہے۔

یہ بات یاد رہے کہ اگر روزہ شروع ہونے (یعنی طلوع صبح صادق) کے بعد کوئی سفر کرے تو اس دن کا روزہ توڑنے کی اجازت نہیں بلکہ اس روزے کو پورا کرنا لازم ہے البتہ اس کے بعد سفر کے دوران جو روزے آئیں انہیں نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

③ حمل:

ایسی حاملہ خاتون جس کو روزہ رکھنے سے اس کی اپنی جان یا بچے کے ہلاک ہو جانے کا ظن غالب ہو مثلاً اگر عورت کھانا پینا چھوڑ دے گی تو خود بھوک پیاس کی وجہ سے مر جائے گی یا بھوک و پیاس ناقابل برداشت ہو کر حالت خراب ہو جائے گی، یا درد و تکلیف میں اضافہ ہو جائے گا، اسی طرح اگر کھانا پینا چھوڑ دینے سے پیٹ میں موجود بچے کی جان کو شدید خطرہ لاحق ہوتا ہو تو ایسی صورت میں روزہ چھوڑ دینا اور توڑ دینا جائز ہے۔

④ رضاعت یعنی دودھ پلانا:

وہ عورت جو بچے کو دودھ پلاتی ہو اور کھانا پینا چھوڑ دینے کی وجہ سے دودھ نہ آتا ہو یا اتنا

کم ہو کہ بچے کا گزارہ نہ ہوتا یا خود دودھ پلانے کی وجہ سے عورت بھوک و پیاس سے مشقت و ہلاکت میں پڑ جاتی ہو تو ایسی عورت کے لیے روزہ نہ رکھنے کی اور افطار کرنے کی اجازت ہے۔

⑤ بھوک و پیاس کا شدید ہونا:

ایسی شدید بھوک و پیاس کا لاحق ہونا جس کی وجہ سے ہلاکت کا قوی اندیشہ ہو یا کسی عضو کے تلف ہونے یا عقل میں فتور پیدا ہونے کا غالب گمان ہو تو ایسی صورت میں روزہ افطار کرنا درست ہے چاہے یہ حالت ہو جانے کا اندیشہ صرف بھوک سے ہو، صرف پیاس سے ہو، یا بھوک و پیاس دونوں سے ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔ جیسا کہ آج کل شوگر کے مریضوں کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا ہے۔

⑥ جہاد و قتال کا پیش آنا:

اگر رمضان کی حالت میں دشمن سے جہاد و قتال ہونے لگے اور مسلمان کو قوی اندیشہ ہو کہ روزے کی حالت میں لڑنے سے کمزوری یا دشمن سے مقابلے میں لڑنے میں کمی آئے گی تو ایسی حالت میں بھی روزہ نہ رکھنا اور روزہ رکھ لینے کے بعد اس کا توڑ دینا جائز ہے۔

⑦ اکراہ:

اکراہ سے مراد یہ ہے کہ روزے دار کو کوئی زبردستی روزہ افطار کرنے کا کہے اور روزہ نہ توڑنے پر اسے قتل کرنے، جسم کے کسی عضو کاٹ دینے یا شدید مار پیٹ کی دھمکی دے اور دھمکی دینے والے کے بارے میں روزے دار کو ظن غالب ہو کہ روزہ نہ توڑا تو یہ شخص قتل کر دے گا، جسم کا کوئی عضو کاٹ دے گا یا شدید مار پیٹ کرے گا تو ایسی صورت میں روزہ دار اپنی جان بچانے کی غرض سے روزہ توڑ دے اور بعد میں اس کی قضاء کر دے۔

⑧ کبر سنی یعنی بڑھاپا و ضعف:

اتنا بوڑھا ہونا کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو اور دن بدن کمزوری ہوتی جائے اور پھر اسی حالت میں بندہ فوت ہو جائے ایسے شخص کو شیخ فانی کہتے ہیں ایسے افراد کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور ہر روزے کے بدلہ صدقۂ فطر کی مقدار کے برابر فدیہ ادا کریں پھر اگر وہ

اسی حالت میں فوت ہو جائیں تو روزوں کے بدلے میں فدیہ دینا کافی ہو جائے گا اور اگر ان کو صحت مل گئی اور وہ روزہ رکھنے کے قابل ہو گئے تو پھر انہیں روزوں کی قضاء کرنی پڑے گی۔

حیض ونفاس:

حیض ونفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز ہی نہیں یعنی روزہ لازم نہیں ہوتا جبکہ ان کے علاوہ بقیہ اعذار میں روزہ فرض ہو جاتا ہے البتہ عذر کی وجہ سے نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے لیکن عذر کے باوجود اگر وہ روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ ادا ہو جاتا ہے جبکہ حیض ونفاس کی حالت میں روزہ رکھنا جائز ہی نہیں بلکہ روزہ رکھنا گناہ ہے، حیض ونفاس کی وجہ سے روزہ لازم نہ ہونے کے بارے میں اوپر بات ہو چکی ہے۔

روزے کی قضاء کا حکم:

اگر کسی شرعی معتبر عذر کی وجہ سے روزہ توڑ دیا یا روزہ سرے سے رکھا ہی نہیں تو ایسی صورت میں روزے کی قضاء کرنی پڑے گی اور روزے کی قضاء بھی ویسے ہی ہوتی ہے جیسے روزے کی ادا ہوتی ہے بس نیت میں فرق ہے قضاء روزے میں قضاء کی نیت کرنی پڑے گی۔

روزے کا کفارہ:

اگر جان بوجھ کر بلا عذر رمضان کا فرض روزہ توڑ دیا مثلاً بلا عذر جان بوجھ کر کھا پی لیا یا روزے کی حالت میں بیوی کے ساتھ جماع کر لیا تو ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور روزے کی قضاء کے ساتھ ساتھ روزے کا کفارہ بھی ادا کرنا پڑے گا اور روزے کا کفارہ ساٹھ مسلسل روزے رکھنا ہے، یعنی دو مہینے (ساٹھ دن) لگا تار بغیر کسی دن روزہ چھوڑے روزہ رکھنے پڑیں گے اگر خدانخواستہ درمیان میں ایک دن بھی روزہ چھوڑ دیا تو دوبارہ نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنا پڑیں گے، جیسے کسی نے انچاس روزے رکھے اور پچاسویں دن روزہ نہیں رکھا یا توڑ دیا تو کفارہ ضائع ہو گیا اور یہ انچاس دن کے روزے بھی کفارہ میں شامل نہیں ہو سکتے بلکہ اب دوبارہ کفارہ پورا کرنے کے لیے نئے سرے سے ساٹھ روزے مسلسل رکھنا شروع کرے۔

روزے کے لیے ممنوع ایام:

پورے سال میں کسی بھی دن روزہ رکھنا جائز ہے البتہ سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں بلکہ منع ہے جن میں عید الفطر کا دن اور عید الاضحیٰ اور اس کے بعد ایام تشریق کے تین دن یعنی، یکم شوال اور دس، گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کے ایام، یہ کل پانچ ایام ہیں جن میں روزہ رکھنے کو منع کیا گیا ہے۔

عیدین کے دن روزے کی ممانعت کے بارے میں حدیث میں آتا ہے:

فَقَالَ : "هَذَانِ يَوْمَانِ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صِيَامِهِمَا : يَوْمُ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْيَوْمُ الآخَرُ تَأْكُلُونَ فِيهِ مِنْ نُسُكِكُمْ "❶

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ان دو (عیدین کے) دنوں میں رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھنے سے منع فرمایا، (یعنی) ایک رمضان کے بعد تمہارے عید الفطر کا دن اور دوسرا وہ دن جس میں تم اپنی قربانی (کے گوشت) میں سے کھاتے ہو۔"

اسی طرح عید الاضحیٰ (بقرعید) کے بعد کے تین دن یعنی ایام تشریق میں روزے رکھنا جائز نہیں، آقائے کریم پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ)) ❷

"ایام تشریق (یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ) کھانے پینے کے ایام ہیں۔"

ان ایام کے علاوہ یوم الشک (شک والے دن) یعنی اس دن روزہ رکھنا جس دن رمضان کے شروع ہونے یا نہ ہونے کا شک ہو منع ہے چنانچہ حضرت عمار سے روایت ہے:

---

❶ صحيح البخاري، كتاب الصوم، بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الفِطْرِ ، رقم‌حديث :(1990)، ج : 3، ص : 42. ناشر : دار طوق النجاه.

❷ صحيح مسلم ، كتاب الصوم، بَابُ تَحْرِيمِ صَوْمِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ ، رقم الحديث: (1141)، ص : 800/ج : 2 . ناشر : دار احياء التراث العربي، بيروت.

عَنْ عَمَّارٍ، "مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ" ❶

"جس نے شک والے دن روزہ رکھا تو اس نے نبی کریم ﷺ کی نافرمانی کی۔"

حدیث کی رُو سے ایسے دن روزہ رکھنا بھی منع ہے اس لیے، عیدین، ایام تشریق اور شک والے دن کے روزہ رکھنے سے بچنا ضروری ہے۔

فرض روزوں کے علاوہ سال بھر میں بھی کچھ نفلی روزے مشروع ہیں۔

نفلی روزے:

نماز اور زکوٰۃ کی طرح روزوں کا ایک نصاب اور کورس تو اسلام کا رکن اور گویا شرط لازم قرار دی گئی ہے۔ جس کے بغیر کسی مسلمان کی زندگی اسلامی نہیں بن سکتی، اور وہ رمضان کے پورے مہینے کے روزے ہیں۔ اس کے علاوہ شریعت اسلام میں روحانی تربیت اور تزکیہ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کا خاص تقرب حاصل کرنے کے لیے دوسری نفلی عبادات کی طرح نفلی روزوں کی بھی تعلیم دی گئی ہے، اور بعض خاص دنوں اور تاریخوں کی خاص فضیلتیں اور برکتیں بیان فرما کے ان کے روزوں کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ زبانی تعلیم وتلقین کے علاوہ اپنے عمل سے بھی امت کو ان نفلی رزوں کی ترغیب دیتے تھے، لیکن اسی کے ساتھ آپ ﷺ اس کی بھی پوری احتیاط فرماتے تھے کہ نفلی روزوں میں حد اعتدال سے آگے نہ بڑھیں، اور ان کا اہتمام اور پابندی فرض روزوں کی طرح نہ کریں، بلکہ حدود اللہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے فرائض کو فرائض کی طرح ادا کریں اور نوافل کو نوافل کے درجے میں رکھیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِكُلِّ شَيْءٍ زَكٰوةٌ وَ زَكٰوةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ))❷

---

❶ صحيح البخاری، كتاب الصوم، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: إِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُومُوا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطِرُوا، رقم الحديث: 27/3.

❷ سنن ابن ماجه، كتاب الصوم، باب في الصوم زكوة الجسد، ج1، ص 555، رقم الحديث: 1745، طبع: دار إحيا الكتب العربيه.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کی کوئی زکوۃ ہے (جس کے نکالنے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے) اور جسم کی زکوۃ روزے ہیں۔''

ماہ شعبان میں نفلی روزوں کی کثرت:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ وَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهُ فِیْ شَهْرٍ اَكْثَرَ مِنْهُ صِيَامًا فِیْ شَعْبَانَ))[1]

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دستور (نفلی روزوں کے بارے میں) یہ تھا کہ آپ (کبھی کبھی) مسلسل بلاناغہ روزے رکھنے شروع کرتے، یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا کہ اب ناغہ ہی نہیں کریں گے، اور (کبھی اس کے برعکس ایسا ہوتا کہ) آپ روزے نہ رکھتے اور مسلسل بغیر روزے کے دن گزارتے، یہاں تک کہ ہمیں خیال ہوتا کہ اب آپ بلا روزے کے ہی رہا کریں گے، اور فرماتی ہیں (حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا) کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے علاوہ کسی پورے مہینے کے روزے رکھے ہوں، اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپ کسی مہینے میں شعبان سے زیادہ نفلی روزے رکھتے ہوں (اس حدیث کی بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپ شعبان کے (قریبا) پورے مہینے ہی کے روزے رکھتے تھے)۔''

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الصيام ، باب صيام النبی ﷺ فی غير رمضان واستحباب أن لا يخلي شهرًا عن الصوم، ج:2، ص : 810، رقم الحديث: 175 (1156)، طبع : دار إحياء التراث العربی.

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے:

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ)) [1]

”حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد ماہ شوال میں چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا۔“

ہر مہینہ میں تین نفلی روزے کافی ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمْرِو ابْنِ الْعَاصِ قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يَا عَبْدَ اللّٰهِ! اَلَمْ اُخْبَرْ اَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُوْمُ اللَّيْلَ)) فَقُلْتُ: بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: ((تَفْعَلْ صُمْ وَاَفْطِرْ وَقُمْ وَنَمْ فَاِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَّاِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَاصَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ صُمْ كُلَّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ وَاقْرَءِ الْقُرْاٰنَ فِیْ كُلِّ شَهْرٍ)) قُلْتُ: اِنِّیْ اُطِيْقُ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ، قَالَ: ((صُمْ اَفْضَلَ الصَّوْمِ صَوْمَ دَاوٗدَ صِيَامُ يَوْمٍ وَاِفْطَارُ يَوْمٍ وَاقْرَءْ فِیْ كُلِّ سَبْعِ لَيَالٍ مَرَّةً وَّلَا تَزِدْ عَلٰى ذٰلِكَ)) [2]

---

[1] صحيح مسلم في صحيحه، كتاب الصيام، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال إتباعا لرمضان، ج: 2، ص: 822، رقم الحديث (204) 1164، طبع: دار إحياء التراث العربى.

[2] صحيح مسلم في صحيحه، كتاب الصيام باب النهي عن صوم الدهر لمن تضرر به أو فوت به حقا أو لم يفطر العيدين والتشريق وبيان تفضيل صوم يوم وإفطار يوم: ج: 2، ص: 812، رقم الحديث: 182 (1159) طبع: دار إحياء التراث العربى.

”حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے یہ معمول بنا رکھا ہے کہ تم ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نوافل پڑھتے ہو (کیا واقعہ ایسا ہی ہے؟) میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت! میں ایسا ہی کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ طریقہ چھوڑ دو روزے بھی رکھا کرو اور ناغہ بھی کیا کرو، اسی طرح رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو کیوں کہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے (تمہیں اس کی اجازت نہیں ہے کہ جسم پر حد سے زیادہ بوجھ ڈالو اور اس کے ضروری تقاضے بھی پورے نہ کرو) اسی طرح تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے (کہ تم اس کو سونے اور آرام لینے کا موقع دو) اسی طرح بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تمہارے ملاقاتیوں مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے (تم کو جائز نہیں کہ ان کی حق تلفی کر کے) اللہ کی عبادت کرو۔ سنو) جو ہمیشہ بلاناغہ روزہ رکھے اس نے گویا روزہ رکھا ہی نہیں، ہر مہینے میں تین دن کے نفلی روزے رکھ لینا ہمیشہ روزہ رکھنے کے حکم میں ہے، اس لیے تم ہر مہینے بس تین روزے رکھ لیا کرو اور مہینے میں ایک قرآن (تہجد میں) ختم کرلیا کرو۔ (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں (اس لیے مجھے زیادہ کی اجازت مرحمت فرمایئے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر تم داؤد علیہ السلام کے روزوں کا طریقہ اختیار کرلو، اور یہ کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار (یعنی روزہ کا ناغہ) اور تہجد میں سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرلیا کرو، اور اس سے زیادہ نہ کرو۔“

مہینہ کے تین روزوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا معمول:

”عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ : اَرْبَعٌ لَمْ تَكُنْ يَدَعُهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ صِيَامَ عَاشُوْرَاءَ

وَالْعَشْرِ وَثَلٰثَةِ اَیَّامٍ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ وَرَکْعَتَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ"❶

"حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ چار چیزیں وہ ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں چھوڑتے تھے (۱) عاشورہ کا روزہ۔ (۲) عشرۂ ذی الحجہ۔ (یعنی یکم ذی الحجہ سے یوم العرفہ نویں ذی الحجہ تک) کے روزے۔ (۳) ہر مہینے کے تین روزے۔ (۴) اور قبل فجر کی دو رکعتیں۔"

مطلب یہ ہے کہ یہ چار چیزیں اگرچہ فرض یا واجب نہیں ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا اتنا اہتمام اور ایسی پابندی فرماتے تھے کہ کبھی یہ چیزیں ترک نہیں ہوتی تھیں۔

عَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِیَّةِ اَنَّهَا قَالَتْ: ((سَأَلْتُ عَائِشَةَ اَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَصُوْمُ مِنْ کُلِّ شَهْرٍ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ قَالَتْ: نَعَمْ، فَقُلْتُ لَهَا: مِنْ اَیِّ اَیَّامِ الشَّهْرِ کَانَ یَصُوْمُ؟ قَالَتْ: لَمْ یَکُنْ یُبَالِیْ مِنْ اَیِّ اَیَّامِ الشَّهْرِ یَصُوْمُ))❷

"حضرت معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! آپ ہر مہینے تین روزے رکھتے تھے۔ معاذہ نے پوچھا کہ مہینے کے کس حصے میں (اور کن تاریخوں) میں رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کی فکر نہیں فرماتے تھے کہ مہینہ کے کس حصے میں رکھیں۔"

---

❶ سنن النسائي، كتاب الصيام، باب كيف يصوم ثلاثة أيام من كل شهر، وذكر اختلاف الناقلين للخبر في ذلك، ج 4، ص:220، رقم الحديث:2416، طبع: مكتب المطبوعات الاسلاميه.

❷ صحيح مسلم، كتاب الصيام باب استحباب صيام ثلاثة أيام من كل شهر وصوم يوم عرفة وعاشوراء والاثنين والخميس، ج 2، ص:818، رقم الحديث: 194 (1190) طبع: دار إحياء التراث العربي.

ایام بیض کے روزے:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((یَا اَبَا ذَرٍّ! اِذَا صُمْتَ شَیْئًا مِنَ الشَّهْرِ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ فَصُمْ ثَلٰثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ))❶

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابو ذر! جب تم مہینے کے تین روزے رکھو تو تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کے روزے رکھا کرو۔''

(قریب قریب اسی مضمون کی ایک حدیث سنن نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بھی یہی ہدایت فرمائی تھی۔)

عَنْ قَتَادَةَ بْنِ مِلْحَانَ قَالَ : ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَأْمُرُنَا اَنْ نَّصُوْمَ الْبِيْضَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَاَرْبَعَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ وَقَالَ هُوَ كَهَيْئَةِ الدَّهْرِ))❷

''حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کو حکم فرماتے تھے کہ ہم ایام بیض یعنی مہینہ کی تیرھویں، چودھویں، پندرھویں کو روزہ رکھا کریں۔ اور فرماتے تھے کہ مہینے کے ان تین دنوں کے روزے رکھنا اجر و ثواب کے لحاظ سے ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہے۔''

یوم عاشورہ کا روزہ اور اس کی تاریخی اہمیت:

اوپر جو حدیثیں ہر مہینہ میں تین دن کے نفلی روزوں کے بارے میں درج ہوئیں، ان

---

❶ سنن النسائي ، كتاب الصيام، باب ، ذكر اختلاف على موسى بن طلحة في الخبر في صيام ثلاثة أيام من الشهر، ج 4، ص:222، طبع مكتب مطبوعات الاسلاميه، رقم الحديث: 2424.

❷ سنن أبي داؤد ، كتاب الصيام، باب في صوم الثلاث من كل شهر، ج: 2، ص : 328، رقم الحديث: 2449، طبع المكتبه العصرية صيدا.

میں سے بھی بعض یوم عاشورہ کے روزے کی فضیلت اور ان کے لیے رسول اللہ ﷺ کے خصوصی اہتمام و پابندی کا ذکر ضمناً آچکا ہے ذیل میں چند حدیثیں درج کی جارہی ہیں جو خاص اسی سے متعلق ہیں، اور جن سے اس دن کی خصوصیت اور تاریخی اہمیت بھی معلوم ہوگی۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَوَجَدَ الْیَھُوْدَ صِیَامًا یَّوْمَ عَاشُوْرَاء فَقَالَ لَھُمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((مَا ھٰذَا الْیَوْمُ الَّذِیْ تَصُوْمُوْنَہٗ ؟)) فَقَالُوْا : ھٰذَا یَوْمٌ عَظِیْمٌ اَنْجَی اللّٰہُ فِیْہِ مُوْسٰی وَقَوْمَہٗ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَہٗ فَصَامَہٗ مُوْسٰی شُکْرًا فَنَحْنُ نَصُوْمُہٗ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : ((فَنَحْنُ اَحَقُّ وَاَوْلٰی بِمُوْسٰی مِنْکُمْ)) فَصَامَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَمَرَ بِصِیَامِہٖ))[1]

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہود کو یوم عاشورہ (۱۰ محرم) کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ نے ان سے دریافت کیا (تمہاری مذہبی روایات میں) یہ کیا خاص دن ہے (اور اس کی کیا خصوصیت اور اہمیت ہے) کہ تم اس کا روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو نجات دی تھی اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرقاب کیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے شکر میں اس دن کا روزہ رکھا تھا اس لیے ہم بھی (ان کی پیروی میں) اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے پیغمبر موسیٰ (علیہ السلام) سے ہمارا تعلق تم سے زیادہ ہے اور ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور امت کو بھی اس دن کے روزے کا حکم دیا۔"

---

[1] جامع الترمذي ، كتاب الصيام، باب صوم يوم عاشوراء، ج : 2، ص : 796، طبع: دار إحياء التراث، رقم الحديث: 128 (1130).

عشرۂ ذی الحجہ اور یوم العرفہ کا روزہ:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَا مِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ اَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِی الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ بِصِيَامِ سَنَةٍ وَّقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ))❶

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنوں میں سے کسی دن میں بھی بندے کا عبادت کرنا اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں جتنا کہ عشرۂ ذی الحجہ میں محبوب ہے (یعنی ان دنوں کی عبادت اللہ تعالیٰ کو دوسرے تمام دنوں سے زیادہ محبوب ہے) اس عشرہ کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر ہے، اور اس کی ہر رات کے نوافل شب قدر کے نوافل کے برابر ہیں۔''

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ اِنِّیْ اَحْتَسِبُ عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِیْ بَعْدَهٗ وَالسَّنَةَ الَّتِیْ قَبْلَهٗ))❷

''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ عرفہ کے دن کا روزہ اس کے بعد والے سال اور پہلے والے سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔''

خاص دنوں میں نفلی روزے:

جس طرح اب تک کی درج ہونے والی حدیثوں میں سال کے بعض متعین مہینوں اور مہینوں کی بعض مخصوص تاریخوں میں نفلی روزے رکھنے کی خاص ترغیب دی گئی ہے اسی طرح

---

❶ جامع الترمذي أبواب الصوم، باب ماجاء في العمل في أيام العشر، ج : 2، ص :122، طبع: دارالعرب الاسلامی، رقم الحديث :758.

❷ جامع الترمذي ، كتاب الصوم، باب ماجاء في فضل يوم عرفه، ج 2، ص : 116، رقم الحديث: 749، طبع: دارالغرب الاسلامی بیروت.

ہفتہ کے بعض مخصوص دنوں کے لیے بھی یہ ترغیب دی گئی ہے اور خود رسول اللہ ﷺ کے عمل سے بھی اس بارے میں راہ نمائی ملتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ فَاُحِبُّ اَنْ یُّعْرَضَ عَمَلِیْ وَاَنَا صَائِمٌ))❶

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پیر کو اور جمعرات کو اعمال کی ایک پیشی ہوتی ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے عمل کی پیشی ہو تو میں اس دن روزہ سے ہوں۔“

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ : ((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَصُوْمُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْس))❷

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔“

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ، فَقَالَ : ((فِیْهِ وُلِدْتُ وَفِیْهِ أُنْزِلَ عَلَيَّ))❸

”حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں پیر ہی کے دن

---

❶ جامع الترمذي، باب ماجاء في فضل صوم يوم الاثنين والخميس، ج: 2، ص :115، رقم الحديث: 748 ، طبع: دارالغرب الاسلامی بیروت.

❷ جامع الترمذی، كتاب الصوم، باب ماجاء في صوم يوم الإثنين والخميس، ج: 2 ، ص: 113، رقم الحديث : 745، دارالغرب الاسلامی.

❸ صحيح مسلم ، باب استحباب صيام ثلاثه أيام من كل شهر وصوم يوم عرفه وعاشوراء والإثنين والخميس ج : 2،ص:818، رقم الحديث: 198 (1162) ناشر: دار إحياء التراث العربی.

پیدا ہوا، اور پیر ہی کے دن سے مجھ پر قرآن کا نزول شروع ہوا۔"

یہ چند فرضی روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کی احادیث مبارکہ ہیں جن میں مختلف مواقع اور مختلف ایام میں روزے رکھنے کی فضیلت وارد ہے، اللہ توفیق دیں تو ان ایام میں روزے رکھیں، اس سے اللہ جل شانہ اور جناب رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب ہوگا جو بندہ مومن کی انتہائی تمنا ہوتی ہے۔

كتاب الحج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وللہ علی الناس حج البیت

من استطاع الیہ سبیلا

اور لوگوں میں سے جو لوگ اُس (بیت اللہ) تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں اُن پر اللہ کیلئے اِس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔

(آلِ عمران: 97)

پانچواں رکن:

حج بیت اللہ

اسلامی عبادات میں سے ایک بڑی عبادت حج کی ادائیگی ہے، یعنی ذوالحجہ کے پانچ ایام (آٹھ ذی الحجہ تا بارہ ذی الحجہ) میں مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ اور اس کے آس پاس کے مخصوص مقامات (بیت اللہ، صفا، مروہ، منیٰ، مزدلفہ، عرفات وغیرہ) میں مخصوص طریقہ سے عبادات ادا کرنا حج کہلاتا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے صاحب حیثیت لوگوں پر عمر بھر میں صرف ایک بار بیت اللہ کا حج کرنا فرض کر رکھا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (آل عمران: 97)

"اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔"

یعنی وہ لوگ جن کے پاس مال واسباب موجود ہیں اور وہ بیت اللہ کا حج کرنے کی جانی و مالی طاقت رکھتے ہیں ان پر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : خَطَبَنَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَ: ((أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ ، فَحُجُّوا))[1]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک بار) ہمیں خطبہ دیا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے پس تم حج کرو۔"

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الحج، بَابُ فَرْضِ الْحَجِّ مَرَّةً فِي الْعُمُرِ، الحديث: 975/2. دار إحياء التراث.

حج کس پر فرض ہے؟

حج ہر ایسے عاقل بالغ آزاد مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس اپنی ضرورت سے زائد اتنا مال ہو کہ اس سے مکہ مکرمہ تک جانے، واپس آنے اور وہاں رہنے کے ضروری اخراجات پورے ہوں اور اگر وہ شخص اہل وعیال والا ہے تو اپنے اہل وعیال کے لیے اتنا مال ہونا بھی ضروری ہے کہ اس کے حج پر جانے اور واپس آنے تک اس کے اہل وعیال کے اخراجات کا پورا بندوبست ہو۔ اسی طرح اگر عورت ہے تو اس پر حج فرض ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے خرچ کے ساتھ اس کے پاس اپنے ساتھ کسی محرم مرد کو لے جانے کے اخراجات کا بھی انتظام ہو یعنی دو لوگوں کے حج پر آنے جانے اور وہاں پر رہنے کے ضروری اخراجات کے بقدر مال ہو اس لیے اگر عورت کے پاس حج کے تمام وسائل ہوں مگر محرم نہیں ہے تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

حج کا تعارف:

ذی الحجہ کی آٹھ تاریخ سے لے کر بارہ تاریخ تک ان پانچ دنوں میں مکہ مکرمہ جا کر مخصوص افعال کی ادائیگی کی جاتی ہے اس کو حج کہتے ہیں جس میں احرام (دو چادریں مخصوص طریقے سے) باندھنا، خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگانا جس کو طواف کہتے ہیں، صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگانا (جس کو سعی کہتے ہیں) مزدلفہ، عرفات اور منیٰ میں قیام کرنا، شیطان کو (مخصوص جگہ پر) کنکریاں مارنا، حلق کرنا یعنی سر کے بال منڈھوانا اور قربانی کرنا وغیرہ شامل ہیں، جس کے کرنے کا تفصیلی طریقہ آگے آرہا ہے۔

عمرہ کا تعارف:

عمرہ پورے سال میں کسی بھی دن میں کیا جا سکتا ہے البتہ حج کے ایام میں عمرہ کی ادائیگی مکروہ ہے، عمرے میں احرام باندھ کر بیت اللہ کے گرد سات چکر لگائے جاتے ہیں، اس کے بعد صفا مروہ کے ساتھ چکر لگائے جاتے ہیں اور اس کے بعد سر کے بال منڈھوا کر یا کٹوا کر احرام کھول دیا جاتا ہے یہ عمرے کے افعال ہیں۔

عمرہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ میقات [1] سے پہلے پہلے عمرے کا احرام باندھے، احرام باندھنے کا مطلب یہ ہے کہ مرد سلے ہوئے کپڑے اُتار کر اس کی جگہ دو چادریں باندھے جن میں سے ایک چادر کو بطور تہبند کے باندھ لے اور دوسری جسم کے اوپر والے حصے پر اوڑھ لے اور پاؤں سے جوتے وغیرہ اُتار دے اور ایسی چپل پہنے جس میں پاؤں کی پشت کی اُبھری ہوئی ہڈی نظر آئے۔

حج کی اقسام:

حج کی تین قسمیں ہیں: (۱) حج افراد۔ (۲) حج تمتع۔ (۳) حج قران۔

حج افراد: ...... اس حج کو کہتے ہیں جس میں صرف حج ہوتا ہے حج سے پہلے کوئی عمرہ نہیں ہوتا اس حج میں احرام باندھتے وقت صرف حج کی نیت کی جاتی ہے اور پھر پانچ دنوں میں حج کے افعال ادا کر کے حج کیا جاتا ہے۔

حج تمتع: ...... اس میں حج کے مہینوں میں عمرہ اور حج دونوں ہوتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے عمرے کا احرام باندھ کر عمرہ ادا کیا جاتا ہے اور عمرہ کی ادائیگی کے بعد احرام کھول دیا جاتا ہے اور اس کے بعد جب حج کے ایام آتے ہیں تو حج کا احرام باندھ کر حج ادا کیا جاتا ہے۔

حج قران: ...... اس حج میں عمرہ اور حج دونوں ایک ہی احرام کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں یعنی احرام باندھتے وقت عمرے اور حج دونوں کی نیت کی جاتی ہے جس کے بعد پہلے عمرہ ادا کیا جاتا ہے اور اس کے بعد احرام کھولے بغیر حج کے ایام میں حج ادا کیا جاتا ہے، اس حج کو

---

[1] فقہ کی اصطلاح میں میقات اس مقام کو کہا جاتا ہے جہاں سے گزرتے وقت عازم حج یا عازم عمرہ کا احرام میں ہونا ضروری ہے۔ یعنی: ہر وہ آخری مقام جہاں سے حج یا عمرہ کا ارادہ کرنے والے کا احرام کے بغیر آگے بڑھنا جائز نہیں۔ مقیات کے پانچ مقامات حضور نبی کریم ﷺ نے متعین فرمائے تھے: (۱) ذوالحلیفہ، مدینے سے آنے والوں کے لیے۔ (۲) جحفہ، شام سے آنے والوں کے لیے۔ (۳) قرن المنازل، نجد سے آنے والوں کے لیے۔ (۴) یلملم، یمن سے آنے والوں کے لیے۔ (۵) ذات عرق، عراق سے آنے والوں کے لیے۔

حج قران کہتے ہیں۔

حج کے فرائض:

حج کے اصل فرائض تین ہیں:

(۱) احرام باندھنا یعنی دل سے حج کی نیت کرنا اور تلبیہ پڑھنا۔

"لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لاَشَرِيْكَ لَكَ"

(۲) وقوف عرفات یعنی میدان عرفات میں تھوڑی دیر کے لیے جانا، وقوف عرفہ کا وقت ۹ ذوالحج کے دن زوال کے بعد لے کر اگلے دن کی صبح صادق ہونے تک ہے۔

(۳) طواف زیارت۔

حج کے واجبات:

(۱) میقات سے باہر آنے والوں کے لیے میقات یا اس سے پہلے احرام باندھنا۔

(۲) سعی کرنا۔

(۳) سعی صفا سے شروع کرنا۔

(۴) اگر عذر نہ ہو تو پیدل کرنا۔

(۵) دن کو وقوف عرفہ کرنے والے کے لیے غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا۔

(۶) سعی کا طواف کے کم از کم چار چکروں کے بعد ہونا۔

(۷) عرفات سے امام کے ساتھ واپسی مزدلفہ۔

(۸) مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

(۹) مغرب و عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں مزدلفہ میں ادا کرنا۔

(۱۰) ذوالحج کو صرف پہلے جمرہ (ستون) کو سات کنکریاں اور گیارہ، بارہ ذوالحج کے روز تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا۔

(۱۱) ذوالحج کو رمی حلق سے پہلے کرنا۔

(۱۲) حلق یا تقصیر دس، گیارہ اور بارہ میں سے کسی روز حرم کی حدود کے اندر اندر کرنا۔

(۱۳) عمرہ و حج دونوں کی سعادت حاصل کرنے والے کے لیے قربانی کرنا جو کہ ایام قربانی کے اندر ہو حدود حرم کے بھی اندر ہو نیز رمی کے بعد اور حلق و تقصیر سے پہلے ہو۔

(۱۴) طواف زیارت کا اکثر حصہ ایام قربانی کے اندر ادا کرنا۔

(۱۵) طواف حطیم کعبہ سے باہر کرنا۔

(۱۶) دائیں طرف طواف کرنا۔

(۱۷) عذر نہ ہو تو پیدل طواف کرنا۔

(۱۸) طواف باوضو کرنا۔

(۱۹) طواف کے وقت اپنا ستر ڈھانپنا۔

(۲۰) طواف کے بعد ۲ رکعت پڑھنا۔

(۲۱) رمی قربانی حلق و تقصیر اور طواف زیارت میں ترتیب۔

(۲۲) طواف صدر، ان کے لیے جو میقات سے باہر سے آئے ہوں۔

(۲۳) وقوف عرفہ کے بعد حلق و تقصیر کے بعد جماع نہ کرنا۔

(۲۴) احرام کی پابندیوں کا لحاظ رکھنا۔

طواف زیارت کی کچھ وضاحت:

طواف زیارت کو طواف رکن، طواف حج اور طواف افاضہ بھی کہتے ہیں یہ حج کا رکن ہے۔ اس کے ادا کیے بغیر حج نہیں ہوتا۔ اور اس کا وقت دسویں ذوالحجہ سے بارھویں ذی الحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اور ایام نحر یعنی دسویں ذی الحجہ سے، بارھویں تک کرنا واجب ہے، اس میں رمل ہوتا ہے۔ اس سلے ہوئے کپڑے اگر احرام کھول کر پہن لیے تو اضطباع نہیں ہوتا۔ اور اگر احرام کے کپڑے نہیں اُتارے تو پھر اضطباع بھی کرنا چاہیے۔ اس کے بعد سعی ہوتی ہے، لیکن اگر طواف قدوم کے بعد سعی کر چکا ہو، تو پھر رمل اور سعی نہ کرے۔

حج کی سنتیں:

(۱) طواف قدوم یہ طواف صرف مفرد اور قارن حاجی کے لیے ہے اور اس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

(۲) طواف کا حجر اسود سے شروع کرنا۔

(۳) رمل کرنا۔

(۴) سعی میں دونوں سبز لائٹوں کے درمیان مرد کے لیے دوڑنا۔

(۵) امام کائنات کا سات ذوالحجہ کو خطبہ دینا۔

(۶) ۹ ذوالحجہ کو عرفات میں خطبہ دینا۔

(۷) منٰی پہنچ کر پانچ نمازیں پڑھنا۔

(۹) نویں رات منٰی میں گزارنا۔

(۱۰) ۱۰ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منٰی سے عرفات روانگی۔

(۱۱) وقوف عرفات کے لیے غسل کرنا۔

(۱۲) عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں رات گزارنا۔

(۱۳) ۱۰ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے منٰی روانہ ہونا۔

(۱۴) گیارہ اور بارہ ذوالحج کی راتیں منٰی میں گزارنا۔

(۱۵) ابطح خانہ کعبہ کے قریب ایک مقام ہے جسے وادی محصب بھی کہتے ہیں۔ منٰی سے واپسی پر یہاں کچھ دیر ٹھہرنا۔

رمل اور اضطباع کا معنیٰ:

رمل: رمل کندھے ہلا کر پہلوان کی طرح تیز چلنے کا نام ہے، یہ طواف کرتے وقت پہلے تین چکروں میں کیا جاتا ہے۔ اور باقی چکروں میں رمل نہیں ہے، اس میں بدستور اپنی آہستہ رفتار سے چلیں۔ (اضطباع) احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے کر کے اس کے دونوں طرف بائیں پر ڈال لیں۔ طواف کے وقت ایسا کرنا مسنون ہے اس کو اضطباع کہتے

ہیں۔لیکن خواہش کے لیے نہ رمل ہے اور نہ ہی اضطباع۔ اضطباع طواف کے ساتھ چکروں میں مسنون ہے۔لیکن رمل صرف پہلے تین چکروں میں ہی مسنون ہے۔

حج کا مختصر طریقہ:

حج کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مکہ جاتے ہوئے سب سے پہلے احرام باندھا جائے ،مرد کے لیے احرام دو چادریں ہوتی ہیں جس میں ایک چادر مرد بطور تہبند کے باندھے اور دوسرے چادر جسم پر اوپر اوڑھ لے، احرام باندھنے سے پہلے غسل یا وضو کرنا، سر اور داڑھی پر تیل لگانا بہتر ہے احرام باندھنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے یہ احرام کے نفل کہلاتے ہیں دو رکعت پڑھنے کے بعد نیت کرے (اگر حج افراد کا احرام باندھا ہو تو صرف حج کی نیت کرے اور اگر حج تمتع کا احرام باندھا ہو تو صرف عمرہ کی نیت کرے اور اگر حج قران کا احرام باندھا ہو تو عمرے اور حج دونوں کی نیت کرے) اور تلبیہ پڑھے (تلبیہ ان الفاظ کو کہا جاتا ہے :لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لاَشَرِيْكَ لَكَ) اور دعا مانگے کہ یا اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں آپ اس کو قبول فرمالیں، نیت اور تلبیہ پڑھتے ہی اب احرام کی پابندیاں شروع ہو گئیں ،عورت کا احرام یہ ہے کہ اپنے پہنے ہوئے کپڑے جس میں اس کا ستر یعنی پورا جسم چھپا ہوا ہو سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے یہی اس کا احرام ہے دو رکعت پڑھنے کے بعد مرد کی طرح عورت بھی جب نیت کرے گی تو اس کا احرام شروع ہو جائے گا جس کے ساتھ احرام کی پابندیاں بھی لازم ہو جائیں گی۔

حج کے افعال ۸ ذوالحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک پانچ دنوں میں ادا ہوتے ہیں جس کی ترتیب کچھ اس طرح سے ہے کہ ۸ ذی الحجہ کی صبح کو غسل یا وضو کر کے احرام باندھیں اور اگر وقت مکروہ نہ ہو تو سر چھپا کر دو رکعت احرام کے نفل پڑھیں اور (مرد) سر کھول کر دل سے نیت کرے کہ اے اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں اسے میرے لیے آسان فرما دیجئے اور قبول فرما لیجئے اس کے بعد تلبیہ کہیں (تین دفعہ تلبیہ کہنا مستحب ہے) اب احرام اور اس کی پابندیاں شروع ہو گئی ہیں، اب منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں منیٰ پہنچنے کے بعد بقیہ دن اور اگلی رات منیٰ

میں گزاریں اور نمازیں ادا کریں، اگلے دن (یعنی 9 ذی الحجہ) جب سورج طلوع ہو جائے تو منیٰ سے عرفات کی طرف چل پڑیں اور زوال کے بعد وقوف عرفات کریں (یعنی عرفات کے میدان میں رکے رہیں) اور غروب آفتاب یعنی مغرب تک رُکے رہیں، وقوف عرفہ کے دوران، تلبیہ، ذکر واذکار، استغفار اور دعاؤں کا خوب اہتمام کریں۔

غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر عرفات سے مزدلفہ کے لیے نکل پڑیں اور راستے پر تلبیہ اور ذکر واذکار جاری رکھیں، مزدلفہ پہنچ کر عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ادا کریں اور رات مزدلفہ میں گزاریں اور (دس ذی الحجہ) فجر ہوتے ہی سے اول وقت میں فجر کی نماز ادا کریں اور اس کے بعد سورج نکلنے تک وہاں وقوف کریں اور تسبیح وتہلیل او رذکر واذکار کرتے رہیں جب سورج نکلنے کے قریب ہو تو مزدلفہ چھوڑ کر منیٰ کی طرف روانہ ہو جائیں اور بہتر ہے کہ جمرہ عقبیٰ کی رمی کے لیے سات کنکریاں مزدلفہ سے اُٹھالیں اور راستے میں تلبیہ پڑھتے ہوئے جائیں، مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جاتے ہوئے راستے میں ایک جگہ وادی محسر آتی ہے یہاں پر ابرہہ کا لشکر ہلاک ہوا تھا یہاں سے گزرتے ہوئے سر جھکاتے ہوئے اور اپنے اوپر خوف وہیبت طاری کرتے ہوئے جلدی سے گزر جائیں۔

آج دس ذی الحجہ ہے منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کریں آج دس ذی الحجہ کو صرف یہی ایک رمی ہوگی، آج کی رمی زوال سے پہلے کرنا افضل ہے، رمی کرنے سے پہلے اب تلبیہ کہنا بند کر دیں اور دوسرے ذکر واذکار کریں۔

رمی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سات کنکریاں ساتھ لے جائیں اور ستون (جس کو کنکریاں مارنی ہیں اس) سے کچھ فاصلے میں اس طرح کھڑے ہوں گے کہ منیٰ آپ کے دائیں جانب ہو اور مکہ مکرمہ بائیں جانب ہو، اور کنکری کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی اُنگلی سے پکڑ کر ستون کی طرف ایک ایک کر کے سات کنکریاں ماریں اور کنکری مارتے وقت بسم اللہ، اللہ اکبر کہتے جائیں اور ساتھ یہ دعائیں پڑھیں: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّذَنْبًا مَّغْفُوْرًا۔

رمی سے فارغ ہو کر اپنے مقام کی طرف لوٹ آئیں اور قربانی کریں، جب قربانی کر

چکے تو اپنے سر کے بالوں کا حلق کر دیں اور اگر پورے سر کے بال اُنگلی کے پورے کے بقدر کاٹ لیں تو یہ بھی درست ہے البتہ حلق کروانا افضل ہے، خواتین پورے سر کے بال اُنگلی کے کم از کم ایک پورے کے بقدر کاٹیں اور اگر چوتھائی سر کے بالوں میں سے ایک پورے کے بقدر بال کاٹ لیں تو یہ بھی جائز ہے۔

حلق یا قصر کرنے کے بعد احرام کی تمام پابندیاں ختم ہوگئیں البتہ بیوی سے جماع کرنے کی پابندی برقرار ہے۔

قصر کرنے کے بعد مکہ مکرمہ جا کر طواف زیارت کریں، طواف زیارت حج کا دوسرا اہم رکن ہے اس کی ادائیگی دس ذوالحجہ کو کرنا افضل ہے البتہ گیارہ اور بارہ ذی الحجہ یعنی ان تین دنوں میں بھی طواف کیا جا سکتا ہے۔

طواف کرنے کے بعد صفا مروہ کی سعی کرنے، طواف وسعی سے فارغ ہونے کے بعد منٰی واپس آئے اور رات وہیں گزارے۔

اگلے دن گیارہ ذی الحجہ کو تینوں جمرات، جمرہ اولی، جمرہ وسطی اور جمرہ عقبی، تینوں کی زوال سے پہلے رمی کرے اور ہر ایک پر ترتیب سے سات سات کنکریاں مارے، اگر رش زیادہ ہو تو یہ رمی زوال کے بعد بھی کر سکتے ہیں، اور اگر شدید مشقت اور جان جانے کا خدشہ ہو تو رات کو بھی کر سکتے ہیں خاص طور پر بوڑھے، ضعیف اور خواتین کے لیے رات میں کرنا بلا کراہت درست ہوگا۔

جمرہ عقبی اور جمرہ وسطی کے بعد دعا کرے لیکن جمرہ عقبی کے بعد دعا کے لے نہ رُکے۔

اگلے دن بارہویں ذی الحجہ کو زوال کے بعد بھی اسی طرح تینوں جمرات کی رمی کرے اور ہر ایک رمی میں سات سات کنکریاں مارے جس کا طریقہ وہی ہے جو اُوپر بیان ہوا۔

بارھویں تاریخ کی رمی کرنے کے بعد حاجی کو اختیار ہے کہ منٰی میں رکا رہے یا مکہ واپس چلا آئے لیکن اگر حاجی تیرھویں ذی الحجہ کی صبح منٰی میں رہا تو اس پر تیرھویں ذی الحجہ کی رمی بھی واجب ہوگی۔

اب حج کے اعمال پورے ہو گئے البتہ مکہ مکرمہ سے رخصت ہونے سے پہلے ایک طواف کرنا واجب ہے اس کو طواف وداع کہتے ہیں جو باہر سے آنے والے حاجیوں پر واجب ہے، یہ طواف نفلی طواف کی طرح ہوگا اس میں نہ اضطباع ہے اور نہ ہی رمل ہے نیز اس میں طواف کے بعد سعی بھی نہیں ہے۔

حج کا تعارف اور اس کا طریقہ ہم نے اختصار کے ساتھ یہاں ذکر کیا ہے، حج چونکہ ایک عمل کا نام ہے جس میں بہت سے فرائض، واجبات، سنن، مستحبات اور آداب ہیں، اس لیے حج کرنے سے پہلے اس کی تربیت لینا ضروری ہے تا کہ حج کرنے میں کوئی غلطی واقع نہ ہو، اس لیے اس کی تفصیلات اور تربیت بوقت ضرورت علماء کرام و مفتیان عظام سے معلوم کر کے عمل کریں۔

اللہ رب العزت

کا

پسندیدہ دین

اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا،

تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو

دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کیا۔

(المائدہ:3)

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کو تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم کر دیا، آپ ﷺ کے دین سے گذشتہ تمام ادیان کے احکامات منسوخ ہو گئے یہ وہ دین ہے جس کی حفاظت کا وعدہ خود براہِ راست اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے اس دین کو ایک ایسی راہِ اعتدال سے تعبیر فرمایا جس پر چلنے والا دنیا اور آخرت کی سعادت اور نجات حاصل کر لیتا ہے اور جو شخص اس راستے سے ہٹتا ہے وہ گمراہ ہو کر برباد ہو جاتا ہے کیونکہ اس دین کے خلاف کسی دوسرے دین کو اختیار کرنا اس فطری دین کو چھوڑنا ہے جس کی صلاحیت دے کر ہر انسان کو پیدا کیا گیا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ﴾ (الروم: 30)

"لہٰذا تم یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر چلو جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جا سکتی۔"

اسلام دینِ فطرت ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک پاکیزہ مزاج اور صلاحیت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے جس کی وجہ سے انسان ہر اچھائی اور نفع بخش چیز کی طرف میلان رکھتا ہے اور ہر اس چیز سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے جو بُری اور نقصان دہ ہو، آپ دیکھتے ہیں کہ انسان طبعی طور پر کھانے پینے

میں مفید چیزوں کو پسند کرتا ہے اور نقصان دہ اور ناپاک چیزوں سے نفرت رکھتا ہے، ایسے ہی آپ دیکھتے ہیں کہ وہ کسی اچھے صفات کے حامل نیک لوگوں کے پاس بیٹھنے کو پسند کرتا ہے اور بداخلاق و بدکردار لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، اچھے، شریف اور نیک لوگوں کی قدر انسان میں طبعی طور پر پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ ان کا دل سے احترام کرتا ہے جبکہ ایسا مخلصانہ رویہ وہ کسی بدکار، بداخلاق اور بُرے کردار والے کے ساتھ نہیں اپناتا اور نہ ایسے لوگوں کی دل سے قدر کرتا ہے۔

یہ انسان کی وہ فطرت اور صلاحیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے دل میں قدرتی طور پر رکھی ہے جس کی وجہ سے انسان طبعی طور پر نیکی اور بھلائی کی طرف مائل ہوتا ہے، انسان کے دل میں قبولِ حق وخیر کی یہ صلاحیت پیدائشی طور پر بالکل ایسی ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں میں دیکھنے اور کانوں میں سننے کی صلاحیت شروع ہی سے رکھی ہے، چنانچہ جب تک انسان کا دل اس پیدائشی اور تخلیقی صفت پر برقرار رہتا ہے یہ حق کو قبول کرتا ہے اور ہدایت کی منزلیں طے کرتا ہے لیکن اگر کسی نفسانی خواہش یا کسی دوسری وجہ سے قبولِ حق کی یہ صلاحیت ٹھنڈی پڑجائے تو انسان گمراہی کا شکار ہوکر باطل کی پیروی کرنے لگ جاتا ہے، صحیح مسلم میں حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وإني خلقت عبادي حنفاء كلهم ، وإنهم أتتهم الشياطين فاجتالتهم عن دينهم ، وحرمت عليهم ما أحللت لهم ، وأمرتهم أن يشركوا بي مالم أنزل به سلطانا))[1]

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الجنة وصفة نعيمها وأهلها، ج 4/ ص : 2197، ط: داراحياء التراث، رقم الحديث (2865). باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، عن عياض بن حمار المجاشعي.

اور میں نے اپنے تمام بندوں کو ایک دین پر چلنے والا پیدا کیا (لیکن پھر) ان کے پاس شیاطین آئے اور انہیں ان کے دین سے پھیر دیا، اور ان پر وہ چیزیں حرام کردیں جو میں نے ان کے لیے حلال کی تھیں، اور ان شیاطین نے میرے بندوں کو میرے ساتھ شرک کرنے کا حکم دیا جس (کی تائید) پر میں نے کوئی دلیل نازل نہیں کی (یعنی جس کا میں حکم نہیں دیا)۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتایا ہر بچہ اسلام کو قبول کرنے کی صلاحیت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے لیکن خارجی عوامل وحوادث بچے کی اس فطرت کو تبدیل کر دیتے ہیں چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مامن مولود إلا يولد على الفطرة ، فأبواه يهودانه وينصرانه ويمجسانه، كما تنتج البهيمة بهيمة جمعا، هل تحسون فيها من جدعاء؟))[1]

"ہر بچہ فطرت اسلام (قبول اسلام کی صلاحیت) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اس بچے کو یہودی، نصرانی اور مجوسی بنادیتے ہیں، جیسا کہ جانور صحیح سالم بچے کو جنم دیتا ہے، کیا تم جانور کے (اس جنم دیے ہوئے) بچے کو پیدائش کے وقت ناک یا کان کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ (یعنی جس طرح عام طور پر جانور کا بچہ پیدائش کے وقت عیوب سے پاک صحیح سالم ہوتا ہے اسی طرح ہر انسان پیدائش کے وقت اسلام کی فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے)۔

نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتادیا کہ صحیح فطرت جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے وہ دین اسلام کی اتباع کرنا ہے ایسے باطل اور غلط ادیان کی اتباع کرنا ہرگز فطرت صحیحہ نہیں جو اسلام سے دور کرنے والے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ نے ان ادیان کو مشروع اور جائز کیا ہے۔

آپ غور فرمائیں جو حدیث ہم نے اوپر ذکر کی ہے اس میں والدین کے بارے میں یہ تو

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرةوحكم موت أطفال الكفار وأطفال المسلمين، ج : 4، ص : 2356، رقم الحديث : 22، رقم الحديث : [2658].

کہا گیا ہے کہ والدین بچے کو یہودی، عیسائی یا آتش پرست بنا دیتے ہیں لیکن مسلمان بنانے کا ذکر حدیث میں نہیں کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور بچہ مسلمان ہی پیدا ہوتا ہے والدین اسے مسلمان نہیں بناتے، ایک دوسری حدیث جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام دین فطرت ہے:

((مامن مولود يولد إلا وهو على الملة)) وفي رواية أبي بكر، عن أبي معاوية: ((إلا على هذه الملة، حتى يبين عنه لسانه))[1]

"ہر بچہ اسی دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اسی کو اپنی زبان سے بیان کرتا ہے۔ یعنی جب بولنے لگتا ہے اور سمجھ دار ہو جاتا ہے تو اسی اسلام کا اقرار کرتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے۔

جو شخص اسلام کی تعلیمات کو جان لے اسے واضح طور پر اس بات کا علم ہو جائے گا کہ اسلام ہی وہ برحق مذہب ہے جس کو اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ اس کی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں اور اس کا کوئی حکم انسانی فطرت کے خلاف نہیں۔ مثلاً اسلام ایک خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے کا حکم دیتا ہے جو ساری کائنات کو پیدا کرنے والا ہے، جس کے قبضہ قدرت میں ساری جہاں کی بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور فطرت سلیمہ یہ تقاضا کرتی ہے کہ احترام اور عزت اسی کی ہو جو صفات اور خوبیوں کا حامل ہو اور اللہ تعالیٰ جو تمام عزتوں اور اچھی صفات کا حامل و مالک ہے اس ذات کا احترام، اس کی عبادت اور اطاعت فطرت انسانی کے لیے کیونکر قابل قبول نہ ہو۔

اسلام کی تعلیمات پاکیزہ اور پاک چیزوں کے کھانے کو حلال کرتی ہے اور گندگی اور غلاظت والی اشیاء کو حرام قرار دیتی ہے، اور فطرت سلیمہ بھی پاکیزہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور

---

[1] صحيح مسلم، كتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة وحكم موت أطفال الكفار وأطفال المسلمين، رقم الحديث: [2658].

گندی چیزوں سے نفرت کرتی ہے، معلوم ہوا کہ اسلام کے احکام بھی فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہیں۔

اسلامی تعلیمات اچھے اخلاق وصفات کو اپنانے اور بُرے اخلاق ورزائل سے منع کرتی ہیں اور فطرت سلیمہ اچھے اخلاق وصفات کو اپنانے کو پسند کرتی ہے اور بُرے اور گندے اخلاق ورزائل سے دور بھاگتی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((ثم أتيت بإناء ين : في أحدهما لبن وفي الآخر خمر ، فقال : اشرب أيهما شئت ، فأخذت اللبن فشربته ، فقيل: أخذت الفطرة أما إنك لو أخذت الخمر غوت أمتك))[1]

"پھر (شب معراج میں) میرے پاس دو برتن لائے گئے جن میں سے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب تھی اور (کہنے والے نے مجھے) کہا کہ ان دو پیالوں میں سے ایک جو آپ چاہیں پی لیں، تو میں نے دودھ والا برتن لے کر پی لیا، تو مجھے کہا گیا کہ آپ نے فطرت (سلیمہ) کو چُن لیا، اگر آپ شراب والا پیالہ لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہوجاتی۔

نبی کریم ﷺ جو پاکیزہ فطرت کے اعلیٰ درجے پر ہیں آپ ﷺ نے بھی فطرت کے مطابق دودھ کا انتخاب کرکے اپنی اُمت کو ہدایت، پاکیزگی اور فطرت سلیمہ کو اپنانے کی راہنمائی فرمائی۔

اسلام کیا ہے:

دنیا میں ہر مذہب کی نسبت کسی نہ کسی فرد یا علاقے وغیرہ کی طرف ہوا کرتی ہے، چنانچہ یہودیت کی نسبت یہودا کی طرف ہے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام ہے، نصرانیت کی نسبت انصاری کی طرف ہے جو ایک گاؤں کا نام ہے اسی طرح بدھ مت کی نسبت

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب (أحاديث الأنبياء) ، باب قول الله تعالى : [وهل أتاك حديث موسى] (طه : 9) [وكلم الله موسى تكليما] (النساء:164) ، رقم الحديث :[3394].

گوتم بدھ کی طرف ہے جو اس مذہب کا بانی اور موجد تھا۔

اسلام کی نسبت اس خاص صفت اور معنی کی طرف ہے جو لفظ اسلام میں پایا جاتا ہے اور وہ ہے اس دین کو مشروع کرنے والی ذات یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا، اس کے احکام کو ماننا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس دین کو اسلام یعنی ماننے اور تسلیم کرنے کا نام دیا کیونکہ مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو مانتے ہوئے اس کو ایک خدا تسلیم کرے اور اس پر ایمان لائے اور اس کے اوامر اور نواہی کے سامنے بلا چوں و چراں کیے سر جھکا دے۔

اسی سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ لفظِ اسلام خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دین کسی انسان کا اپنا ذاتی بنایا ہوا دین نہیں اور نہ یہ کسی خاص گروہ اور جماعت یا زمین کے کسی حصے کا دین ہے بلکہ اسلام اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اس دین کا نام ہے جس کو اپنانے والے تمام لوگ دوسروں سے اسلامی صفات کے ساتھ ممتاز اور جدا ہوتے ہیں۔

بہر حال اسلام اس دین کا نام ہے جو ایک خدائے واحد کی عبادت کرنے، اس کو ایک ماننے، اس کے احکامات کے سامنے سر جھکانے، اس کے اوامر کی اطاعت کرنے اور اس کے نواہی سے بچنے کا نام ہے اور اسی بات کی دعوت دینے کے لیے نبی کریم سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو خواہشات نفسانی سے نکلنے اور ایک خدائے واحد کی عبادت کرنے، اس کے سامنے جھکنے، اس کے احکامات کو ماننے اور ہر اطاعت کو کرنے اور برائی سے بچنے کی تبلیغ فرمائی تاکہ انسان اپنے دل کو کفر و شرک کی تمام باتوں سے نکال کر ایک خدا تعالیٰ کی محبت اس کی عبادت اور طاعت کے لیے پاک و صاف کر دے اور اسلام کی بلندیوں پر فائز ہو کر اپنے آپ کو کفر کی تاریکیوں سے دور کر دے اور ایمان کے بعد دوبارہ کفر اختیار کرنے کو اتنا ہی برا سمجھے جتنا کوئی جل جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((وأن يكره أن يعود في الكفر كما يكره أن يقذف في النار))[1]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، رقم الحديث: 16.

"اور یہ کہ وہ (مؤمن) ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر ہوجانے کو اتنا ہی بُرا جانے جتنا کوئی آگ میں پھینک دیے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔"

اسلام تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا دین ہے:

کرۂ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اس کے سامنے جھکیں، اس کے احکامات کی پیروی کریں اور اس کی طرف سے منع کی ہوئی چیزوں سے بچیں چاہیں ان لوگوں کا تعلق کسی بھی زمانے یا علاقے سے ہو، چنانچہ اس دنیا میں شروع میں تمام انسان صرف اور صرف ایک خدا تعالیٰ کے پیروکار تھے لیکن اس کے بعد جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا لوگ دنیا میں پھیلتے گئے اور حالات کی تبدیلیوں کا شکار ہونے لگے تو انھوں نے اپنے خواہشات کی پیروی کرنا شروع کر دی تو وہ حق سے دور ہو گئے اور باطل و غلط نظریات و عقائد کی پیروی کرنے لگے، جس سے وہ راہ اعتدال سے ہٹ گئے اور دین برحق سے دور ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صحیح دوبارہ دین حق کی طرف بلانے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنے کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا تا کہ وہ ان لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت کریں اور غلط راستے سے دور کر دیں اور ان کو اسی ایک دین برحق کی اطاعت پر لے آئیں جو ان سے مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ (الأنبياء : 25)

"اور (اے محمد ﷺ!) تم سے پہلے ہم نے کوئی رسول ایسا نہیں بھیجا جس پر ہم نے یہ وحی نازل نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں، لہذا میری عبادت کرو۔"

جن لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کی بات مان لی اور ایمان لے آئے وہ مسلمان ہو گئے اور یہ مسلمان نام اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ماننے والے موحد بندوں کو دیا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ﴾ (الحج: 78)

"اس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا، اور اس (قرآن) میں بھی۔"

قرآن کریم ہمیں اس بات کی خبر دیتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اسلام کی دعوت دیتے تھے اور جن لوگوں نے ان کی اتباع کی وہ مسلمان تھے، چنانچہ قرآن کریم میں حضرت نوح علیہ السلام کی بات یوں نقل کی ہے:

﴿وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝﴾ (یونس: 72)

"اور مجھے (یعنی نوح کو) یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں (یعنی فرمانبرداروں) میں شامل رہوں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے:

﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۠﴾ (البقرة: 128)

"اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں (یعنی ابراہیم اور اسماعیل) کو اپنا مکمل فرمانبردار بنا لے، اور ہماری نسل سے بھی ایسی اُمت پیدا کر جو تیری پوری تابع دار ہو۔"

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو جو وصیت کی تھی قرآن کریم نے اس وصیت کو اس طرح بیان کیا:

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ۭ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝﴾ (البقرة: 133)

"کیا اس وقت تم خود موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آیا تھا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ ان سب نے کہا تھا کہ ہم سب اسی ایک خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق (علیہم السلام) کا معبود ہے اور ہم سب صرف اسی کے (مسلمون یعنی ماننے والے) فرمانبردار ہیں۔"

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے ارشاد فرمایا:

﴿ وَقَالَ مُوسَىٰ يَٰقَوْمِ إِن كُنتُمْ ءَامَنتُم بِٱللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّسْلِمِينَ ﴾ (یونس: 84)

"اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اے میری قوم! اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو تو پھر اسی پر بھروسہ رکھو اگر تم مسلمان (یعنی فرمانبردار) ہو۔"

اور حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا قرآن کریم نے یوں ذکر کی:

﴿ تَوَفَّنِى مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِى بِٱلصَّٰلِحِينَ ﴾ (یوسف: 101)

"مجھے اس حالت میں دنیا سے اُٹھانا کہ میں مسلمان (یعنی تیرا فرماں بردار) ہوں، اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کرنا۔"

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کہ بات جو انہوں نے ملکہ بلقیس کی طرف حکم بھیجا یوں ذکر فرمائی:

﴿ أَلَّا تَعْلُواْ عَلَىَّ وَأْتُونِى مُسْلِمِينَ ﴾ (النمل: 31)

"میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، اور میرے پاس مسلمان (یعنی تابع دار) بن کر چلے آؤ۔ حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر قرآن کریم نے یوں کیا ہے:

﴿ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ ٱلْمُسْلِمِينَ ﴾ (الذاریات: 36)

"اور اس میں ایک گھر کے سوا ہم نے کسی اور گھر کو مسلمان (مؤمن) نہیں پایا۔" (یعنی حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کے سوا اس بستی میں کوئی گھر مسلمانوں کا نہیں تھا)۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین (ساتھیوں) کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَمَّآ أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ ٱلْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِىٓ إِلَى ٱللَّهِ ۖ قَالَ ٱلْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ ٱللَّهِ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَٱشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴾ (آل عمران: 52)

"اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے محسوس کیا کہ وہ کفر پر آمادہ ہیں، تو انہوں نے (اپنے پیروں سے) کہا کون کون لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرے مددگار ہوں، حواریوں نے کہا: ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان

لا چکے ہیں، اور آپ گواہ رہیے کہ ہم مسلمان (فرمانبردار) ہیں۔"

پس تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت اسلام کی طرف تھی کیونکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا رب اور ان کا دین ایک ہے اگرچہ ان کی شریعتیں (احکامات الٰہی) مختلف رہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

((الْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ مِنْ عَلَّاتٍ ، وَأُمَّهَاتُهُمْ شَتَّى، وَدِينُهُمْ وَاحِدٌ)) [1]

"تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) آپس میں باپ شریک بھائی ہیں اور ان کی مائیں الگ الگ ہیں، اور ان کا دین ایک ہے۔ یعنی تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) کا دین ایک ہے اور ان کی شریعتیں مختلف ہیں جیسے کہ باپ شریک بھائی کا باپ تو ایک ہوتا ہے لیکن ان کی مائیں الگ الگ ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا وہ دین جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام لائے وہ دین اسلام ہے، اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾ (آل عمران 19)

"بے شک (معتبر) دین تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔"

اللہ تعالیٰ دین اسلام کے علاوہ کوئی دین بندوں سے قبول نہیں فرمائیں گے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (آل عمران: 85)

"جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا، تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا، اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔"

❁❁❁

[1] صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل عیسی علیه السلام، رقم الحدیث 2365.

ارکانِ اسلام

اسلام ایک مضبوط عمارت کی مانند ہے جس کی تعمیر انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے مرکب ہے اور اس عمارت کی بنیاد کچھ ارکان اور احکام ہیں جن کو ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا کہ:

((بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ، وإقام الصلاة ،وإيتاء الزكاة ، والحج، وصوم رمضان))[1]

"اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کے ایک اور محمد ﷺ کے آخری نبی (ﷺ) ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"

❁❁❁

[1] صحيح البخاري ، كتاب الإيمان، باب قول النبي ﷺ : بنى الإسلام على خمس، رقم الحديث : 8 عن ابن عمر.

ارکانِ اسلام کی وضاحت

پہلا رکن "لا إله إلا الله محمد رسول الله" کی گواہی اور اقرار:

اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے اور محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کی گواہی، اسلام کی ارکان میں سے بنیادی رکن ہے اور اسلام میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اس کلمہ کا زبان اور دل سے اقرار کرے، اس کلمہ طیبہ کے دو جزء ہیں: پہلا جزء "لا إله إلا الله" اور دوسرا جزء "محمد رسول الله" ہے۔

لا إله إلا الله : کا اقرار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی ایسا معبود نہیں جو عبادت اور ربوبیت کا مستحق ہو عبادت کے لائق صرف وہی ذات ہے وہ اس کائنات کا خالق و مالک ہے اس کے قبضہ قدرت میں ساری کائنات ہے، فرشتے انبیاء کرام علیہم السلام، نیک و بزرگ ہستیاں، اولیاء کرام، نباتات، جمادات، سورج، چاند، ستارے اور قبروں والے سب کے سب اس کے محتاج ہیں ان میں کوئی مخلوق بھی عبادت کے لائق اور قابل نہیں۔ کیونکہ یہ ساری اشیاء اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ مخلوقات ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت میں لگنا حماقت اور گمراہی ہے، عبادت صرف اور صرف ایک اس ذات کے لیے ہے جس کے سامنے ہر چیز سر جھکاتی ہے اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾﴾ (آل عمران: 18)

"اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے، اور فرشتوں اور اہل علم نے بھی، کہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے انصاف کے ساتھ (کائنات) کا انتظام

سنبھالا ہوا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، جس کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل ہے۔"

خلاصہ یہ کہ کلمہ توحید (یعنی لا إله إلا الله) اسلام کا شعار اور اسلام میں داخل ہونے کی کنجی ہے کیونکہ کلمہ توحید کے اقرار کر لینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے اور اس کی عبادت کے لیے سر جھکانے والا بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا ہر چیز کی عبادت سے جان چھڑا لیتا ہے۔ اسی کو مشکل کشا اور حاجت روا، داتا اور غریب نواز سمجھتا ہے، قولی اور فعلی ہر قسم کی عبادات اسی ذات کے لیے ہیں ان میں سے کوئی صفت اس کی مخلوق میں نہیں ہے۔

کلمہ توحید کے دوسرے جزء (محمد رسول اللہ):

کلمہ کے اس دوسرے جزء کا اقرار کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ اپنے پیارے حبیب سیدنا محمد ﷺ کو تمام انسانوں چاہے وہ عربی ہو یا عجمی ہو، کالا ہو یا گورا ہو، کرہ ارض کے کسی بھی کونے میں رہتا ہو سب کی طرف اپنا آخری نبی (ﷺ) بنا کر بھیجا تاکہ تمام انسان اللہ تعالیٰ کے دین پر کامل ایمان لے آئیں۔

آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لانے اور ایمان کے تقاضوں پر چلنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کی خوشخبری دی اور اللہ تعالیٰ کے دین کا انکار کرنے والوں اور گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم کی آگ سے ڈرایا تاکہ یہ سب لوگ ایک اللہ تعالیٰ کے ماننے والے اور اس کی عبادت کرنے والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے جنت میں جانے کا سامان مہیا کر لیں۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ (سبأ: 28)

"اور (اے پیغمبر ﷺ!) ہم نے تمہیں سارے ہی انسانوں کے لیے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے، اور خبردار بھی کرے۔"

حضور اقدس ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنے میں تین باتیں شامل ہیں۔

(۱) زبان سے حضور ﷺ کی نبوت کا اقرار کرنا۔

(۲) نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے احکامات لے کر آئے ہیں ان کی تصدیق کرنا۔

اس لیے آپ ﷺ نے جتنے احکامات ہم تک پہنچائے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے ہی احکام ہیں آپ ﷺ نے اپنی طرف سے کوئی حکم بیان نہیں فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ جس بات کا حکم آپ ﷺ کو فرماتے آپ ﷺ اسی چیز کا پیغام اُمت کو پہنچایا کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان میں ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ (النجم: 3-4)

"اور یہ (نبی ﷺ) اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔"

(۳) حضور اکرم ﷺ کی اطاعت کرنا یعنی جن باتوں کا آپ نے حکم دیا ہے اس پر عمل کرنا اور جن باتوں سے منع فرمایا ہے ان سے بچنا کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پیغامات اور احکامات پہنچانے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر: 7)

"اور رسول (ﷺ) تمہیں جو کام دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رُک جاؤ۔"

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النساء: 80)

"جو رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔"

اسلام کا دوسرا رکن: نماز کا قائم کرنا:

نماز قولی اور فعلی عبادت کی ایک مخصوص شکل ہے جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہوتی ہے اور سلام پر ختم ہوتی ہے، ایمان کے بعد نماز قائم کرنا اسلام کا اہم ترین حکم ہے جس کو اسلام کا ستون قرار دیا گیا ہے، یہی وہ عبادت ہے جس کے متعلق قیامت کے دن سب سے پہلے ہر بندے سے پوچھ ہوگی، اللہ تعالیٰ نے اس نماز پڑھنے اور قائم کرنے کو مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: 45)

"بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔"

نماز قائم کرنے والا انسان معاشرے کا بہترین فرد ہوتا ہے اور وہ تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اور نماز ہی اسلام کا ایسا رکن ہے جس کی بجا آوری پورا سال رہتی ہے، یہ کسی بھی صورت میں معاف نہیں ہوتی۔ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور سینکڑوں احادیث مبارکہ نماز کے ادا کرنے کی فضیلت اور ترک کرنے پر وعید میں وارد ہوئی ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ترک نماز کو کفر کی ایک علامت قرار دیا ہے اور آخرت میں تو خسارہ ہی ہے ایک حدیث مبارکہ ہے:

حضرت عبدالرحمن بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک روز نماز کا ذکر فرمایا، اور ارشاد فرمایا: جو شخص نماز پر محافظت رکھے، وہ قیامت کے روز اس کے لیے روشنی اور دستاویز اور نجات ہوگی اور جو شخص اس پر محافظت نہ کرے وہ اس کے لیے نہ روشنی ہوگی اور نہ دستاویز اور نہ نجات، اور وہ شخص قیامت کے دن قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ [1]

اللہ رب العزت ہمیں نماز کی مداومت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

---

[1] مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبدالله بن عمرو، رقم الحديث: [6576]

اسلام کا چوتھا رکن: رمضان کے روزے:

رمضان کے روزے رکھنا اسلام کا چوتھا بنیادی اور اہم فریضہ، روزے کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو کھانے، پینے اور جماع سے روکے رکھا جائے۔ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کے ذریعے سے مسلمان کی باطنی ترقی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے اس کی وجہ سے انسان نیکی کے قریب، برائی اور نفسانی خواہشات سے دور ہو کر تقویٰ حاصل کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرة: 183)

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کر دیے گئے تھے، تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔"

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی اصل روح حصول تقویٰ ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کھانے پینے سے تو روک لیتا ہے لیکن اپنی زبان اور اعضاء وجوارح سے گناہوں کے ارتکاب سے باز نہیں آتا تو ایسے شخص کے روزہ رکھنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں، حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من لم يدع قول الزور والعمل به، فليس الله حاجة في أن يدع طعامه وشرابه)) [1]

"جو شخص (روزہ کی حالت میں بھی) جھوٹ بولنے اس پر چلنے سے باز نہیں آتا تو اللہ تعالیٰ کو ایسے شخص کے کھانے پینے سے باز آنے کی کوئی حاجت نہیں۔"

روزے کی وجہ سے بھوک، پیاس برداشت کرنے سے انسان کو دوسرے غریب ومحتاج

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، رقم الحديث: 1903، عن أبي هريرة.

لوگوں کی بھوک و پیاس برداشت کرنے کا احساس پیدا ہوتا ہے جو روزہ دار میں دوسروں کی ہمدردی اور خیر خواہی کو پیدا کرتا ہے، روزہ انسان میں صبر وتحمل کو پیدا کرتا ہے کہ انسان کھانے پینے اور جائز خواہشات کو پورا کرنے سے اپنے آپ کو روک کر برداشت، صبر اور تحمل کا مظاہرہ کرتا ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بہت سی پریشانیوں اور مصیبتوں سے بچنے کا سامان فراہم کرتی ہے۔

اسلام کا پانچواں رکن: حج بیت اللہ:

حج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان خاص مہینوں میں مکہ مکرمہ جا کر مخصوص اعمال ادا کرتا ہے یہ مخصوص عبادت حج کہلاتا ہے۔ حج مالی عبادت کے ساتھ ساتھ بدنی عبادت بھی ہے جو پوری عمر میں ایک بار ہر ایسے مسلمان پر فرض ہے جو اپنی ضرورت سے زائد اتنے مال کا مالک ہو جو اس کے حج پر آنے والے اخراجات کے لیے کافی ہو سکے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کی تعمیر مکمل کر لی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حکم ہوا کہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ وہ اس بیت اللہ کا حج کرنے کے لیے ہر جانب سے آئیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اعلان کیا جس کی آواز اللہ تعالیٰ نے ہر ہر انسان تک پہنچائی قرآنِ کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہوا تھا یوں ذکر ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴾ (الحج: 27)

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، کہ وہ تمہارے پاس پیدل آئیں، اور دور دراز سے سفر کرنے والی ان اونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں جو (لمبے سفر سے) دبلی ہو گئی ہوں۔"

حج کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کا مظاہرہ ہوتا ہے جب مسلمان دنیاوی لباس کی زیب و زینت سے خالی ہو کر بیت اللہ کے گرد طواف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ

سارے احکام میں فرق ضرور رہا کہ ایک شریعت میں ایک چیز کے کرنے کا حکم ہو اور دوسری شریعت میں اسی کام سے روکا گیا ہو، ایک نبی (علیہ السلام) نے اپنے زمانے میں ایک چیز کو حلال قرار دیا ہو اور دوسرے نبی (علیہ السلام) نے اسی چیز کو اپنی شریعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام قرار دیا ہو آسمانی ادیان کے انہیں فرق کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾ (المائدۃ: 48)

"تم میں سے ہر ایک (اُمت) کے لیے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔"

پس ہر اُمت کی طبیعت، ان کی ضروریات، ان کے حالات، زمانے اور جگہوں کے اختلاف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے احکامات کو دوسروں سے مختلف رکھا، چنانچہ نماز کا حکم ہر شریعت میں تھا لیکن نماز کے طریقے، اوقات اور اس کی کیفیت ہر اُمت میں مختلف ہوتی رہی، اسی طرح روزے کا حکم ہر شریعت میں تھا لیکن اس کی کیفیت اور اس کا طریقہ ہر اُمت میں ان کے احوال کے اعتبار سے مختلف رہا۔

یہ بات انتہائی اہم اور قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اُمتوں کو اپنی نازل کردہ کتابوں کے احکامات پر چلنے اور ان کی رعایت وحفاظت کرنے کا حکم دیا اور ان کتابوں کی حفاظت خود ان کے سپرد فرمائی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَا التَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّـٰنِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِن كِتَـٰبِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ ﴾ (المائدۃ 44)

"بے شک ہم نے تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا، تمام نبی جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے، اسی کے مطابق یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے، اور تمام اللہ والے اور علماء بھی (اسی پر عمل کرتے رہے) کیونکہ ان

کو اللہ تعالٰی کی کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا اور وہ اس کے گواہ تھے۔"

پھر ان ادیان سابقہ کے معاملات شروع میں تو اسی طرح درست چلتے رہے یہاں تک کہ ان لوگوں پر دنیا کی محبت اور اپنے خواہشات کی پیروی غالب آئی جس کی وجہ سے انہوں نے ان آسمانی کتابوں میں تحریف شروع کر دی اور ان کے مقدس احکامات میں اپنی خواہش اور منشاء کے مطابق اس قدر تحریف کر دی کہ احکامات الٰہیہ ان کی کتابوں میں محفوظ نہ رہ سکے یہاں تک ان کتابوں پر اعتماد اور بھروسہ مشکل ہو گیا۔

اللہ تبارک و تعالٰی نے ان لوگوں (اہل کتاب وغیرہ) کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ ﴾ (المائدة: 15)

"اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے (یہ) پیغمبر آ گئے ہیں جو کتاب (یعنی تورات و انجیل) کی بہت سے ان باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو تم چھپایا کرتے ہو۔"

نیز ارشاد فرمایا کہ:

﴿ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ ﴾ (النساء: 46)

"یہودیوں میں سے کچھ وہ ہیں جو (تورات کے) الفاظ کو ان کے موقع محل سے ہٹا ڈالتے ہیں۔"

نیز ان لوگوں کی آسمانی کتابوں میں تحریف کے متعلق مزید ارشاد فرمایا:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ ﴾ (البقرة: 79)

"لہٰذا تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر

ہٹا کر کامیابی اور کامرانی کے راستوں پر گامزن کر دیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام آئے اور انہوں نے انسانوں کو ہدایت اور فلاح کی طرف بلایا اور انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے اوامر ونواہی سے آگاہ کیا تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کر کے دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کو سمیٹ لیں، صرف اسی پر بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر مزید یہ انعام فرمایا کہ انہیں احکامات کتابوں اور صحیفوں کی شکل میں عطا کر دیے تاکہ نبی کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات ان کتابوں سے معلوم کر کے اس پر عمل پیرا ہو سکیں اور انہیں عملی زندگی میں کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس باب میں ہم آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے متعلق وضاحت کے ساتھ گفتگو کریں گے تاکہ ایمان کے اس رکن کا کوئی گوشہ آپ پر مخفی نہ رہے۔

کتاب سے کیا مراد ہے؟

کتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ احکامات اور تعلیمات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں (علیہم السلام) پر اس لیے نازل فرمائے تاکہ ان کی اُمت ان تعلیمات اور احکامات کو قبول کرے اس پر ایمان لائے اور عملی زندگی میں ان سے راہنمائی لے کر دنیا میں اپنا وقت گزاریں، یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مخلوق پر محض ایک فضل اور کرم ہے جس کے ذریعے مخلوق خدا دنیا اور آخرت کی سعادت کو حاصل کرتی رہی، یوں سمجھیں کہ اہل زمین کے آسمانی تعلیمات سے وابستہ رہنے کا ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نے آسمانی کتابوں کا متعدد مقامات پر تذکرہ فرمایا ہے اور آسمانی مشہور کتابیں کل چار ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(ا) تورات:

یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً﴾ (القصص: 43)

"اور ہم نے پچھلی اُمتوں کو ہلاک کر دینے کے بعد موسیٰ کو ایسی کتاب دی تھی جو لوگوں کے لیے بصیرت کی باتوں پر مشتمل، اور سراپا ہدایت و رحمت تھی۔"

اور شفاعت والی حدیث (ایک لمبی حدیث ہے جس میں اس بات کا بیان ہے کہ قیامت کے دن لوگ مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس جا کر اس سے اللہ تعالیٰ کے سامنے سفارش کرنے کی التجا کریں گے تاکہ اللہ تعالیٰ حساب و کتاب شروع کر دیں اس حدیث) میں ہے کہ جب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سفارش کرنے کا کہیں گے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کو جواب دیں گے کہ:

((ائْتُوا مُوسَى ، عَبْدًا كَلَّمَهُ اللّٰهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَاةَ)) ❶

"تم موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس جاؤ وہ ایسا بندہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور اسے تورات (کتاب) عطا فرمائی۔"

حاصل یہ کہ تورات ایک آسمانی کتاب ہے جو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر اہل یہود کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی۔

(۲) انجیل:

یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر نازل فرمائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (المائدة: 46)

"اور ہم نے ان (پیغمبروں علیہم السلام) کے بعد عیسیٰ بن مریم کو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا بنا کر بھیجا، اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا، اور جو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق

---

❶ صحيح البخاري ، كتاب (كتاب أحاديث الأنبياء)، بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ : [وَعَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا] ، رقم الحديث : 4476.

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ہے جس میں چار آسمانی کتابوں کے علاوہ سو (100) صحائف کا تذکرہ ہے، چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں:

قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! كَمْ كِتَابًا أَنْزَلَهُ اللّٰهُ؟ قَالَ: ((مِائَةُ كِتَابٍ وَأَرْبَعَةُ كُتُبٍ أُنْزِلَ عَلَى شِيثٍ خَمْسُونَ صَحِيفَةً ا أَنْزِلَ عَلَى أَخْنُوخَ ثَلَاثُونَ صَحِيفَةً وَ أُنْزِلَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ عَشَرُ صَحَائِفَ وَأُنْزِلَ عَلَى مُوسَى قَبْلَ التَّوْرَاةِ عَشَرُ صَحَائِفَ وَأُنْزِلَ التَّوْرَاةُ وَالإِنجيل والزبور والقرآن)) ❶

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اللہ تعالیٰ نے کتنی کتابیں نازل فرمائیں ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ سو صحیفے اور چار کتابیں، حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحائف نازل فرمائے، حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس صحائف، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحائف اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحائف نازل فرمائے، اور تورات، انجیل، زبور اور قرآن (چار کتابیں) نازل فرمائیں۔

بعض روایات میں ایک سو دس صحائف کا تذکرہ ہے جس میں دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہونے کا ذکر ہے۔ روایات کی تحقیق اور صحائف کی تعداد سے قطع نظر ہر مسلمان پر اجمالی طور پر اتنا ایمان لانا فرض ہے کہ وہ یہ یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی صحائف نازل فرمائے وہ حق اور سچ تھے اور میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔

آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم:

آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ ایمان کے ارکان میں سے ایک بڑا رکن اور اصولِ دین میں سے ہے جس پر ایمان لائے بغیر انسان مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

---

❶ صحيح ابن حبان ، ذِكْرُ الاسْتِحبَابِ لِلْمَرْءِ أَنْ يَكُوْنَ لَهُ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ حَظٌّ رَجَاءَ التَّخَلُّصِ فِي الْعُقْبَى بِشَيْءٍ مِنْهَا (77/2)

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ ﴾ (النساء: 136)

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھو اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اُتاری ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس سے پہلے اُتاری تھی۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یومِ آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسول محمد (ﷺ) پر اور اس کتاب (یعنی قرآن) پر ایمان لائیں، اور ان کتابوں پر ایمان لائیں جو ان سے پہلے اُتریں جیسے تورات، انجیل، زبور اور تمام صحائف پر ایمان لائیں، اور پھر آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص ایمان کے ارکان میں سے کسی بھی رکن کا انکار کر دے (جس میں دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے) تو ایسا شخص کھلا گمراہ ہے۔

آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنے کی کیفیت:

آسمانی کتابوں پر ایمان لانا کئی باتوں پر مشتمل ہے جس پر اعتقاد اور ان کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔

(۱) اس بات کا پختہ یقین رکھنا کہ یہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں جس کا تکلم خود اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق فرمایا۔

(۲) اس بات پر یقین رکھنا کہ یہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی وحدانیت کی طرف بلانے والی ہیں جو سراپا خیر اور ہدایت ہیں۔

(۳) جن کتابوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے نام لے کر فرمایا ان کتابوں اور اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف سے دی ہوئی ہدایت کے مطابق ایمان رکھنا، (اور وہ کتابیں یہ ہیں: قرآن مجید، تورات، انجیل، زبور، حضرت ابراہیم اور حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے)، البتہ جن کتابوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا اس پر اجمالی ایمان رکھنا۔ (یعنی یہ یقین رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے جو جو صحائف اور احکامات نازل فرمائے وہ سب حق اور سچ ہیں۔)

(۴) اس بات کی تصدیق کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نازل کردہ کتابوں میں جو جو احکام نازل فرمائے وہ سچے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ تھے جیسے کہ قرآن کریم کے احکامات حق اور سچ ہیں۔

(۵) اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ گذشتہ کتابوں اور صحائف کے احکامات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے ذریعے منسوخ اور تبدیل کر دیا سوائے ان احکامات کے جن کو قرآن کریم میں باقی رکھا گیا، اس لیے اب کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ قرآنی تعلیمات کے خلاف گذشتہ کتابوں کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے یا ان کتابوں سے دینی رہنمائی حاصل کرے کیونکہ قرآن کریم کے آنے سے گذشتہ تمام کتابوں کے احکامات منسوخ ہو گئے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝ ﴾

(الفرقان: 1)

"بڑی شان ہے اس ذات کی جس نے اپنے بندے پر حق و باطل کا فیصلہ کر دینے والی یہ کتاب نازل کی، تاکہ وہ دنیا جہان کے لوگوں کو خبردار کر دے۔"

یعنی قرآنِ کریم ہی اس کائنات کے لوگوں کے لیے ضابطہ حیات ہے جو لوگوں کو حق و باطل کا فرق سمجھانے والا ہے اور اسی سے جہان والے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتے ہیں اور اسی کے ذریعے وہ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ باتوں کو معلوم کر کے ان سے خبردار رہ سکتے ہیں لہٰذا اب اس کتاب کو چھوڑ کر کسی اور جگہ سے اپنا مقصد لینا بالکل غلط اور گمراہی ہے، نیز ارشاد فرمایا:

﴿ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ﴾

(المائدۃ 48)

"(اے محمد ﷺ!) لہٰذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے، اور جو حق بات تمہارے پاس آگئی ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔"

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے احکامات کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کے احکامات پر چلنا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر عمل کرنے سے منع کر دیا خواہشات کی پیروی کہلائے گا جو سراسر تباہی اور بربادی ہے۔

اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں تحریف (ردوبدل):

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بات بتلائی کہ یہود ونصاریٰ اپنی کتابوں میں جو ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں تبدیلیاں کیں جس کی وجہ سے وہ کتابیں اپنی اصلی حالت میں باقی نہ رہیں بلکہ اس میں بہت سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو انہوں نے اپنے مفاد کی خاطر بدل ڈالا، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ یہودیوں کے بارے میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾ (البقرة: 75)

"(مسلمانو!) کیا اب بھی تمہیں یہ لالچ ہے کہ یہ لوگ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اللہ تعالیٰ کا کلام سنتے تھے، پھر اس کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد بھی جانتے بوجھتے اس میں تحریف کر ڈالتے تھے۔"

یعنی یہود میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آسمانی کتابوں کے احکامات میں ردوبدل کرتے تھے۔ نصاریٰ (عیسائیوں) کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ ﴾ (المائدة: 15)

"اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے (یہ) پیغمبر آگئے ہیں جو کتاب (یعنی تورات وانجیل) کی بہت سی ان باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو تم چھپایا کرتے ہو، اور بہت سی باتوں سے درگزر کر جاتے ہیں۔"

یعنی نصاریٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکامات میں ردو بدل کر کے اللہ تعالیٰ کے اصل حکم کو چھپا کر اس سے بچنے کی کوشش کرتے۔

اس کے علاوہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث مبارکہ سے یہود و نصاریٰ کا اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں تحریف (تبدیلیاں) کرنا ثابت ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے دیگر تمام کتابوں کے مقابلے میں قرآن کریم کا یہ خاصہ رکھا ہے کہ وہ ہر قسم کی تحریف اور ردو بدل سے محفوظ ہے اور اس کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی ہر طرح سے حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے جبکہ یہ وعدہ گذشتہ آسمانی کتابوں میں سے کسی کے بارے میں نہیں ہے، قرآن کریم کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ۝﴾ (الحجر: 9)

"حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

قرآنِ کریم پر ایمان لانے کی خصوصیات:

جیسا کہ یہ معلوم ہو چکا کہ قرآن کریم گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کے احکامات کو منسوخ کرنے والی کتاب ہے اور تا قیامت اسی قرآن کے احکامات کی پیروی انسانوں اور جنات دونوں پر لازم ہے اس اعتبار سے قرآن کریم دیگر کتب سماوی سے کچھ خصوصیتوں کے ساتھ ممتاز ہے جس پر اعتقاد رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

(۱) یہ ایمان رکھنا کہ قرآنِ کریم کی دعوت انسانوں اور جنات دونوں کے لیے عام ہے لہٰذا اس کے احکامات پر یقین و اعتقاد رکھنا اور ان کو بجالانا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے اور قرآن کریم اور اس کے احکامات پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس

کا اسلام اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول ہوگا۔

(۲) قرآن کریم گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کے لیے ناسخ ہے جو ان کے احکامات کو منسوخ کرتا ہے لہٰذا گذشتہ کتابوں کے احکامات کے منسوخ ہونے کی وجہ سے کسی بھی اہل کتاب یا کسی دوسرے کے لیے اس بات کی گنجائش باقی نہیں رہی کہ وہ قرآن کریم اور اس کے لائے ہوئے اعتقادات واحکامات کو چھوڑ کر کسی دوسری کتاب یا دین کی پیروی کرے اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ مسلمان نہیں کہلائے گا۔ اسی لیے کہ اب دین وہی ہے جو قرآن کریم کے ذریعے ہم کو ملا اور عبادت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کریم کے ذریعے ہمیں بتائی، حلال وحرام وہی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عظیم کتاب میں بتایا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ (آل عمران 85)

"جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا، تو اس سے وہ دین ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔"

(۳) قرآن کریم کے احکامات آسان اور سہولت والے ہیں جبکہ اس سے پہلے دوسری شریعتوں کے احکامات میں طرح طرح کی سختیاں، پابندیاں اور مشکلیں تھیں لیکن اسلام نے ان تمام چیزوں کو ختم کر کے آسانیاں اور سہولتیں پیدا فرمائیں تاکہ اہلیان اسلام کے لیے دین اسلام کے احکامات بجالانے میں وہ مشکلات اور پریشانیاں نہ اُٹھانی پڑیں جو گذشتہ اُمتوں کو اُٹھانا پڑتی تھیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (الأعراف: 157)

"جو (اہل کتاب) اس رسول، یعنی نبی امی کے پیچھے چلیں جس کا ذکر وہ اپنے پاس

تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دے گا، اور برائیوں سے روکے گا، اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام قرار دے گا۔ اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کا وہ طوق اُتار دے گا جو ان پر لدے ہوئے تھے۔"

یعنی اگلی شریعتوں میں جو سختیاں تھیں اور جن پر عمل اب ممکن نہیں رہا انہیں دور کردے گا۔

(۴) اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے صرف قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا، لہٰذا قرآن کریم میں کوئی بھی لفظی یا معنوی تحریف نہیں ہوسکتی، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝﴾ (الحجر: 9)

"حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝﴾ (فصلت: 42)

"جس (قرآن) تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ اس ذات کی طرف سے اُتاری جارہی ہے جو حکمت کا مالک، تمام تعریفیں اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔"

(۵) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر اس چیز کو بیان کردیا جس کی لوگوں کو حاجت اور ضرورت ہوتی ہے چاہے اس چیز کا تعلق دین سے ہو، دنیا سے ہو، معاش سے ہو یا پھر آخرت کے احوال سے غرض قرآن کریم نے انسانی ضروریات کی ہر شے کا حکم بیان کردیا، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ﴾ (النحل: 89)

"اور ہم نے تم پر یہ کتاب اُتار دی ہے تا کہ وہ ہر بات کھول کھول کر بیان کر دے، اور مسلمانوں کے لیے ہدایت، رحمت اور خوشخبری کا سامان ہو۔"

نیز ارشاد فرمایا:

﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾ (الأنعام: 38)

"ہم نے کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

(۶) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو نصیحت حاصل کرنے والے اور اس میں غور وفکر کرنے والے کے لیے اس کتاب کو آسان کر دیا ہے اور یہ قرآن کریم کی سب سے بڑی خصوصیت ہے ، اللہ تبارک وتعالیٰ کا پاک ارشاد ہے:

﴿وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: 17)

"اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے، اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟"

یعنی ہم نے قرآن کریم کی تلاوت زبان پر آسان کر دی ۔ جو بھی تلاوت کرنا چاہے گا آسانی سے کر سکے گا۔ اور اس کے احکامات کو آسان کر دیا جو کوئی بھی اخلاص نیت سے ان کی پیروی کرنا چاہے گا تو اسے کہیں بھی مشکل اور دقت پیش نہیں آئے گی۔

(۷) قرآن کریم گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کی تعلیمات اور احکامات کو جامع ہے اور گذشتہ تمام شرائع کے اُصول پر مشتمل ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ﴾ (المائدة: 48)

"اور اے رسول محمد (ﷺ)! ہم نے تم پر بھی حق پر مشتمل کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان ہے۔"

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾

(الشوریٰ: 13)

"اس نے تمہارے لیے دین کا وہی طریقہ طے کیا ہے جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا، اور جو (اے پیغمبر علیہ السلام!) ہم نے تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجا ہے، اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم کرو، اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔"

یہ قرآن کریم کی بعض وہ خصوصیات ہیں جو دوسری آسمانی کتابوں میں نہیں پائی جاتیں جن پر ایمان لانا اور یقین رکھنا ضروری ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ یقین رکھنا اب دنیاوی واُخروی فلاح صرف اور صرف قرآن کریم کی تعلیمات ہی میں پنہا ہے، کوئی بھی نظام کتنا ہی خوشنما بنا کر کیوں نہ پیش کر دیا جائے اس کی حیثیت قرآن کریم کے مقابلے میں اس ردی کی طرح ہے جسے پھینک دیا جائے۔

اور ہمارے لیے یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ اس وقت دنیا کے جتنے بھی مسائل ہیں وہ قرآن کریم کی ہدایات وتعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی حل ہوسکتے ہیں۔ اور اس وقت امت مسلمہ جس کرب وبلا اور ناگہانی آفات اور اغیار کے حملوں سے گزر رہی ہے اُس کی سب سے بڑی وجہ قرآنی تعلیمات سے دوری ہے، ہم نے قرآن کریم کو محض برکت کے لیے رکھا ہے حالانکہ قرآن کریم نے بہت سی اقوام کو حیات بخشی ہے اور ایک معاشرہ تشکیل دیا اور ایک ایسی نسل تیار کی ہے کہ تاریخ اس کی مثال سے ناواقف ہے، چنانچہ قرآن کریم نے اُونٹ اور بکریاں چرانے والے اہل عرب میں سے قوم وقبیلے کے سردار پیدا کیے۔ انہیں دنیا کا مالک بنا دیا حتیٰ کہ انہوں نے دنیا کے دور دراز علاقوں پر حکمرانی کی اور یہ سب کچھ اسی قرآن کی بدولت ہی ممکن ہوا۔ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جاء النبیون بالآیات فانصرمت
وجئتنا بکتاب فانصرمت
ایآته کلما طال المدی جُدُدٌ
یزینهن جمال العتق والقدم

انبیاء کرام علیہم السلام معجزات لے کر آئے پھر وہ معدوم ہو گئے۔ جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کتاب لے کر آئے جو کبھی نہیں معدوم ہونے والی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تو روزِ زمانہ کے ساتھ ساتھ تازہ ہوتے جاتے ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندانی شرافت ونجابت مزید حسن بخشتی ہے۔

ایمان کا پانچواں رکن

آخرت پر ایمان

آخرت پر ایمان:

ایمان کے ارکان میں سے ایک رکن آخرت پر ایمان لانا ہے جس پر اعتقاد ویقین رکھنا مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے آخرت پر ایمان لائے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ﴾ (البقرة: 177)

"نیکی بس یہی تو نہیں کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کرلو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں۔"

آخرت سے متعلق ہم یہاں مندرجہ ذیل اُمور کو بیان کریں گے: یومِ آخرت کی تعریف، آخرت کے دیگر نام، آخرت پر ایمان لانے کا لازم ہونا، قیامت کی علامات، قبر کا عذاب اور

قبر کے انعامات، نفخ صور، قیامت کے دن مخلوق کا دوبارہ زندہ ہونا اور سب کا ایک ساتھ جمع ہونا، قیامت کے احوال، سزاو جزا، میزان عدل، پل صراط، جنت اور اس کی نعمتیں، جہنم اور اس کے عذاب اور ایمان کے ثمرات وغیرہ۔

چونکہ آخرت کے متعلق ہمیشہ سے لوگوں کے اشکالات رہے ہیں اور مختلف انواع سے اس کا انکار کیا جاتا رہا ہے اس لیے اس کے متعلق قدرے تفصیل سے کلام کیا جائے گا۔

آخرت کے دن سے کیا مراد ہے؟

آخرت کے دن سے مراد قیامت کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ان کی قبروں سے حساب وکتاب کے لیے زندہ کر کے اُٹھائیں گے، اس دن کو یوم الآخر یعنی آخری دن کہا جاتا ہے کیونکہ اس دن کے بعد کوئی اور دن نہیں ہوگا یعنی دن ورات کا نظام ختم ہوجائے گا تو اس اعتبار سے یہ آخری دن ہے جس کے بعد جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں چلے جائیں گے۔

آخرت کے دن پر ایمان لانے میں وہ تمام باتیں شامل ہیں جن کا ذکر مختلف روایات میں آتا ہے، چنانچہ اس میں قیامت کی علامات ونشانیاں، مرنا اور اس کے بعد قبر میں عذاب یا انعامات ملنے کے احوال، صور میں پھونکا جانا جو قیامت کے دن کی ابتداء ہے، مخلوقات کا اپنی قبروں سے زندہ ہو کر نکلنا، حساب وکتاب کا ہونا، قیامت کے دیگر احوال، لوگوں کے اعمال ناموں کا پیش ہونا جس میں لوگوں کے اعمال لکھے ہوئے ہوں گے، اسی طرح قیامت کے دن لوگوں کی نیکیاں اور برائیاں تولنے اور حساب کتاب کرنے کے لیے میزان عدل (ترازو) قائم کیا جائے گا، اسی طرح پل صراط جو جہنم کے اوپر سے گزرتا ہوا ایک پل ہے جس پر سے تمام لوگوں کو گزرنا ہوگا چنانچہ مؤمن لوگ اس پل کو پار کرتے ہوئے جنت میں پہنچ جائیں گے جبکہ نافرمان لوگ اس پل سے گزرتے وقت جہنم میں گر جائیں گے، اور پھر قیامت کے دن ایک حوض ہوگا جس کا نام حوض کوثر ہے جو آپ ﷺ کو خاص طور پر عطا فرمایا گیا ہے جس سے آپ ﷺ مؤمن لوگوں کو اپنے مبارک ہاتھوں سے پانی پلائیں گے جس کا پانی پینے سے ان کو

قیامت کے عظیم اور طویل دن میں دوبارہ پیاس نہیں لگے گی اسی طرح جنت اور اس کی نعمتیں جس میں سب سے اعلیٰ نعمت اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار ہوگا، نیز جہنم اور اس کا عذاب جو غیر مسلموں اور نافرمانوں کو دیا جائے گا جس میں سب سے بڑی سزا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوگی، غرض یہ تمام وہ اُمور ہیں جو قیامت اور اس کے آئندہ کے احوال ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے اوران سب چیزوں کا اعتقاد رکھنا اوران پر ایمان لانا آخرت پر ایمان لانا کہلاتا ہے۔

آخرت کے نام:

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں قیامت کے دن کے لیے مختلف نام استعمال ہوئے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

یومُ الحساب (یعنی حساب وکتاب کا دن)، یوم القیامۃ (قیامت یعنی کھڑے ہونے کا دن، چونکہ اس دن میں لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے اس لیے اس کو یوم القیامۃ بھی کہتے ہیں)، یوم البعث (یعنی اُٹھائے جانے کا دن، چونکہ اس دن لوگوں کو قبروں سے اُٹھایا جائے گا اس لیے اس دن کو یوم البعث بھی کہتے ہیں)، یوم الفصل (فیصلے کا دن) قیامت کو یوم الفصل اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن مخلوقات کے درمیان ان کے آپس میں ایک دوسرے پر حقوق کا فیصلہ کیا جائے گا۔ قیامت کے دن کو یوم الخروج بھی کہتے ہیں کیونکہ اس دن زمین سے تمام مخلوقات زندہ ہو کر نکلے گیں۔ اس کے علاوہ قیامت کے اور بھی بہت سارے نام ہیں جو اس دن کی عظمت اور ہولناکی پر دلالت کرتے ہیں۔

آخرت کے دن پر ایمان لانا واجب ہے:

ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ اس بات پر یقین اور پکا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص دن مقرر کیا ہے جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جس دن دنیا کی زندگی ختم ہو کر آخرت شروع ہو جائے گی، اس دن اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو جمع کریں گے اور پھر نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا بدلہ اور مجرموں کو ان کو ان کی برائی کی سزا دیں گے اور لوگوں کے دو گروہ ہو جائیں گے ایک گروہ وہ جو جنت میں جائے گا دوسرا گروہ وہ جو جہنم میں جائے گا، ارشاد باری

تعالیٰ ہے:

﴿فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝﴾ (الشوریٰ: 7)

"ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں۔"

بحر حال اس آخرت کے دن پر ایمان لانا ایمان کے دیگر ارکان کی طرح ضروری ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ﴾ (البقرۃ: 177)

"نیکی بس یہی تو نہیں کہ اپنے چہرے مشرق یا مغرب کی طرف کر لو، بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں۔"

حدیث جبرائیل (علیہ السلام) کے مطابق آخرت پر ایمان لانا ایمان کے ارکان میں سے پانچواں بڑا رکن ہے جس پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے، چنانچہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں (علیہم السلام) پر، آخرت کے دن پر اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لائے۔

بندے کا ایمان آخرت پر ایمان لائے بغیر کامل نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝﴾ (النساء: 136)

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یومِ آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور جا پڑا ہے۔"

قیامت کی علامات اور نشانیاں:

آخرت کی طرح آخرت کے مقدمات یعنی قیامت کی ان علامات اور نشانیوں پر بھی

ایمان لانا ضروری ہے جن کے بارے میں حضورِ اقدس ﷺ نے خبر دی ہے، قیامت کی علامات اور نشانیوں کو علماء کرام نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے :(۱) علامات صغریٰ۔ (۲) علاماتِ کبریٰ۔

علاماتِ صغریٰ:

یعنی قیامت کی وہ چھوٹی علامات جو قیامت کے قریب ہونے اور دنیا کے ختم ہونے پر دلالت کرتی ہیں یہ علامات بہت زیادہ ہیں اور ان میں سے بہت ساری علامات ظاہر ہو چکی ہیں۔ جن میں سے امانتوں کا ضائع کرنا، زمانے کا قریب ہونا، قتل و غارت کا کثرت سے ہونا، زنا کی کثرت، گناہوں کی کثرت، والدین کی نافرمانی اور گانے بجانے وغیرہ کا عام ہونا اور اس کے علاوہ اور بہت سی علامات ہیں جو قیامت کی چھوٹی نشانیاں کہلاتی ہیں۔ جن کا ذکر احادیث مبارکہ میں تفصیل سے آیا ہے۔

علاماتِ کبریٰ:

اس سے مراد قیامت کی بڑی علامات ہیں جن میں ابھی تک کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی اور یہ دس بڑی نشانیاں ہیں جو قیامت کے بالکل قریبی زمانے میں ظاہر ہوں گی، چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے:

عن حذيفة بن أسيد الغفاري ، قال : اطلع النبي ﷺ علينا ونحن نتذاكر ، فقال : ((ما تذا كرون؟)) قالوا : نذكر الساعة ، قال : ((إنها لن تقوم حتى ترون قبلها عشر آيات -فذكر- الدخان ، والدجال ، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها ، ونزول عيسى ابن مريم ﷺ ، ويأجوج ومأجوج، وثلاثة خسوف : خسف بالمشرق ، وخسف بالمغرب ، وخسف بجزيرة العرب ، وآخر ذلك نار تخرج من اليمن ، تطرد

الناس إلى محشرهم)) [1]

"حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: حضور اقدس ﷺ تشریف لائے جبکہ ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم آپس میں کس بات کا مذاکرہ کر رہے تھے؟ ہم نے جواب دیا کہ ہم قیامت کا تذکرہ کر رہے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک ہرگز نہیں آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ ﷺ نے (ان دس علامات میں) دخان (دھویں)، دجال، دابۃ الارض (زمین سے نکلنے والا ایک جانور)، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا، یاجوج وماجوج کا نکلنا، تین خسوف (یعنی زمین میں لوگوں کا دھنس جانا) مشرق میں دھنسنا، مغرب میں دھنسنا، جزیرۃ العرب میں دھنسنا اور سب سے آخر میں یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانکتے ہوئے ان کو میدان محشر میں جمع کر دے گی۔"

قبر کا عذاب:

جب مردے کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے (جن کے نام منکر اور نکیر ہیں وہ) آتے ہیں اور مردے سے اس کے رب، اُس کے نبی (علیہ السلام) اور اس کے دین کے متعلق سوالات کرتے ہیں چنانچہ اگر مردہ مومن تھا تو وہ اس کو صحیح جوابات دیتا ہے اور اگر مردہ کافر یا نافرمان تھا تو وہ ان سوالوں کے جوابات صحیح نہیں دے پاتا جس کے بعد اس پر عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے مؤمن بندے سے جب سوال ہوتا ہے تو جواب دیتا ہے:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب (كتاب الفتن وأشراط الساعه)، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، رقم الحديث: 2901.

((فَيَقُولُ : رَبِّيَ اللّٰهُ ، وَدِيْنِيَ الْإِسْلَامُ ، وَنَبِيِّ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ❶

"میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد (ﷺ) ہیں۔"

اور اگر مرنے والا کافر یا منافق ہے تو فرشتوں کے سوال کے جواب میں وہ کہتا ہے:

((هاه هاه ، لاأدري)) ❷

"ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔"

غرض قبر میں جانے والے ہر آدمی سے سوالات ہوتے ہیں جس کے بعد قیامت تک کے لیے اس کو نعمتیں ملتی رہتی ہیں یا پھر اس پر عذاب مسلط کر دیا جاتا ہے۔ ان باتوں پر ایمان لانا ایک مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے۔ قبر میں سوال و جواب کی یہ آزمائش ہر مکلف شخص کو پیش آئے گی، البتہ انبیاء کرام علیہم السلام، شہداء عظام، اللہ تعالیٰ کے راستے میں پہرہ دینے والوں کو اس آزمائش کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا، اسی طرح احادیث میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن مرنے والے اور اسی طرح وہ آدمی جو پیٹ کی کسی بیماری کی وجہ سے مر جائے اس کو بھی قبر کا عذاب نہیں ہوتا۔

قبر کا عذاب اور اس کی نعمتیں:

کافر اور منافقین کو قبر میں عذاب ہونا اور مؤمن اور صالح لوگوں کو قبر میں نعمتوں کا ملنا ایک یقینی امر ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے، قبر ایک گڑھے کا نام نہیں بلکہ یہ مؤمن اور نیک لوگوں کے لیے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور کافروں اور نافرمانوں کے لیے جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے، قبر کے انعامات ہوں یا قبر کا عذاب یہ مرنے والے کے جسم اور روح دونوں کو محسوس ہوتے ہیں۔ قبر کا عذاب قرآن و سنت اور عقلی دلائل سے ثابت

❶ مسند أحمد ، مسند براء بن عازب ، رقم الحديث : 18614.

❷ سنن أبي داود ، كتاب (كتاب السنه)، باب في المسألة في القبر و عذاب القبر، رقم الحديث : 4753.

ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ اشاد فرماتے ہیں:

﴿وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝﴾ (غافر: 45-46)

"اور فرعون کے لوگوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا۔ آگ ہے جس کے سامنے انہیں صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، اور جس دن قیامت آجائے گی، (اس دن حکم ہوگا کہ) فرعون کے لوگوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ فرعون اور اس کے لوگوں کو دو عذاب ہوں گے ایک قیامت سے پہلے (یعنی جب وہ قبر میں ہوں گے تو انہیں) صبح وشام (یعنی ہر وقت) ان کو عذاب ہوگا، دوسرا قیامت آجانے کے بعد ان کو سخت ترین عذاب یعنی جہنم کا عذاب ہوگا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ ایک روایت جو قبر میں مردے سے سوال و جواب کے بارے میں ہے اس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب مردہ منکر ونکیر کے سوالات کے جوابات صحیح دے دے گا۔

((فينادي مناد من السماء: أن قد صدق عبدي، فأفرشوه من الجنة، وافتحوا له بابا إلى الجنة، وألبسوه من الجنة، قال: (فيأتيه من روحها وطيبها) قال: ويفتح له فيها مد بصره))[1]

تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایک پکارنے والا آواز دے گا کہ بلاشبہ میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دو اور اسے جنت کا لباس پہنا دو، (چنانچہ اس کے بعد) اس کو جنت کی خوشبوئیں ہوائیں آتی

---

[1] سنن أبي داود، كتاب السنه، باب في المسألة في القبر وعذاب القبر، رقم الحديث: 4753.

رہیں گی اور اس کے لیے اس کی قبر کو تا حد نگاہ کشادہ کر دیا جائے گا۔ (یہ انعام اور اکرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مؤمن بندے کے ساتھ قبر میں ہوگا)۔ لیکن جب کافر منکر ونکیر کے سوالوں کے جوابات صحیح نہیں دے پائے گا تو آسمان سے ایک آواز دینے والے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) آواز لگائے گا کہ:

((أن كذب ، فأفرشوه من النار، وألبسوه من النار، وافتحوا له بابا إلى النار ، قال : فيأتيه من حرها وسمومها قال : ويضيق عليه قبره حتى تختلف فيه أضلاعه))❶

اس نے جھوٹ بولا، اس کے لیے جہنم کا بچھونا بچھا دو اور اسے آگ کے کپڑے پہنا دو، اور اس کی طرف جہنم کے دروازے کھول دو۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: (چنانچہ اس کے بعد) اس کو جہنم کی گرمی اور اس کی شدت آتی رہتی ہے، اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کافر پر اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی دونوں طرف کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

(یعنی قبر دونوں طرف سے اس کو دباتی ہے جس کی وجہ سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں ایسی گھس جاتی ہیں جیسے کوئی اپنے دونوں ہاتھوں کی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں ڈالتا ہے)۔

اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ قبر کا عذاب زندہ انسانوں کو نظر آئے یا انہیں محسوس ہو کیونکہ بہت سی چیزیں واقع ہونے کے باوجود ہمیں نظر نہیں آتیں اور نہ ہی محسوس ہوتی ہیں جیسے سونے والا کوئی ڈراؤنا خواب دیکھتا ہے تو اسے بہت زیادہ ڈر لگتا ہے لیکن پاس میں بیٹھے ہوئے جاگنے والے کو کوئی پتہ نہیں چلتا، اسی طرح اگر سونے والا کوئی اچھا خواب دیکھتا ہے اور اسے خوشی اور لذت محسوس ہوتی ہے لیکن پاس والے کو پتہ نہیں چلتا جیسے سونے والے کی اس کیفیت سے کوئی

---

❶ سنن أبي داود ، كتاب، باب في المسألة في القبر وعذاب القبر، رقم الحديث : 4753.

بھی عقل رکھنے والا انکار نہیں کرسکتا اسی طرح قبر کا عذاب ہے جو دکھائی نہ دینے اور محسوس نہ ہونے کے باوجود ہوتا ہے اور جس پر ایمان لانا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

صور میں پھونکا جانا:

صور ایک سینگ (نما بانسری) ہے جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے جس سے ایک آواز پیدا ہوگی اور پھر وہ شدت اختیار کرتے ہوئے اتنی سخت ہوجائے گی کہ تمام مخلوقات اس آواز سے مرجائے گی اس کو نفخہ اولیٰ یعنی پہلی دفعہ صور میں پھونکنا کہا جاتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی کے مطابق جتنا اللہ تعالیٰ چاہیں گے تمام مخلوقات اسی حالت میں رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ اس صور میں پھونک ماریں گے اس کو نفخہ ثانیہ یعنی دوسری مرتبہ پھونک مارنا کہا جاتا ہے، اس پھونک سے تمام مخلوقات جو اس دنیا میں شروع سے آخر تک آئیں تھیں زندہ ہوجائیں گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ۝﴾ (الزمر: 68)

"اور صور پھونکا جائے تو آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں، وہ سب بے ہوش ہوجائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ چاہے۔ پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ پل بھر میں اُٹھ کر دیکھنے لگیں گے۔"

بعث اور حشر یعنی لوگوں کا اپنی قبروں سے اُٹھنا اور میدانِ محشر میں جمع ہونا:

بعث کا مطلب یہ ہے کہ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو زندہ فرمائیں گے اور اپنے سامنے لا کھڑا کریں گے، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ دوسری مرتبہ صور پھونکنے کا حکم فرمائیں گے اور ارواح کو ان کے جسموں کی طرف واپس لوٹائیں گے تو تمام مخلوقات زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اُٹھ کھڑی ہوں گی اور جلدی جلدی میدان محشر کی طرف آئیں گی جہاں ان کو حساب وکتاب کے لیے اور ایک دوسرے کے حقوق کی تلافی کے لیے جمع

کر دیا جائے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ ﴾ (یس: 51)

"اور صور پھونکا جائے گا تو یکایک یہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے روانہ ہو جائیں گے۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾ (الکهف: 47)

"اور ہم ان سب کو گھیر کر اکٹھا کر دیں گے، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔"

نیز اور بھی بہت سی آیات اور روایات ہیں جن میں بعث وحشر کا تذکرہ ہے، اس لیے ایمان لانے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ مؤمن آخرت میں قبروں سے اُٹھائے جانے پر اور میدان محشر میں جمع ہونے پر پختہ اعتقاد اور یقین رکھے اور مرنے کے بعد زندہ ہونا یہ ایک ایسا واقعی امر ہے جس میں نقل یعنی شرعی دلائل اور عقل یعنی انسانی عقل دونوں متفق ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِن مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۚ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ۖ وَمِنكُم مَّن يُتَوَفَّىٰ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِن بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَأَنبَتَتْ مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ﴿٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٦﴾ وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي الْقُبُورِ ﴿٧﴾﴾ (الحج: 5-7)

"اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں کچھ شک ہے تو (ذرا

سوچو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر ایک گوشت کے لوتھڑے سے جو (کبھی) پورا بن جاتا ہے، اور (کبھی) پورا نہیں بنتا، تاکہ ہم تمہارے لیے (تمہاری) حقیقت کھول کو بتادیں، اور ہم (تمہیں) ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہتے ہیں، ایک متعین مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں ایک بچے کی شکل میں باہر لاتے ہیں، پھر (تمہیں پالتے ہیں) تاکہ تم اپنی بھرپور عمر تک پہنچ جاؤ، اور تم سے بعض وہ جو (پہلے ہی) دنیا سے اُٹھالیے جاتے ہیں، اور تمہی میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو بدترین عمر (یعنی انتہائی بڑھاپے) تک لوٹا دیے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ زمین مرجھائی ہوئی پڑی ہے، پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ حرکت میں آجاتی ہے، اس میں بڑھوتری ہوتی ہے، اور وہ ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگاتی ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا وجود برحق ہے، اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے، اور وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے، اور اس لیے کی قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے، اور اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔

حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

((ثم ينفخ في الصور، فلا يسمعه أحد إلا أصغى ليتا ورفع ليتا، قال : وأول من يسمعه رجل يلوط حوض إبله، قال : فيصعق ، ويصعق الناس ، ثم يرسل الله-أو قال ينزل الله - مطرا كأنه الطل أو الظل-نعمان الشاك-فتنبت منه أجساد الناس ، ثم ينفخ فيه أخرى ، فإذا هم قيام ينظرون))[1]

[1] صحيح مسلم ، كتاب (كتاب الفتن وأشراط الساعة)، باب في خروج الدجال ومكثه في الأرض ، رقم الحديث : 2940.

پھر صور میں پھونکا جائے گا اور اس آواز کو ہر سننے والے غور سے سننے کے لیے اپنی گردن (کبھی ایک جانب) جھکائے گا اور (کبھی) اُٹھائے گا، (یعنی خوف کے مارے کان لگا کر سنے گا کہ کیا ہوگیا؟) لوگ (اس آواز سے) بے ہوش (یعنی مردہ) ہوجائیں گے، پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ سائے کی طرح بارش بھیج کر برسائیں گے جس سے لوگ (پودوں کی طرح) اُگ آئیں گے، پھر دوبارہ پھونکا جائے گا جس سے لوگ زندہ کھڑے ہوکر دیکھیں گے۔

قیامت کے دن مخلوقات کو دوبارہ زندہ کردینے کی ایک عقلی اور حسی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہمیں مردوں کو زندہ کرنے کا عملی مشاہدہ کروایا، قرآن کریم میں سورۃ البقرۃ میں پانچ مثالیں ایسی ملتی ہیں جس میں مردوں کو اس دنیا میں دوبارہ زندہ کرنے کا تذکرہ ہے: جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے کچھ افراد کو موت دینے کے بعد دوبارہ زندہ کردینا، بنی اسرائیل کے ایک مقتول کو زندہ کرنا، اس قوم کو زندہ کرنا جو موت سے بھاگتے ہوئے اپنے گھروں سے نکل چکے تھے، اس ہستی کو زندہ کرنا جس کا گزر ایک ویران و مردہ بستی پر ہوا اور انہوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی والوں کو مرکھپ جانے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ فرمائے گا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرندوں کو زندہ کرنا۔ غرض اس دنیا میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو دوبارہ زندہ کرکے ہمیں اس بات کی خبر دے دی کہ اس قادرِ مطلق ذات کے لیے کوئی بھی کام مشکل نہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

روزِ قیامت کے احوال:

قیامت کے دن کے احوال بہت سخت اور ہیبت ناک ہیں، اس دن کی شدت اور خوف کی وجہ سے بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور حمل والی عورتیں خوف کی وجہ سے اپنا حمل ساقط کر دیں گی، اور دودھ پلانے والی عورت اپنے بچوں تک کو بھول جائیں گی، اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے حالات کو مختلف آیات میں بیان فرمایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ

تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝ ﴾

(الحج: 1،2)

"اے لوگو! اپنے پروردگار (کے غضب) سے ڈرو۔ یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے۔ جس دن وہ تمہیں نظر آجائے گا، اس دن ہر دودھ پلانے والی اس بچے (تک) کو بھول بیٹھے گی جس کو اس نے دودھ پلایا، اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا بیٹھے گی، اور لوگ تمہیں یوں نظر آئیں گے کہ وہ نشے میں بدحواس ہیں، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہوگا۔"

اس احوال میں سب سے سخت زلزلہ ہے جو اس نظام عالم کو تباہ و برباد کردے گا، جس سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوکر اُڑتے نظر آئیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، سورج، چاند اور ستارے بے نور ہوکر ٹوٹ جائیں گے اور سمندروں میں آگ بھڑک اُٹھے گی، اس کی ہیبت کا یہ عالم ہوگا کہ کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ اپنا سب کچھ دے کر آج عذاب سے اپنے آپ کو بچالیں، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ﴾ (یونس: 54)

"اور جس جس شخص نے ظلم کا ارتکاب کیا ہے، اگر اس کے پاس روئے زمین کی ساری دولت بھی ہوگی تو وہ اپنی جان چھڑانے کے لیے اس کی پیشکش کردے گا۔"

اور اس دن کافر کا حال یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب سے بچنے کے لیے اپنے سب سے زیادہ محبوب لوگ یعنی اولاد اور بیوی تک کو اپنی جان کے فدیہ میں پیش کرنے کی تمنا کرے گا کہ یہ لوگ آگ میں جل جائیں لیکن اس کی جان بچ جائے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ۝ ﴾ (المعارج 11-15)

"مجرم یہ چاہے گا کہ اس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹے فدیہ میں دے دے، اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی، اور اپنا وہ خاوند جو اسے پناہ دیتا تھا، اور زمین کے سارے کے سارے باشندے۔ (پھر ان سب کو فدیہ میں دے کر) اپنے آپ کو بچالے۔ (لیکن) ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا! وہ تو ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔"

صحیح احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں اور ننگے بدن (غیر مختون) اُٹھا کر جمع کیا جائے گا، اور یہ دن بہت طویل اور لمبا ہوگا جس میں لوگ بڑی دیر تک انتظار کرتے ہوئے کھڑے ہوں گے کہ کب حساب و کتاب شروع ہو جائے، اس دن سورج قریب ہو کر تقریباً ایک میل کے فاصلے پر آجائے گا، اور لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی سینے تک اور کوئی کندھوں اور کوئی گلے تک، غرض اپنے اعمال کے اعتبار سے ہر ایک اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا۔

حساب و کتاب:

حساب و کتاب کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مخلوق کو اپنے سامنے لا کھڑا کردیں گے اور ان کو ان کے وہ اعمال بتلائیں گے جو انہوں نے دنیا میں کیے تھے، چنانچہ لوگوں سے ان کے اعمال کے متعلق باز پُرس ہوگی، لوگوں کے ایک دوسرے پر حقوق کی تلافی اور ایک دوسرے کے درمیان بدلوں کا حساب لیا جائے گا، لوگوں کے اعمال کو ترازو میں تولہ جائے چنانچہ جس کی نیکیاں اس کی بُرائیوں سے زیادہ ہوں گی وہ جنت کی طرف بھیج دیا جائے اور جس کے گناہ اس کی نیکیوں پر غالب ہوئے وہ جہنم کا مستحق ہوگا۔

غرض دنیا میں کیے ہوئے ہر عمل کا حساب اللہ تعالیٰ آخرت میں فرمائیں گے کیونکہ انسان کا کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ اور مخفی ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝﴾ (الغاشية: 25-26)

"یقین جانو ان سب کو ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر یقیناً ان کا حساب ہمارے ذمہ ہے۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ۧ ﴾ (المجادلۃ: 6)

"اس دن جب اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا، پھر انہیں بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے گن گن کر محفوظ کر رکھا ہے، اور یہ اسے بھول گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا گواہ ہے۔"

حساب و کتاب مختلف طرح کا ہوگا، بعض لوگوں کا حساب بڑا سخت ہوگا، اور بعض کا بہت آسان ہوگا، بعض کا حساب و کتاب ان کے عزت و اکرام کے لیے ہوگا اور بعض لوگوں کا حساب و کتاب ان کی تذلیل اور تحقیر کے لیے، بعض کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ ہوگا تو بعض کی پکڑ اور مواخذہ ہوگا غرض اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ جیسے چاہیں معاملہ فرمائیں گے۔

نیک اور اہل تقویٰ کا حساب بہت آسان ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے وہ سارے اعمال پیش کریں گے جو انہوں نے دنیا میں کیے تھے، چنانچہ وہ اپنے اعمال کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اس کے کرم کا اقرار کریں گے کہ ان کے اعمال کے مقابلے میں کیسے اللہ تعالیٰ نے ان کے آخرت میں معافی اور درگزر کا معاملہ فرمایا، اس کے مقابلہ میں کافر اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ پھیرتے تھے ان کا حساب بڑا سخت ہوگا اللہ تعالیٰ ان کے ایک ایک چھوٹے بڑے تمام گناہوں پر مؤاخذہ فرما کر حساب و کتاب فرمائیں گے۔

حساب و کتاب کے وقت فرشتے بندوں کے اعمال نامے لے آئیں گے جس میں بندوں کے اعمال لکھے ہوئے ہوں گے جس میں ان کے چھوٹے سے چھوٹے عمل سے لے کر بڑے سے بڑے عمل تک سب کچھ لکھا ہوا ہوگا غرض دنیا میں بندے کا ہر کیا ہوا عمل اس کے نامہ اعمال میں مذکور ہوگا، کوئی بھی چیز ایسی نہ ہوگی جو لکھنے سے چھوٹ گئی ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ

ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ۭ﴾

(الإسراء: 13-14)

"اور ہر شخص (کے عمل) کا انجام ہم نے اس کے اپنے گلے سے چمٹا دیا ہے، اور قیامت کے دن ہم (اس کا) اعمال نامہ ایک تحریر کی شکل میں نکال کر اس کے سامنے کر دیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ (کہا جائے گا کہ) لو پڑھ لو اپنا اعمال نامہ! آج تم خود اپنا حساب لینے کے لیے کافی ہو۔"

چنانچہ حساب و کتاب کے بعد بعض لوگوں کو (جو نیک ہوں گے) ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے اور بعض کو (جو بد عمل ہوں گے) ان کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں ان کے پشت کے پیچھے سے دیے جائیں گے، جیسے کہ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بہت سی آیات میں بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ:

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝ۭ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَاۗءَ ظَهْرِهٖ ۝ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ۭ﴾ (الانشقاق: 7-12)

"پھر جس شخص کو اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس سے تو آسان حساب لیا جائے گا، اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوشی مناتا ہوا واپس آئے گا، لیکن وہ شخص جس کو اس کا اعمال نامہ اس کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا، وہ موت کو پکارے گا، اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔"

صحیح احادیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حساب و کتاب حضورِ اقدس ﷺ (یعنی اُمتِ محمدیہ) سے لیا جائے گا، اور حساب و کتاب میں بندوں سے سب سے پہلے حقوق اللہ (اللہ تعالیٰ کے حقوق) کے متعلق پوچھ ہوگی، اور فیصلوں میں سب سے پہلے خون

(قتل وغارت) کا فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ مظلوموں کو ظالموں سے بدلہ دلوایا جائے گا۔

میزان یعنی ترازو:

قیامت کے دن لوگوں کے اعمال کا وزن کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایک ترازو نصب فرمائیں گے جس کو "میزان عدل" کہا جاتا ہے، اس ترازو کے دو پلے ہوں گے، جس کے ایک پلے میں نیکیاں اور دوسرے پلے میں برائیاں رکھ کر تولی جائیں گی چنانچہ جس کی نیکیاں اس کی برائیوں سے وزن میں زیادہ ہوجائیں گی وہ کامیاب ہوجائے گا اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور جس شخص کی برائیاں اس کی نیکیوں سے زیادہ نکل آئیں اس کو جہنم کی طرف ہانک دیا جائے گا۔ اس میزان کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴾

(الأنبیا: 47)

"اور ہم قیامت کے دن ایسی ترازویں لا رکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی، چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا، تو ہم اُسے سامنے لے آئیں گے۔ اور حساب لینے کے لیے ہم کافی ہیں۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝﴾

(الأعراف: 8-9)

"اور اس دن (اعمال کا) وزن ہونا اٹل حقیقت ہے۔ چنانچہ جن کی ترازو کے پلے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔ اور جن کے ترازو کے پلے ہلکے ہوں گے، وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتیاں کر کے خود اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا۔"

حوضِ کوثر:

حوض کوثر ایک حوض (تالاب) ہے جس کا پانی جنت کے نہر سے آتا ہے یہ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاص طور پر عطا فرمایا گیا ہے، قیامت کے دن پل صراط پر گزرنے سے پہلے حساب وکتاب کی جگہ پر یہ حوض ہوگا جس سے نبی کریم ﷺ اپنی اُمت کے نیک لوگوں کو پانی پلائیں گے جس کی وجہ سے ان کی پیاس ختم ہوجائے گی اور پھر قیامت کے اس عظیم اور سخت دن میں ان کو دوبارہ پیاس نہیں لگے گی۔ اس حوض کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّآ أَعْطَيْنَٰكَ ٱلْكَوْثَرَ ① ﴾ (الكوثر: 1)

"(اے پیغمبر ﷺ!) یقین جانو ہم نے تمہیں کوثر عطا کردی ہے۔"

حدیث میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((حوضي مسيرة شهر، ماؤه أبيض من اللبن ، وريحه أطيب من المسك ، وكيزانه كنجوم السماء ، من شرب منها فلا يظمأ أبدا))[1]

"میرا حوض ایک مہینے کی مسافت جتنا لمبا ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، اس کی خوشبو مشک سے زیادہ اچھی اور اس کے (پاس پڑے پینے کے لیے) برتن آسمان پر ستاروں کی مانند (زیادہ) ہیں، جو بھی اس سے (پانی) پی لے گا، اس کو پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

آپ ﷺ کے اعزار واکرام کے طور پر اس دن یہ حوض اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، چنانچہ مؤمن لوگ اس حوض پر آکر پانی پئیں گے اور وہ لوگ جو دین سے پھر گئے یا انہوں نے دین میں اپنی طرف سے کوئی ایسی بات گھڑلی جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ایسے لوگوں کو حوض سے دھتکار دیا جائے گا۔ آپ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الرقاق، باب في الحوض ، رقم الحديث 6579. أخرج مسلم في الفضائل باب اثبات حوض نبينا وصفاته.... رقم : 2292.

((أنا فرطكم على الحوض ، وليرفعن معي رجال منكم ثم ليختلجن دوني ، فأقول : يارب أصحابي ، فيقال إنك لاتدري ما أحدثوا بعدك))[1]

"میں حوض پر تمہارے لیے (پہلے جا کر پانی پینے کا) انتظام کروں گا اور تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے (لیکن) پھر ان کو مجھ سے دور کر دیا جائے گا، میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ: اے اللہ! یہ (تو) میرے اُمتی ہیں (انہیں اجازت دے دیں) کہا جائے گا کہ: آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعات نکالیں (یعنی دین میں اپنی طرف سے نئی باتیں گھڑیں)۔"

غرض یہ کہ آپ ﷺ کے حوض کوثر سے قیامت کے دن وہی لوگ مستفید ہوں گے جو اپنے دین پر قائم رہ کر اعمال صالحہ کرتے رہے اور تمام اعمال سرانجام دینے میں سنت کو لازم پکڑا اور بدعات سے اجتناب کرتے رہے۔

پل صراط:

یہ ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر سے گزرتا ہوا جنت کی طرف جاتا ہے اور اس پر سے لوگ گزر کر جنت کی طرف جائیں گے چنانچہ جو نیک لوگ ہوں گے وہ اس پُل کو پار کر کے جنت میں داخل ہو جائیں گے اور گنہگار اس پُل کو پار نہیں کر سکیں گے اور گزرتے وقت جہنم میں گر جائیں گے غرض ہر آدمی کو اس پل پر سے گزرنا ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ۝ ﴾ (مریم: 71-72)

"اور تم سے کوئی نہیں جس کا اس (دوزخ) پر گزر نہ ہو، اس بات کا تمہارے

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الرقاق، باب في الحوض ، رقم الحديث 6576.

پروردگار نے حتمی طور پر ذمہ لے رکھا ہے۔ پھر جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، انہیں تو ہم نجات دے دیں گے، اور جو ظالم ہیں، انہیں اس حالت میں چھوڑ دیں گے کہ وہ (اس دوزخ) میں گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے۔"

یہاں جہنم پر سے گزرنے کی تفسیر علماء کرام نے پل صراط سے فرمائی ہے یعنی ہر شخص کو پل صراط پر سے گزرنا ہوگا، البتہ کفار کو براہِ راست جہنم میں داخل کر دیا جائے گا وہ اس پُل پر سے نہیں گزریں گے، حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فيضرب الصراط بين ظهراني جهنم ، فأكون أول من يجوز من الرسل بأمته ، ولا يتكلم يومئذ أحد إلا الرسل، وكلام الرسل يومئذ : اللهم سلم سلم))[1]

"پس جہنم کے دونوں اطراف میں پُل رکھ دیا جائے گا پس تمام انبیاء (علیہم السلام) میں سب سے پہلے میں اپنی اُمت کے ساتھ پُل کو پار کروں گا، اور اس دن رسولوں کے علاوہ کوئی بات (کرنے کی جرأت) نہیں کرے گا، اور ہر رسول اس دن یہی بات کرے گا کہ اے اللہ! (مجھے) بچالے (مجھے) بچالے۔"

پُل صراط کی کیفیت یہ ہے کہ وہ تلوار سے زیادہ تیز، بال سے زیادہ باریک اور پھسلن والا ہے اور اس پر اسی آدمی کے قدم جم سکیں گے جس کے قدموں کو اللہ تعالیٰ جما دے، اور لوگ اس پُل پر سے اپنے اعمال کی قوت کی بقدر چلیں گے، چنانچہ بعض لوگ اس پُل پر سے پلک جھپکتے ہی پار ہو جائیں گے، بعض لوگ بجلی کی تیزی کی طرح، بعض ہوا کی تیزی کی طرح، بعض پرندے کی تیز اُڑان کی طرح، بعض اعلیٰ گھوڑوں کی تیزی رفتاری کی طرح، بعض دوڑتے ہوئے اور بعض عام چال کی طرح چلتے ہوئے اس پُل کو پار کرتے ہوئے گزر جائیں گے۔ غرض ہر آدمی اپنے اعمال کی قوت اور طاقت کے بقدر اس پُل کو پار کرتے ہوئے جنت پہنچ جائے گا۔

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب، باب فضل السجود ، رقم الحديث : 806.

جنت اور جہنم کے درمیان والا پُل:

پُلِ صراط سے گزرنے کے بعد جنت میں داخل ہونے سے پہلے ایک مقام ہے جس پر لوگ کھڑے ہوں گے، تاکہ ایک دوسرے کے آپس کے حقوق پورے کر دیں اگر کسی نے کسی سے کچھ بدلہ لینا ہو تو لے لے، چنانچہ جب سب ایک دوسرے کے حقوق کی پوری پوری تلافی کریں گے اور وہ پورے پورے پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے گی یہ وہ جگہ ہے جس کو جنت اور جہنم کے درمیان کے پُل کہا جاتا ہے اور یہ پُلِ صراط کے علاوہ ہے، حضورِ اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

((يخلص المؤمنون من النار، فيحبسون على قنطرة بين الجنة والنار، فيقص لبعضهم من بعض مظالم كانت بينهم في الدنيا، حتى إذا هذبوا ونقوا أذن لهم في دخول الجنة ، فوالذي نفس محمد بيده ، لأحدهم أهدى بمنزله في الجنة منه بمنزلة كان في الدنيا))[1]

"(جب) مومنوں کو آگ سے چھٹکارا مل جائے گا تو جنت اور جہنم کے درمیان ایک پُل پر ان کا محاسبہ ہوگا، چنانچہ بعض لوگوں سے ان کے ان مظالم کا بدلہ لیا جائے گا جو ظلم انہوں نے دوسروں پر دنیا میں کیے تھے، یہاں تک کہ جب مظالم کا بدلہ لے لیے جانے کے بعد وہ بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے، (پھر آپ ﷺ نے فرمایا) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! جنتیوں میں ہر ایک اپنی منزل کو دنیا کی منزل کے مقابلے میں آسانی سے پا لے گا۔"

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الرقاق، باب القصاص يوم القيامة ، رقم الحديث 6535.

جنت اور اس کی صفات:

جنت نعمتوں کا ایک مقام اور گھر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومن لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾﴾ (ابراھیم: 23)

"اور جو لوگ ایمان لائے تھے، اور انہوں نے نیک عمل کیے تھے، انہیں ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اپنے پروردگار کے حکم سے وہ ان (باغوں) میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کا استقبال سلام سے کریں گے۔"

قرآن وسنت میں جنت کی صفات بیان ہوئیں ہیں کہ جنت میں بہتی ہوئی نہریں ہیں، اور بلند بالا خانے ہیں، حسین وجمیل بیویاں اور حوریں ہیں، اور جنت میں انسان کو ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش رکھے گا، اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے سارے اسباب ہوں گے اور جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جس کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں، اور نہ کسی دل پر اس کا گمان گزرا ہے، جنت کی خوشبو چالیس سال دور کی مسافت سے محسوس ہوگی اور جنت کی نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت جنتیوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

جنت کے سو درجات ہیں، اور ایک درجے سے دوسرے درجے کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان کا فاصلہ ہے، اور جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ جنت الفردوس ہے، اور جنت کی چھت تبارک وتعالیٰ کا عرش ہے، جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے کا فاصلہ اتنا ہے جتنا مکہ اور ہجر کا فاصلہ (یہ فاصلہ تقریبا ہزار کلومیٹر سے زیادہ ہے، یہاں مراد بہت زیادہ فاصلہ ہے) جنت اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک اور صالح بندوں کے لیے بنائی ہے اور وہ اب بھی موجود ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: 133)

"اور اپنے رب کی طرف سے مغفرت اور وہ جنت حاصل کرنے کے لیے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھاؤ جس کی چوڑائی اتنی ہے کہ اس میں تمام آسمان اور زمین سما جائیں۔ وہ پرہیزگاروں کے لیے تیار کی گئی ہے"

جنت کی نعمتیں ابدی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں، وہ نہ کبھی ختم ہوں گی اور نہ ان پر زوال آئے گا، بلکہ جنت کی طرح اس کی نعمتیں بھی لازوال ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ رہیں گی، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝﴾ (البينة: 8)

"ان کے پروردگار کے پاس ان کا انعام وہ سدا بہار جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوگا اور وہ اس سے خوش ہوں گے۔ یہ سب کچھ اس کے لیے ہے جو اپنے پروردگار کا خوف دل میں رکھتا ہے۔"

دوزخ اور اس کی صفات:

دوزخ یہ عذاب کی ایک جگہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں اور اپنے نافرمانوں کے لیے آخرت میں تیار کر رکھی ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝﴾

(غافر: 6)

"اور اسی طرح جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، ان کے بارے میں تمہارے پروردگار کی یہ بات بھی پکی ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی لوگ ہیں۔"

قرآن وحدیث میں دوزخ کے احوال کا تذکرہ آتا ہے کہ اس میں شدید اور سخت قسم

کے عذاب ہوں گے، دوزخ کا ایندھن پتھر اور انسان ہیں، دوزخیوں کا کھانا زقوم اور ان کا پانی پیپ اور گندہ خون ہوگا، اور دنیا کے آگ کے مقابلے میں دوزخ کی آگ ستر گنا زیادہ شدید اور گرم ہوگی، جہنم میں عذاب کے مختلف درجات ہیں، جس میں عذاب کی شدت اور خفت کے اعتبار سے فرق ہوگا۔

دوزخ کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے سے مخصوص گروہ گزرے گا، دوزخ کے داروغے انتہائی سخت مزاج ہوں گے، دوزخ میں جتنے بھی لوگ داخل کردیے جائیں اس کا پیٹ نہیں بھرے گا بلکہ وہ کہے گی کہ اور لوگوں کو بھی لے آؤ، دوزخ اللہ تعالیٰ نے بنالی ہے اور اب بھی موجود ہے اس میں نافرمان اور کافر لوگ داخل ہوں گے، دوزخ اور اس کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ رہے گا، اور کافر لوگ اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ ﴾ (الأحزاب: 64-65)

"اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کردیا ہے، اور اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے، جس میں وہ ہمیشہ اس طرح رہیں گے کہ اس میں نہ کوئی حمایتی مل سکے گا، اور نہ کوئی مددگار۔"

گنہگار مسلمان جہنم میں سزا پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوبارہ جہنم سے نکال دیے جائیں گے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((يدخل الله أهل الجنة ، يدخل من يشاء برحمته ، ويدخل أهل النار النار، ثم يقول : انظروا من وجدتم في قلبه مثقال حبة من خردل من إيمان فأخرجوه، فيخرجون منها حمما قد امتحشوا ، فيلقون في نهر الحياة، أو الحيا، فينبتون فيه كما تنبت الحبة إلى جانب السيل))[1]

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب إثبات الشفاعة وإخراج الموحدين من النار، رقم الحديث : 304.

"(جب) اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنتیوں کو جنت میں داخل کردیں گے اور جہنمیوں کو جہنم میں داخل کردیں گے (تو) پھر فرمائیں گے، (جاؤ) دیکھو جس شخص کے دل میں تم رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان پاؤ اس کو جہنم سے نکال دو، چنانچہ ان (جہنمیوں) کو دوزخ سے نکال دیا جائے گا (جبکہ) وہ جل کر کوئلے کی طرح سیاہ ہو چکے ہوں گے، پس ان کی نہر حیات میں ڈال دیا جائے گا جس میں (ڈالے جانے کے بعد) وہ لوگ ایسے اُگ آئیں گے جیسے سیلاب (آجانے کے بعد اس) کے اطراف میں دانے اُگ آتے ہیں۔"

آخرت پر ایمان لانے کے فوائد:

آخرت پر ایمان لانے کے بہت زیادہ فائدے ہیں جن میں کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) آخرت پر ایمان رکھنا مؤمن کے دل ودماغ کو اطمینان اور تسلی دیتا ہے کیونکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ یہ دنیا ختم ہوجانے والی ہے، جو ایک گزرگاہ ہے اور اصل ٹھکانہ اور گھر آخرت ہی ہے جہاں کی کامیابی اور سعادت ہی یقینی سعادت اور کامیابی ہے اس لیے وہ دنیا کی کسی نعمت اور خوشی کے نہ ملنے پر افسوس نہیں کرتا بلکہ وہ مطمئن رہتا ہے اسی طرح جب دنیا میں اسے کوئی رنج وغم پہنچتا ہے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق برداشت کرلیتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ دنیا کا غم اور سختی عارضی اور ختم ہوجانے والی ہے اصل غم اور پریشانی تو آخرت کی ہے جس سے بچنا چاہیے اور جس سے بچنے کی وہ بھرپور کوشش کرتا ہے۔

(۲) آخرت کے اعتقاد کی وجہ سے مسلمان نیکی اور اچھے کاموں میں ترقی کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آپ کو ناجائز کاموں اور برائیوں سے بچا کے رکھتا ہے کیونکہ اسے اس بات کا پختہ یقین ہوتا ہے کہ وہ جو عمل بھی اس دنیا میں کرے گا آخرت میں اس کا حساب و کتاب ہوگا اور اسے اس کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔

(۳) آخرت پر ایمان رکھنے کی وجہ سے مؤمن کو دنیا کے آرام اور نعمتیں نہ ملنے کا افسوس نہیں ہوتا کیونکہ اس کے بدلے وہ اللہ تعالیٰ سے جنت کے نعمتوں کی اُمید رکھتا ہے۔

(۴) آخرت پر ایمان رکھنا انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی (معاشرے) میں امن وسکون پیدا کردیتا ہے کیونکہ آخرت پر ایمان رکھنے اور حساب وکتاب کا یقین رکھنے سے ہر فرد اپنے آپ کو ان گناہوں اور خرابیوں سے بچاتا ہے جو معاشرے کے امن و امان کو بگاڑتے ہیں، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا کیونکہ اسے ظالم کے مواخذے کا یقین ہوتا ہے، وہ چوری نہیں کرتا کیونکہ اسے چوری کی سزا اور گناہ کی شدت کا احساس ہوتا ہے، وہ ناحق کسی کا مال نہیں کھاتا کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن اس سے حقوق کا مطالبہ ہوگا غرض وہ ہر برائی اور غلط فعل سے باز رہتا ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں امن وامان خودبخود قائم ہوجاتا ہے۔

(۵) آخرت پر یقین رکھنے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف کا استحضار رہتا ہے اور وہ عملی طور پر خود عدل وانصاف قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر چلتے ہوئے وہ پُرامید ہوتا ہے اور ہر قسم کی پریشانیاں اس سے دور رہتی ہیں، اس میں خود اعتمادی اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے جو اسے عملی زندگی میں وقار واطمینان بخشتا ہے۔ بہر حال اصل زندگی تو آخرت ہی کی ہے دنیا تو صرف ایک گزرگاہ ہے جو اس سے عافیت کے ساتھ گزر گیا بس اس کے لیے پھر عیش ہی عیش ہے اور جس نے اس دنیا میں مَن چاہی زندگی گزاری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو پس پشت ڈالا۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو راضی نہ کیا تو اس کے لیے تو پھر سخت عذاب ہی ہیں اللہ رب العزت ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔

"اَللّٰهُمَّ اعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا مِنَ النَّارِ"

ایمان کا چھٹا رکن:

تقدیر اور اس کے متعلقات پر ایمان

تقدیر پر ایمان:

ایمان کے ارکان میں سے چھٹا رکن تقدیر پر ایمان لانا ہے یہ بھی ہر مسلمان پر لازم ہے کیونکہ اس پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا، جیسا کہ حدیث جبرائیل (علیہ السلام) میں وارد ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضورِ اقدس ﷺ سے ایمان کے متعلق پوچھا کہ آپ (ﷺ) مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں (کہ وہ کیا ہے) تو حضورِ اقدس ﷺ نے جواب دیا کہ:

((أن تؤمن باللّٰه ، وملائكته ، وكتبه ، ورسله ، واليوم الآخر، وتؤمن بالقدر خيره وشره))[1]

"(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں (علیہم السلام) پر، آخرت کے دن پر اور ہر اچھی بُری تقدیر پر (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے) ایمان لائے۔"

تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان پختہ اعتقاد اور یقین رکھے کہ ہر چیز کو پیدا کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہی ہر چیز کا مالک ہے، اس نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ان کی تقدیریں لکھ دی ہیں، ان کا رزق، ان کی عمر اور ان کے اعمال کے بارے میں لکھ دیا ہے کہ یہ لوگ کیا کریں گے، یہ نیک بخت ہوں گے یا بد بخت غرض یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس لوح محفوظ میں لکھ دی ہیں، چنانچہ دنیا میں جو خیر و شر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر اور فیصلے سے ہوتا ہے، کوئی بھی کام ایسا نہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات

---

[1] صحيح مسلم ، كتاب الإيمان ، باب بيان الإيمان والإسلام والإحسان .... ، رقم الحديث : 1.

سے مخفی ہو یا جس کا علم اللہ تعالیٰ کو نہ ہو بلکہ ہر شے اور ہر کام اللہ تعالیٰ کی مشیت (مرضی) اور اللہ تعالیٰ کے ارادے اور تقدیر کا پابند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ﴾ (القمر: 49)

"ہم نے ہر چیز کو ناپ تول کے ساتھ پیدا کیا ہے۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَٱلْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ فِى كِتَٰبٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى ٱللَّهِ يَسِيرٌ ﴾ (الحج: 70)

"کیا تم نہیں جانتے کہ آسمان وزمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں؟ یہ سب باتیں ایک کتاب میں محفوظ ہیں۔ بے شک یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہیں۔"

پس اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ جانتا ہے جو اس سے پہلے ہو چکا اور وہ بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا اور جو نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ کو گذشتہ اور آئندہ کے تمام احوال کا پورا کامل علم ہے، جو اللہ تعالیٰ چاہے گا وہی ہوگا اور جو نہیں چاہے گا وہ نہیں ہوگا غرض دنیا کا سارا نظام اور سارے کام اللہ تعالیٰ کی مشیت اور مرضی پر معلق ہیں اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی پتا بھی نہیں ہلتا۔

اللہ تعالیٰ ہی بندوں اور ان کے افعال کا خالق (پیدا کرنے والا) ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَٱللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴾ (الصافات: 96)

"حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے، اور جو کچھ تم بناتے ہو اس کو بھی۔"

بندے اپنے افعال کو درحقیقت خود ہی کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کی قدرت عطا فرمائی ہے، چنانچہ بندے کی مرضی اور اس کا ارادہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مرضی کی وجہ سے ممکن ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا تَشَآءُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ رَبُّ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴾ (التکویر: 28-29)

"اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو خدائے رب العالمین چاہے۔"

اس لیے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس بات پر پختہ اعتقاد اور ایمان رکھے کہ جتنے اچھے اور بُرے احوال اور حالات انسان کو پیش آتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس کی تقدیر میں لکھ دیے ہیں، پس جب کسی مسلمان کو کوئی اچھائی ملے تو وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کرے اور اس کی حمد وتعریف ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو خیر اور بھلائی نصیب فرمائی، کیونکہ یہ سب کچھ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَمَا بِكُم مِّن نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾ (النحل: 53)

"اور تم کو جو نعمت بھی حاصل ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسانات کا حق یہ ہے انسان اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور اس کی تعریف کرے، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے عملی طور پر اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اعْمَلُوا آلَ دَاوُودَ شُكْرًا﴾ (سبأ: 13)

"اے داود کے خاندان والو! تم ایسے عمل کیا کرو جس سے شکر ظاہر ہو۔"

یعنی تم ایسے اعمال کرو جس سے شکر ادا ہو جائے مطلب یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا عملی طور پر شکر ادا کرنا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے بدن پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کرے، کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے اس بندے پر اللہ تعالیٰ نے جو انعامات کیے ہیں یہ ان کا صحیح استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝١١﴾ (الضحی: 11)

"اور جو تمہارے پروردگار کی نعمت ہے، اس کا تذکرہ کرتے رہنا۔"

جب بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ بات یا تکلیف پہنچے تو وہ اس پر صبر و

تحمل کا مظاہرہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر پر راضی رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمت میں لکھ دیا ہے، تکلیف اور پریشانی کے وقت اس پر لازم ہے کہ وہ مندرجہ ذیل اُمور کا خاص طور پر اہتمام رکھے:

(۱) پہلی بات یہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی پریشانی اور تکلیف پر صبر کرے کیونکہ یہ اس کی تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، اس پر آہ وزاری نہ کرے بلکہ یہ یقین رکھے کہ جو تکلیف اس کو پہنچی ہے اس سے یہ بچ نہیں سکتا تھا بلکہ یہ تکلیف ہر حال میں اس کو پہنچتی تھی۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے میرے پیارے بیٹے!

((إنك لن تجد طعم حقيقة الإيمان حتى تعلم أن ما أصابك لم يكن ليخطئك، وما أخطأك لم يكن ليصيبك))[1]

"یقیناً تم اس وقت تک ایمان کا حقیقی مزہ محسوس نہیں کر سکتے جب تک تمہیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ تم کو پہنچا ہے وہ تم سے بچ نہیں سکتا تھا اور جو تم سے بچ گیا وہ تم کو مل نہیں سکتا تھا۔"

(۲) دوسرا یہ کہ تقدیر پر ایمان رکھنے والا ہر حال میں راضی اور خوش رہتا ہے اور جو کچھ اس کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اسے تقدیر کا حصہ سمجھ کر سہتا ہے، کیونکہ تقدیر پر اعتقاد اور یقین رکھنا اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر ایمان رکھنے کا تتمہ ہے کہ جو کچھ خیر وشر بندے کو پیش آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی میں اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بہتری ہے جو سراسر اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف ہے جس میں کوئی حکمت ضرور ہے۔

جب مسلمان کے دل میں تقدیر پر ایمان پختہ ہو جاتا ہے تو وہ دلی سکون واطمینان حاصل کر لیتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے باعث اس پر جو بھی حالت آتی ہے اسے کوئی بے چینی یا پریشانی نہیں ہوتی بلکہ کوئی نعمت اور محبوب چیز اسے نہ ملے یا اسے کوئی تکلیف اور پریشانی پیش

---

[1] سنن أبي داود، كتاب السنة، باب في القدر، رقم الحديث: 4700.

آئے وہ اس پر رنجیدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کو تقدیر کا حصہ سمجھ کر ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے، اس لیے کہ اسے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نوشتہ تقدیر میں ہے جو ہر حال میں ہو کر رہے گا جس کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے جو اس کائنات کا مالک ہے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُــوْرِۨ ۝﴾ (الحدید: 22-23)

"کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں نازل ہوتی ہو یا تمہاری جانوں کو لاحق ہوتی ہو، مگر وہ ایک کتاب میں اس وقت سے درج ہے جب ہم نے ان جانوں کو پیدا بھی نہیں کیا تھا۔ یقین جانو یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔ یہ اس لیے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے، اس پر تم غم میں نہ پڑو، اور جو چیز اللہ تعالیٰ تمہیں عطا فرما دے اس پر تم اِتراؤ نہیں، اور اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اِتراہٹ میں مبتلا ہو، شیخی بگاڑنے والا ہو۔"

(۳) تیسرا یہ کہ مؤمن تقدیر پر ایمان رکھنے کے باوجود ان اسباب کو اختیار کرتا ہے جو اس سے مصیبت اور پریشانی کو دور کر دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں کچھ اسباب ایسے لکھے ہیں جو کسی بھی بلا اور پریشانی کو دور کرنے میں معاون ہوتے ہیں، جیسے بیماری کے لیے دوائی اور علاج کرنا، صدقہ کرنا، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا وغیرہ۔

اسباب کو اختیار کرنا یہ تقدیر پر ایمان رکھنے کے منافی نہیں ہے اور نہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل رکھنے کے منافی ہے، بلکہ اسباب اختیار کر کے اللہ پر بھروسہ کرنا ہی اصل توکل ہے، آپ ﷺ نے ایک حدیث میں اسی بات کی طرف رہنمائی فرمائی:

((احرص على ما ينفعك ، واستعن بالله ولا تعجز ، وإن

أصابك شيء ، فلا تقل لو أني فعلت كان كذا و كذا،
ولكن قل قدر الله وما شاء فعل))❶

"جو چیز تمہیں نفع دے تم اس (کو اختیار کرنے) کی پوری کوشش کرو، اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور تم (اس میں) عاجز مت ہو، اگر تمہیں کوئی (پریشانی والی) بات پیش آجائے تو یہ مت کہو کہ اگر میں ایسے کرتا تو یہ ہو جاتا، بلکہ یہ کہو کہ (یہ) اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔"

وہ گناہ جن سے اسلام میں منع کیا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے نبی حضرت مصطفیٰ ﷺ نے سحر کے متعلق بہت سے گناہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے جن میں سے چند ایک بڑے گناہوں کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ہم ان کو پہچان کر ان سے بچنے کی پوری کوشش کر سکیں۔

سحر:

سحر یعنی جادو ایک عمل ہے جس میں گرہ وغیرہ پر دم کیا جاتا ہے، یا شرکیہ اور ایسے کلمات پڑھے جاتے ہیں جس کا معنیٰ معلوم نہیں ہوتا، یا جادوگر ان کلمات وغیرہ کو لکھتا ہے، یا کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس سے دوسرے آدمی (جس پر جادو کیا جائے) کے بدن، دل اور دماغ وغیرہ پر اثر ہو جاتا ہے۔ شعبدہ بازی بھی جادو کی ہی ایک قسم ہے جس میں ہاتھ کی صفائی سے کوئی چیز حقیقت کے خلاف دکھائی دیتی ہے حالانکہ وہ چیز بدلتی نہیں بلکہ اپنی حالت پر قائم رہتی ہے لیکن شعبدہ باز لوگوں کو ایسے دکھلاتا ہے جیسے اس چیز کی حقیقت بدل گئی ہو۔

جادو کی اقسام:

جادو کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب القدر، باب في الأمر بالقوة وترك العجز والاستعانة بالله وتفويض المقادير لله ، رقم الحديث : 2664.

پہلی قسم: شعبدہ بازی اور نظر بندی وغیرہ: اس قسم کے جادو کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی بلکہ محض چالاکی اور تیزی سے کسی بھی چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف دکھادیا جاتا ہے حالانکہ شعبدہ باز کے عمل کی وجہ سے اس چیز میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی بلکہ دیکھنے والا اس کی حقیقت کو سمجھ نہیں پاتا۔

دوسری قسم: جادو کی وہ ہے جس کی حقیقت ہوتی ہے اور اشیاء میں اس کا اثر ہوتا ہے چنانچہ جادو کی وجہ سے کوئی آدمی بیمار ہوسکتا ہے یا اسے کوئی اور تکلیف اور پریشانی لاحق ہوسکتی ہے۔

جادو اور اس کے سیکھنے کا حکم:

جادو ان اعمال میں سے ایک ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں منع فرمایا ہے بلکہ جادو کی حرمت تمام آسمانی ادیان میں رہی ہے، یہ اسلام اور فطرت کے خلاف ہے اور گناہ کبیرہ ہے، قرآن وسنت میں جادو کی حرمت وارد ہے اور اس پر اُمت کا اجماع ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ۝﴾ (طه: 69)

"ان کی ساری کاریگری ایک جادو کے کرتب کے سوا کچھ نہیں، اور جادوگر چاہے کہیں چلا جائے، اسے فلاح نصیب نہیں ہوتی۔"

نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ﴾ (البقرة: 102)

"البتہ شیاطین لوگوں کو جادو کی تعلیم دے کر کفر کا ارتکاب کرتے تھے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اجتنبوا السبع الموبقات))، قالوا: يارسول الله وما هن؟ قال: ((الشرك بالله، والسحر ...الخ))①

① صحيح البخاري، كتاب، باب قول الله تعالى :[إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلما، إنما يأكلون في بطونهم نارا وسيصلون سعيرا]، رقم الحديث2766.

"سات ہلاک کر دینے والی چیزوں (یعنی گناہوں) سے بچو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا..... (یہ لمبی حدیث ہے جس میں اور گناہوں کا بھی ذکر ہے۔)"

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادیا کہ جادو بڑے ہلاک کر دینے والے گناہوں میں سے ہے اس لیے اس سے بچنا ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ جادو کا سیکھنا بھی حرام ہے، اور یہ جادو انسان کو کفر اور شرک کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ جادوگر کا جادو تب ہی مؤثر ہوتا ہے جب وہ کفریہ اُمور کا ارتکاب کرتا ہے جیسے جنات اور شیاطین کا قرب حاصل کرنا، اس سے مدد طلب کرنا وغیرہ۔

عموماً جادوگر دوسروں کو تکلیف اور ضرر پہنچانے کے لیے جادو کرتا ہے اور دوسرے کو اذیت دینے کا سبب بنتا ہے قرآن کریم میں اس بات کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

﴿فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ ۚ وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ﴾

(البقرة: 102)

"پھر بھی یہ لوگ ان سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی پیدا کر دیں۔ (ویسے یہ واضح رہے کہ) وہ اس کے ذریعے کسی کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔ مگر وہ ایسی باتیں سیکھتے تھے جو ان کے لیے نقصان دہ تھیں اور فائدہ مند نہ تھیں۔"

نظر بندی اور شعبدہ بازی بھی جادو میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا جادو ہی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے جادوگروں کی مذمت کی اور انہیں مفسد (فساد کرنے والا) کہا اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴾ (یونس: 81)

"پھر جب انہوں نے (اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو) پھینکا (اور وہ سانپ بن کر چلتی ہوئی نظر آئیں) تو موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ: یہ جو کچھ تم نے دکھایا ہے، جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ ابھی اس کو ملیا میٹ کیے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔"

باوجودیکہ جو کچھ ان جادوگروں نے کیا وہ محض وہم اور تخیلات تھے پھر بھی اس کو جادو کہا گیا، اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴾

(طٰہ: 66)

"پھر اچانک ان کی (ڈالی ہوئی) رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے نتیجے میں موسیٰ (علیہ السلام) کو ایسی محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہوں۔"

جادوگروں کا یہ فعل اگرچہ درحقیقت جادو نہیں تھا لیکن اس میں جادو کی مشابہت تھی اس وجہ سے اس کی مذمت کی گئی اور اس غلط کو قرار دیا گیا۔

جادوگروں کے پاس جانے کا حکم:

انسان جادوگروں کے پاس عموماً دو چیزوں کے لیے جاتا ہے:

اپنے مرض کا علاج کروانے کے لیے۔

یا کسی دوسرے پر جادو کرنے کے لیے کہ کسی کو تکلیف پہنچائے، کسی دوست کو اپنے قریب کردے یا پھر اپنی کسی گم شدہ چیز کو معلوم کر کے حاصل کرلے۔

مقصد جو بھی ہو جادوگر کے پاس جا کر اس سے اپنے مقصد کے لیے جادو کروانا جائز نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((من أتى عرافا أو كاهنا فصدقه فيما يقول ، فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم))[1]

"جو شخص کسی عرّاف (غیب کی خبریں بتانے والے) یا کسی جادوگر کے پاس گیا اور اس کی بات کا یقین کیا، تو اس شخص نے محمد (ﷺ) پر نازل کیے ہوئے احکامات کا انکار کر دیا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ليس منا من تسحر له ، أو تكهن أو تكهن له ، أو تطير أو تطير له))[2]

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو جادوگری کرے یا کسی سے (اپنے لیے) جادو کروائے یا کاہن بنے یا کسی سے کہانت کروائے، یا بدفالی نکالے یا کسی سے بدفالی نکلوائے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

عن جابر بن عبدالله ، قال : سئل النبي ﷺ عن النشرة ، فقال : ((من عمل الشيطان))[3]

"نبی کریم ﷺ نے نشرۃ کے بارے میں پوچھا گیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (یہ) شیطان کے کاموں میں سے ہے۔"

---

[1] المستدرك على الصحيحين للحاكم ، كتاب الإيمان ، باب (هذا حديث صحيح على شرطهما جميعا من حديث ابن سيرين ولم يخرجها، وحدّث البخارى عن اسحاق عن روح عن غوف عن خِلاس ومحمد عن أبى هريرة قصّة موسى أَنَّهُ آدَرُ) رقم الحديث : 15.

[2] المعجم الأوسط للطبراني ، من اسمه العباس ، رقم الحديث : 4262.

[3] مسند أحمد ، مسند جابر بن عبدالله رضي الله عنه ، رقم الحديث : 14135.

(نشرۃ، جادو ہی کی ایک قسم ہے)، جادو کرنے اور کروانے میں دیگر مقاصد کے علاوہ ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ اس میں انسان غیر اللہ سے مدد طلب کرتا ہے اور شرکیہ کلمات اور افعال کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور جادوگر کے کفریہ افعال واقوال پر عملی رضا مندی کا اظہار کرتا ہے اور گناہ پر رضا مندی بھی گناہ میں شرکت کے مترادف ہے۔

کہانت، عرافہ (قیافہ شناسی) اور علم نجوم:

کہانت:...... جنات سے مدد لے کر گذشتہ یا آئندہ زمانے کی غیبی باتوں کے بارے میں بتانا، جو شخص یہ کام کرتا ہے اس کو کاہن کہتے ہیں۔

عرافہ:...... ہاتھ کی لکیروں یا زمین پر خطوط وغیرہ کھینچ کر غیب کی باتوں کا دعویٰ کرنا، جو شخص یہ کام کرتا ہے اس کو عراف کہا جاتا ہے۔

نجوم:...... ستاروں اور اجرام فلکیہ کے حرکات سے غیبی باتیں معلوم کرنے کا دعویٰ کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اجرام فلکیہ انسانی زندگی میں تاثیر رکھتے ہیں۔

منجم یا نجومی:

نجومی وہ شخص ہوتا ہے جو ستاروں اور فلکی اجرام کی حرکات سے یہ دعویٰ کرتا ہے ان چیزوں کو دنیا میں ہونے والے کاموں، بارش، ہوا، گرمی، سردی، خیر، شر، نیک، بختی اور بدبختی وغیرہ امور میں اثر ہوتا ہے یعنی زمانے کے حوادثات اور اُمور کا پیش آنا یہ ستاروں کی حرکات و سکنات کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

کہانت، عرافہ اور علم نجوم کا حکم:

یہ تینوں علوم شریعت میں ناجائز اور حرام ہیں، اور بڑے گناہوں میں سے ہیں جو کفر کی طرف جانے کا دروازہ کھولتے ہیں، پس کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ یہ علوم سیکھے اور ان کی ممارست حاصل کرے یا ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو یہ کام کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ان اُمور کی ممانعت فرمائی ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من أتى عرافا أو كاهنا فصدقه فيما يقول ، فقد كفر بما أنزل على محمد صلى الله عليه وسلم))❶

"جو شخص کسی عراف (غیب کی خبریں بتانے والے) یا کسی جادوگر کے پاس گیا اور اس کی بات کا یقین کیا، تو اس شخص نے محمد (ﷺ) پر نازل کیے ہوئے احکامات کا انکار کر دیا۔"

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من أتى عرافا فسأله عن شيء ، لم تقبل له صلاة أربعين ليلة))❷

"جو شخص کسی عراف (غیبی باتیں بتانے والے کے پاس گیا) اور اس سے کوئی بات پوچھی، تو ایسے شخص کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں ہوتی۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من اقتبس علما من النجوم ، اقتبس شعبة من السحر زاد ما زاد))❸

"جس نے علم نجوم میں سے کچھ سیکھا، اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا، جتنا زیادہ علم نجوم سیکھتا جائے گا اتنا زیادہ جادو سیکھتا جائے گا۔"

یعنی علم نجوم درحقیقت جادو ہے جتنا زیادہ کوئی علم نجوم سیکھے گا وہ اتنی ہی زیادہ جادو سیکھنا شمار ہوگا۔ یہ شدید اور سخت ترین وعید ان لوگوں کے لیے ہے جو کاہنوں، عرافوں اور جادوگروں

---

❶ المستدرك على الصحيحين للحاكم ، كتاب الإيمان ، رقم الحديث : 15 (49/1).

❷ صحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب تحريم الكهانة وإيتان الكهان ، رقم الحديث : (2230)، (1751/4).

❸ سنن أبي داود ، كتاب الإيمان، باب في النجوم ، رقم الحديث : 3905 (16/4).

کے پاس جا کر ان سے جادو وغیرہ سیکھتے ہیں یا ان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں، اس قدر سختی اور شدت اس وجہ سے ہے کہ:

(۱) کہانت، عرافہ اور علم نجوم جادو کی ایک قسم ہے۔

(۲) کہانت، عرافہ اور علم نجوم میں غیب کی باتوں کا دعویٰ کیا جاتا ہے حالانکہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، گویا یہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت میں شریک ہونے کا دعویٰ کرنا ہے جو شرک ہے۔

(۳) عرافہ، علم نجوم اور کہانت میں دجل وفریب، مکاری اور ایسی باتوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے غیر (شرک) سے متعلق ہوتی ہیں، جو جائز نہیں۔

علم نجوم، کہانت اور عرافہ وغیرہ کی مختلف شکلیں اور صورتیں

کہانت اور عرافہ میں بہت سی چیزیں داخل ہیں، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

ارواح کو حاضر کرنا:

اس میں کاہن یا عراف وغیرہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ مردہ لوگوں کی ارواح کو حاضر کرتے ہیں اور ان سے بات چیت کرتے ہیں، مشکلات میں ان سے مدد طلب کرتے ہیں ،مریض کا علاج کرنے میں ان سے مدد لیتے ہیں اور مستقبل میں غیبی باتوں اور خبروں کے بارے میں ان سے معلومات لیتے ہیں۔

ہاتھ کی لکیروں، کاغذ یا برتن وغیرہ میں دیکھ کر مستقبل کے احوال بتانا:

اس میں کاہن یا نجومی وغیرہ کسی کے ہاتھ کی لکیروں کو دیکھ کر، یا کسی چائے اور قہوہ کی پیالی کے کنارے وغیرہ کو دیکھ کر یا کسی مخصوص کاغذ کو دیکھ کر آئندہ کی باتوں اور احوال کی خبر دیتا ہے۔

ریت وغیرہ پر خطوط کھینچنے کا طریقہ:

اس میں نجومی، کاہن یا عراف وغیرہ ریت پر خطوط اور لکیریں کھینچ کر حساب وکتاب کے ذریعے آئندہ غیبی احوال کا دعویٰ کرتے ہوئے خبریں دیتے ہیں۔

بروج پڑھ کر خبریں دینا:

اس میں نجومی کسی آدمی کا (آسمانی) برج جو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس برج کی کیفیات اور صفات کو ملحوظ رکھ کر کسی شخص کو اس کے مستقبل اور آئندہ کے احوال کی خبریں دیتا ہے۔

مندرجہ بالا اور اس طرح کی تمام صورتیں کہانت ،عرافہ اور علم نجوم وغیرہ میں داخل ہیں ان علوم کے ذریعے غیب کا دعویٰ کیا جاتا ہے اور آئندہ کے احوال بتائے جاتے ہیں اس لیے یہ سب کے سب ناجائز ہیں، شریعت نے ان سے منع کیا ہے، پس ان چیزوں میں سے کسی کا سیکھنا ہرگز جائز نہیں، نہ ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنا صحیح ہے نیز ان لوگوں کی بات کی تصدیق کرنا اور اسے درست سمجھنا اگرچہ وہ واقعہ کے مطابق بھی ہو جائے غلط اور ممنوع ہے کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہوتا ہے، حدیث کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

ان (کاہن) لوگوں کے پاس ان کے مسخر کیے ہوئے جنات باتیں لے کر آتے ہیں جن کے ساتھ یہ لوگ اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر لوگوں کو بتاتے ہیں، (پھر کسی ایک بات کے ہو جانے سے) جاہل اور ناسمجھ آدمی اس سے یہ سمجھنے لگتا ہے یہ لوگ جو بتا رہے ہیں وہ سچ ہے جبکہ وہ ان لوگوں کی جھوٹی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إذا قضى الله الأمر في السماء ، ضربت الملائكة بأجنحتها خضعانا لقوله ، كأنه سلسلة على صفوان ، فإذا فزع عن قلوبهم قالوا : ماذا قال ربكم؟ قالوا للذي قال الحق ، وهو العلي الكبير، فيسمعها مسترق السمع ، ومسترق السمع هكذا بعضه فوق بعض - ووصف سفيان

بكفه فحرفها ، وبدد بين أصابعه-فيسمع الكلمة فيلقيها إلى من تحته ، ثم يلقيها الآخر إلى من تحته ، حتى يلقيها على لسان الساحر أو لكاهن ، فربما أدرك الشهاب قبل أن يلقيها ، وربما ألقاها قبل أن يدركه ، فيكذب معها مائة كذبة ، فيقال : أليس قد قال لنا يوم كذا و كذا: كذا و كذا ، فيصدق بتلك الكلمة التي سمع من السماء))[1]

"جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی حکم (اور فیصلہ) فرماتا ہے، تو فرشتے فرط اطاعت میں اپنے پَر بچھا دیتے ہیں ، (اللہ تعالیٰ کے حکم کرنے کی آواز) صفوان (ملائم پتھر) پرزنجیر (لگ کر بجنے) کی طرح ہوتی (اس آواز میں بہت ہیبت اور رُعب ہوتا ہے) پھر جب فرشتوں کے دل سے اس آواز کا رُعب اور اس کی ہیبت ختم ہوجاتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا کہا؟ تو دوسرے فرشتے کہتے ہیں کہ حق اور سچ بات فرمائی وہ بلند اور بزرگی والا ہے، (فرشتوں کی گفتگو) شیاطین (جو آسمانوں پر جا کر چوری چھپکے) کان لگا کر فرشتوں سے باتیں سنتے ہیں اور یہ شیاطین ایک دوسرے پر زمین سے آسمان تک قطار بنائے ہوئے ہوتے ہیں، (راوی حدیث حضرت سفیان نے اپنی ہتھیلی سے شیاطین (کے قطار) کی صفت بیان کی اور اپنی ہتھیلی کو کھڑا کر کے اُنگلیوں کو الگ الگ کیا (یعنی جس طرح ہاتھ کی اُنگلیاں ایک دوسرے کے اوپر ایک ہوتی ہیں اسی طرح شیاطین بھی زمین سے آسمان تک قطار بنا کر چوری چھپکے فرشتوں کی باتیں سنتے ہیں) پس سب سے اوپر والا (شیطان) بات سن کر نیچے والے کو بتاتا ہے پھر وہ اپنے سے نیچے والے کو یہاں تک کہ (بات نیچے آتے آتے) جادوگر

[1] صحيح البخاري ، كتاب الإيمان، باب حتى إذا فزع عن قلوبهم ...الخ ، رقم الحديث : 4800.

اور کاہن کی زبان پر آجاتی ہے، کبھی تو بات نیچے تک پہنچانے سے پہلے ہی اس (شیطان) کو ستارہ (جو اس کو فرشتے مارتے ہیں) لگ جاتا ہے (وہ بات نیچے نہیں پہنچا پاتا) اور کبھی وہ (بچ نکلتا ہے اور) ستارے لگنے سے پہلے ہی اپنی بات نیچے پہنچا دیتا ہے پھر جادوگر اور کاہن اس بات کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے شامل کر کے لوگوں کو بتاتا ہے، پھر (جو لوگ ان کی باتوں پر اعتماد کرتے ہیں ان کی طرف سے) یہ کہا جاتا ہے کہ کیا فلاں دن اس نے ہمیں یہ یہ بات نہیں بتائی تھی؟ پس آسمان کی اس خبر (جو شیطان نے ساحر تک پہنچائی تھی اس) کی وجہ سے اس ساحر یا کاہن کی باتوں کی تصدیق یا تائید کی جاتی ہے۔"

شرکیہ کلمات والے تعویذات اور گنڈے:

جن امور سے اسلام میں منع کیا گیا ہے ان میں ایک وہ تعویذات اور گنڈے بھی ہیں جن میں شرکیہ اور کفریہ کلمات کا استعمال ہو اور ان تعویذات کو مؤثر بالذات سمجھا جائے اس چیز سے شریعت نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے کیونکہ دنیا میں جو بھی کام ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء سے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز سے مدد مانگنا اور اسے اپنے خیر وشر کا محرک سمجھنا شرک ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

تعویذ سے مراد:

تعویذ سے مراد کفریہ، شرکیہ یا موہم شرک کلمات پر مشتمل ہر وہ چیز جو انسان اپنے گلے یا جسم کے کسی حصے میں باندھتا ہے، اس کو پیتا ہے، جلاتا ہے یا پھر کسی جگہ دباتا یا لٹکاتا ہے، چاہے وہ کسی کاغذ پر لکھا جائے یا کسی کپڑے پر، ہڈی وغیرہ پر دم کیا جائے یا دھاگے، قیمتی پتھر یا موتی پر، چاہے یہ تعویذ اپنے لیے کیا اور کروایا جائے یا کسی جانور وغیرہ کے لیے، غرض ہر طرح کا تعویذ جس کو نفع ونقصان پہنچانے میں مؤثر بالذات (یعنی بذات خود اثر کرنے والا) سمجھا جائے، اس کو تعویذ کہا جاتا ہے جو شریعت میں ناجائز اور ممنوع ہے۔

گلے وغیرہ میں تعویذات لٹکانے کا حکم:

ناجائز تعویذات کا گلے میں لٹکانا یا بدن کے کسی حصے میں باندھنا یا اس کو کسی بھی طریقے سے استعمال کرنا اسلام میں منع ہے اور اس کو شرک میں واقع ہونے کا ایک ذریعہ اور واسطہ قرار دیا گیا ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إن الرقى ، والتمائم ، والتولة شرك)) [1]

"بلاشبہ جھاڑ پھونک، تعویذات اور جادو شرک ہے۔"

تولة : ایک قسم کا جادو ہے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے، اس کے ذریعے عورت اپنے شوہر کی ساری محبت اپنی طرف کھینچ لیا کرتی تھی۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عن عقبة بن عامر الجهني ، أن رسول الله ﷺ أقبل إليه وهط ، فبايع تسعة وأمسك عن واحد ، فقالوا: يا رسول الله! ، بايعت تسعة وتركت هذا؟ قال : ((إن عليه تميمة)) فأدخل يده فقطعها ، فبايعه ، وقال : ((من علق تميمة فقد أشرك)) [2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے جس میں سے نو لوگوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت فرمائی اور ایک کو بیعت کرنے سے رُک گئے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ نے نو لوگوں کو بیعت فرمالیا اور اس ایک کو چھوڑ دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس نے تعویذ باندھا ہوا ہے، چنانچہ اس شخص نے اپنے ہاتھ سے اس تعویذ کو کاٹ کر ہٹا دیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیعت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔"

---

[1] سنن أبي داود ، كتاب الإيمان، باب في تعليق التمائم ، رقم الحديث3883.

[2] مسند أحمد ، حديث عقبة بن عامر الجهني عن النبي ﷺ ، رقم الحديث : 17422.

جب انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان تعویذات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ یہ خود نفع اور نقصان پہنچانے والے ہیں تو ایسا عقیدہ رکھنا بڑا شرک ہے جس سے انسان مذہب سے نکل جاتا ہے اور اگر ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ ان شرکیہ اور کفریہ کلمات کے تعویذ گنڈوں کو اللہ تعالیٰ نے نفع ونقصان کا سبب بنایا ہے تو یہ شرک کہلائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس اشیاء کو نفع ونقصان پہنچانے کا سبب نہیں بنایا۔

ممنوع تعویذات کی مختلف صورتیں:

ناجائز اور ممنوع تعویذات کی بہت سی شکلیں اور صورتیں ہیں جن میں بعض قدیم موروثی ہیں اور بعض نئی، لیکن سب کا مقصد ایک ہے اور وہ ہے اپنے آپ سے بلا اور پریشانی کو دور کرنا اور اپنے نفع اور چاہت کی چیزیں حاصل کرنا، چنانچہ صورتیں بدلنے سے اس کے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی بلکہ وہ پہلے کی طرح حرام ہی رہیں گی، ان میں سے ایک عمل تولہ (تا کے زیر اور واؤ اور لام کے زبر کے ساتھ) کا کہلاتا ہے: تولہ ایک ایسا عمل تھا جس میں میاں بیوی کے درمیان محبت پیدا کرنا مقصود ہوتا تھا۔ زمانہ جاہلیت میں یہ عمل بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ اسی طرح گھوڑے کا کھڑ، چھوٹی جوتی، مخصوص قسم کے قیمتی پتھر اور موتی، آنکھ کی شکل، ہاتھ کی شکل، ہاتھ پر دھاگہ یا کپڑا باندھنا، یا گردن میں یہ چیزیں باندھنا، مخصوص قسم کے موتی، کاغذ جس پر طلسمی نقوش اور لکھائی وغیرہ باندھنا یہ سب صورتیں تمائم میں داخل ہیں جس سے بچنا ضروری ہے۔

جائز تعویذات:

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا کہ وہ تعویذات جس میں کفریہ، شرکیہ یا موہم شرک کلمات ہو یا ان تعویذات کو مؤثر بالذات سمجھا جائے تو ایسے تعویذات کرنا یا کروانا ناجائز اور حرام ہیں البتہ اگر تعویذات میں کوئی غیر شرعی بات نہ ہو تو وہ جائز ہوں گے، چنانچہ اگر تعویذات میں قرآن کی آیت، احادیث مبارکہ میں منقول دعائیں یا اللہ تبارک وتعالیٰ کے مبارک اسماء وصفات کو پڑھا جائے اور ان تعویذات کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے اور جائز مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے تو ایسے تعویذات اور دم وغیرہ کرنے کی شرعاً اجازت ہے اس میں کوئی قباحت اور خرابی

نہیں۔ ایسے تعویذات کی حیثیت محض دوائی جیسی ہے۔ انسان کسی مرض کے لیے ماہر حذاق ڈاکٹر حکیم کے پاس جا کر اپنے امراض کے لیے دوائی تجویز کراتا ہے اور اسے استعمال کرنے سے صحت بھی مل جاتی ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ دوائی محض ایک ذریعہ ہے، شفا تو اللہ جل شانہ کے امر سے ہوئی ہے بس ایسی ہی جائز تعویذات اور اعمال ہیں جو اُصول دین و شریعت کے خلاف نہ ہوں اور انہیں موثر بالذات نہ سمجھا جائے تو استعمال کرنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔

بدفالی اور بدشگونی:

جن باتوں سے اسلام میں منع کیا گیا ہے اس میں سے ایک بدفالی اور بدشگونی لینا بھی ہے، بدشگونی کا مطلب یہ ہے انسان کسی ناپسندیدہ بات اور فعل سے بُری بات اخذ کرے، جیسے کوّے کی آواز سن کر یہ کہنا کہ اب فلاں کام ہوگا، یا اُلو کو دیکھ کر بعض لوگ عجیب وغریب قسم کی پیشن گوئیاں کرتے پھرتے ہیں، اس قسم کی بدشگونی اور بدفالی لینے سے اسلام نے منع کیا ہے۔

بدشگونی اور بدفالی کی مختلف صورتیں:

بدفالی اور بدشگونی لوگوں میں مختلف طریقوں سے رائج ہے، جیسے کانے شخص کو دیکھ کر کوئی بُرا نتیجہ نکالنا، کوّے، اُلو یا کالی بلی کو دیکھ کر کسی واقعہ کے واقع ہونے کا اعتقاد رکھنا، اسی طرح کسی مخصوص مہینے، دن یا عدد کے متعلق بدشگونی رکھنا، اسی طرح آنکھ کے پھڑکنے سے کسی غم یا مصیبت کے آنے کا گمان رکھنا، اسی طرح کی اور بہت سی صورتیں ہیں جن میں مستقبل میں کسی واقعہ کے ہونے کا اعتقاد اور گمان رکھا جاتا ہے۔

بدشگونی اور بدفالی کا حکم:

بدشگونی اور بدفالی کو اسلام میں منع کیا گیا ہے کیونکہ بدشگونی انسان کے اعتقاد کی کمزوری سے پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ایمان کے پختہ نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے بلکہ نبی کریم ﷺ نے اس کو ایک قسم کا شرک قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار ارشاد فرمایا:

((الطيرة شرك ، الطيرة شرك ، ثلاثا))[1]

"بدشگونی (یعنی بدفالی) شرک ہے، بدشگونی (یعنی بدفالی) شرک ہے، بدشگونی (یعنی بدفالی) شرک ہے۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

((من ردته الطيرة من حاجة ، فقد أشرك))[2]

"جس شخص کو بدشگونی نے کسی کام سے روکا تو اس شخص نے شرک کیا۔"

یعنی کوئی شخص ایک کام کرنے لگا تھا کہ کسی وجہ سے بدشگونی ہوگئی اور اس کی وجہ سے وہ کام چھوڑ دیا اس ڈر سے کہ اگر یہ کام کروں گا تو فلاں نقصان یا کسی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بدشگونی کو شرک اس لیے کہا گیا ہے کہ اس میں انسان کسی بھی دوسری چیز سے کسی نفع یا نقصان پہنچنے کا اعتقاد رکھتا ہے حالانکہ نفع یا نقصان دینا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے تو گویا بدشگونی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسری چیزوں کو نفع یا نقصان دینے میں شریک تصور کرتا ہے اور یہ بات کسی مسلمان کے لیے ہرگز مناسب نہیں، کیونکہ ہر طرح کا نفع یا نقصان یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ﴾ (يونس: 107)

"اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو اسے دور کردے، اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کوئی نہیں ہے جو اسے دور کردے۔"

---

[1] سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الطيرة ، رقم الحديث : 3910.

[2] مسند أحمد ، مسند عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما، رقم الحديث : 7045.

اسی طرح بدشگونی اللہ تعالیٰ پر توکل کے بھی خلاف ہے اور اس کی وجہ سے انسان خوف میں مبتلا رہتا ہے۔

بدشگونی کا علاج:

بدشگونی کے تذکرے سے بعض اوقات انسان کے دل میں بدشگونی پیدا ہو جاتی جس کی وجہ سے انسان پریشان ہو جاتا ہے، انسان کی یہ کیفیت شیطان کے وسوسوں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کمزور ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ نے اس مسئلہ کا حل ارشاد فرمادیا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من ردته الطيرة من حاجة ، فقد أشرك)) قالوا : يارسول الله ماكفارة ذلك ؟

"جس شخص کو بدشگونی کسی کام سے روک دے تو اس شخص نے شرک کیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! اس بدشگونی کا کفارہ (تلافی) کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس (بدشگونی ہونے جانے والے) کو چاہیے وہ یہ کہے:

((اللهم لاخير إلاخيرك ، ولا طير إلا طيرك ، ولا إله غيرك))[1]

"اے اللہ! خیر صرف آپ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، بدشگونی (یعنی بدانجامی بھی) وہی ہوتی ہے جو آپ کی طرف سے (انسان کو لاحق) ہوتی ہے، اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

بدشگونی ایک قلبی اور طبعی کیفیت ہے جو ہر انسان کے دل میں ہوتی ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل کرنے سے یہ بدشگونی دور ہو جاتی ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مسند أحمد ، مسند عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما ، رقم الحديث : 7045.

"وما منا إلا ولكن الله يذهبه بالتوكل" ❶

ہم میں سے ہر ایک میں بدشگونی پائی جاتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ توکل کرنے کی وجہ سے اس کو دور کر دیتے ہیں۔

غیر اللہ سے دعائیں مانگنا:

دعا ایک بڑے مرتبے والی عبادت ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے کے درمیان رابطے اور ملاپ کا واسطہ اور ذریعہ ہے، خود اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾ (البقرة: 186)

"اور (اے پیغمبر ﷺ!) جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں۔ لہٰذا وہ بھی میری بات دل سے قبول کریں، اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔"

دعا کی اس قدر اہمیت کی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے دعا کو عبادت قرار دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الدعاء هو العبادة)) ❷

"دعا عبادت ہی ہے۔"

دعا توحید کا عنوان ہے:

اگر دعا میں غور کیا جائے تو اس میں توحید کی تینوں قسمیں آجاتی ہیں، چنانچہ دعا کرنے سے بندے میں توحید ربوبیت پیدا ہوتی ہے کیونکہ دعا کرنے والا عملاً اس بات کا اقرار کرتا ہے

---

❶ سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الطيرة، رقم الحديث: 3910.

❷ سنن أبي داود، كتاب الصلاة (باب تفريع أبواب الوتر)، باب الدعاء، رقم الحديث: 1479.

کہ اس کا رب اور پالنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اسی لیے وہ صرف اسی سے مانگتا ہے اور اپنی مصیبت اور پریشانی میں اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اسی سے مانگتا ہے، کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تمام امور میں تصرف کرنے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا سمجھتا ہے۔ یہی توحید ربوبیت ہے کہ انسان صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود سمجھے اور اسی سے مانگ کر اپنے مسائل حل کروائے۔

نیز دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ وہ محتاج اور منگتا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز و لاچار ہے، اس کو اللہ تعالیٰ ہی سے اپنے کام پورا کروانے کی اُمید ہے اور وہ اسی ذات سے خوف اور محبت رکھتا ہے، اور اپنے عمل کے ثواب کی اُمید اللہ تعالیٰ ہی سے رکھتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کو سامنے رکھ کر اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے۔

غیر اللہ سے دعا مانگنا:

اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس سے دعا مانگیں اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں چاہے وہ کوئی مقرب بندہ اور فرشتہ ہو یا کوئی نبی اور رسول غرض کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا مانگنے میں شریک نہ کیا جائے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ (غافر: 65)

"اس لیے اس (اللہ) کو اس طرح پکارو کہ تمہاری تابع داری خالص اسی کے لیے ہو۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرما دیا کہ جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور سے دعا مانگنے لگے ایسا شخص کھلی گمراہی میں پڑ جاتا ہے اور ایسے شخص کا فعل زمانہ جاہلیت کے مشرکوں جیسا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (الأحقاف: 5)

"اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا، جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُن (من گھڑت دیوتاؤں) کو پکارے جو قیامت کے دن تک اُس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے، اور جن کو ان کی پکار تک کی خبر نہیں ہے۔"

اور اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ (المؤمنون: 117)

"اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خدا کو پکارے، جس پر اس کے پاس کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں، تو اس کا حساب اس کے پروردگار کے پاس ہے۔ یقین جانو کہ کافر لوگ فلاں نہیں پا سکتے۔"

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((من مات وهو يدعو من دون الله ندا دخل النار))[1]

"جس شخص کا انتقال ایسی حالت میں ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور (شریک) کو پکارتا تھا (یعنی اس سے مانگتا پھرتا تھا) تو ایسا شخص جہنم میں جائے گا۔"

ایسی بات اور ایسا کام جو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا ایسی چیز کا سوال اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی اور سے کرنا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے مدد طلب کرنا بڑا شرک ہے جو انسان کو اسلام سے باہر نکال دیتا ہے اور اس کے سارے اعمال کو غارت کر دیتا ہے اور ہمیشہ کے لیے جہنم کا مستحق کر دیتا ہے۔

البتہ مخلوق سے ایسے کاموں میں مدد طلب کرنا جو ان کی قدرت میں ہو اور جس سے مدد

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التوحيد، باب قوله : ومن الناس من يتخذ من دون الله أندادا يحبونهم كحب الله ..الخ، رقم الحديث : 4497.

طلب کی جائے وہ زندہ بھی ہو تو اس سے مدد لینا درست ہے جیسے عام طور پر دنیاوی اُمور میں ایک دوسرے سے مدد لی جاتی ہے ان امور میں ایک دوسرے کی مدد لینا شرک ہر گز نہیں ہوگا۔

پیارے مسلمان بھائیو! ذرا دیکھو اللہ تعالیٰ نے کیسے مخلوق سے مانگنے اور ان سے مدد طلب کرنے کو غلط اور کمزور گردانتے ہوئے مخلوق کی عاجزی اور بے بسی بتلائی ہے، قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴾ (الإسراء: 56)

"(جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو مانتے ہیں، ان سے) کہہ دو کہ: جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھ رکھا ہے، انہیں پکار کر دیکھو۔ ہوگا یہ کہ نہ وہ تم سے کوئی تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اسے تبدیل کر سکیں گے۔"

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝﴾ (الأحقاف: 4-6)

"تم ان سے کہو کہ: کیا تم نے ان چیزوں پر کبھی غور کیا ہے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دِکھاؤ تو سہی کہ انہوں نے زمین کی کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ ہے؟ میرے پاس کوئی ایسی کتاب لاؤ جو اس قرآن سے پہلے کی ہو، یا کوئی روایت جس کی بنیاد علم پر ہو، اگر تم واقعی سچے ہو۔ اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان (من گھڑت

دیوتاؤں) کو پکارے جو قیامت کے دن تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے، اور جن کو ان کی پکار کی خبر تک نہیں ہے۔ اور جب لوگوں کو محشر میں جمع کیا جائے گا تو وہ ان کے دشمن بن جائیں گے، اور ان کی عبادت ہی سے منکر ہوں گے۔"

ان آیات میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جتنی بھی مخلوق ہے وہ کسی کو کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے، نہ کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کائنات کی تخلیق میں یا خدائی صفات میں شرکت رکھتا ہے اس لیے جب مخلوق خود عاجز اور ناقص ہے تو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی مخلوق سے مانگنا محض نادانی اور جہالت کے سوا کچھ نہیں، آخر غیر اللہ سے سوال کیوں ہو؟ کس وجہ سے ہو؟ وہ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور محتاج سے مانگنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾

(فاطر: 15)

"اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا بذاتِ خود مستحق ہے۔"

متبرک آثار اور اشیاء سے برکت حاصل کرنا

برکت کی تعریف:

برکت کا معنی ہے کسی چیز میں خیر اور نفع کا ہونا، اور تبرک کا معنی ہے کسی چیز سے برکت حاصل کرنا۔

تبرک کی اقسام:

خیر و برکت وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں اور بعض اشیاء میں اللہ تعالیٰ نے اسے خاص طور پر رکھا ہے جس کی وجہ سے ان چیزوں کا مرتبہ دوسری چیزوں سے بڑھ جاتا ہے۔ تبرک کی اقسام حسبِ ذیل ہیں:

(۱) تبرک بالاقوال:

یعنی اقوال سے برکت حاصل کرنا جیسے قرآن کریم کی تلاوت سے، اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء اور صفات سے، مسنون دعاؤں اور اذکار کا ورد کر کے یہ تمام چیزیں موجب خیر و برکت ہیں، برکت کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ دیواروں اور عمارتوں کو مزین کیا جائے اور مجالس کا اہتمام کیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اس کے اسماء اور صفات کا ورد، قرآن پاک کی تلاوت، اور مسنون دعاؤں پر مداومت کرنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے جو نہ صرف باعث اجر وثواب ہے بلکہ اس سے دلی سکون اور گناہوں کی مغفرت بھی ہوتی ہے جو آخرت میں سرخروئی کا باعث ہے۔

(۲) مقامات مقدسہ سے تبرک:

مقدس مقامات اور جگہوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت رکھی ہے اور بندہ ان سے برکات حاصل کرسکتا ہے، جیسے بیت اللہ، مسجد حرام، مدینہ منورہ، مسجد نبوی، مسجد قباء اور دیگر تمام مساجد ان سے بھی برکت حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ ان جگہوں کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور شرف بخشا ہے اور ان میں برکتیں رکھی ہیں۔

(۳) زمانے سے تبرک:

بعض مخصوص زمانے اور اوقات ایسے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے برکتیں رکھی ہیں، جیسے رمضان کا مہینہ، لیلۃ القدر، ذی الحجہ کا پہلا عشرہ (دس ایام)، جمعہ کا دن، رات کا آخری تیسرا حصہ۔

پس بندے کو چاہیے کہ وہ ایسے اوقات اور مقامات میں خاص طور پر عبادت کا اہتمام کرے جس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے کیونکہ اس سے عبادت کے ثواب اور کیفیت میں قوت آجاتی ہے، جس سے نیکیاں بڑھ جاتی ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

(۴) چیزوں سے تبرک حاصل کرنا:

بہت سی اشیاء میں بھی اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے جس کے استعمال سے یقیناً برکت

حاصل ہوتی ہے جیسے زمزم کا پانی، زیتون کا درخت کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں شفاء رکھی ہے، اسی طرح بارش کا پانی اس میں بھی خیر و برکت ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے خیر رکھا ہے کہ اس سے کھیتیاں اُگتی ہیں طرح طرح کے اناج اُگتے ہیں اور مردہ زمین میں جان آجاتی ہے۔

(۵) اعمال صالحہ سے تبرک:

نیک اور اطاعت والے اعمال سے بھی تبرک حاصل ہوتا ہے۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ کے لیے سرانجام دیے جائیں۔

(٦) اشخاص اور افراد سے تبرک حاصل کرنا:

انبیاء کرام علیہم السلام، ان کے آثار اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے تبرک حاصل کرنا یعنی ان کی نیک سیرت کو اپنانا اور ان کے علم اور دعاؤں سے مستفید ہونا یہ افراد سے تبرک حاصل کرنا کہلاتا ہے، جس سے انسان کو دینی اور دنیوی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کی صحبت سے روحانی ترقی ہوتی ہے، انسان اخلاق حسنہ سے مزین اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہوجاتا ہے۔

ممنوع تبرک کا حکم:

چونکہ تبرک ایک توقیفی (شریعت کا بیان کردہ) امر ہے جو کسی شرعی دلیل (قرآن وسنت) کا محتاج ہے اس لیے جن چیزوں کے بارے میں شریعت نے تبرک کو درست اور ثابت قرار دیا ہے اسی چیز سے تبرک حاصل کرنا درست ہوگا، لہٰذا کسی شرعی دلیل کے بغیر اپنی طرف سے کسی چیز سے تبرک حاصل کرنا یا اسے باعث برکت بتلانا درست نہیں کیونکہ یہ ممنوع تبرک کہلائے گا۔

ممنوع تبرک (جس تبرک سے شریعت نے منع کیا ہے) ایمان کے لیے خطرناک چیز ہے اور توحید میں خلل اور خرابی پیدا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے، کیونکہ جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ کسی مخصوص درخت، پتھر، قبر یا کسی مخصوص جگہ، مٹی، پہاڑ اور غار وغیرہ سے تبرک حاصل ہوتا ہے اور اس پر کوئی شرعی دلیل بھی نہ ہو تو ایسا شخص ایک سخت ناجائز کام کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور شریعت کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا ہوتا ہے، حضرت ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

خرجنا مع النبي ﷺ ونحن حديثو عهد بكفر، وكانوا أسلموا يوم الفتح ، فانتهينا إلى شجرة كان المشركون يعلقون عليها أسلحتهم يعكفون عندها في السنة يقال لها ذات أنواط ، فقلنا : اجعل لنا ذات أنواط ، فقال النبيﷺ: ((الله أكبر ، قلتم كما قال قوم موسى)) : ﴿اجعل لنا إلها كما لهم آلهة﴾(الأعراف : 138) . ثم قال : ((إنكم ستركبون سنن من كان قبلكم)) [1]

"ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ (سفر میں) نکلے جب کہ ہم لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے (یعنی) وہ لوگ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے) (چلتے چلتے) ہم ایک درخت کے پاس پہنچے جس پر مشرک لوگ اپنا اسلحہ لٹکاتے تھے اور سال میں ایک بار وہاں ٹھہرتے تھے اس درخت کو ذات انواط کہا جاتا تھا۔ تو ہم نے (حضورِ اقدس ﷺ) سے درخواست کی ہمارے لیے (بھی ان مشرکوں کی طرح کوئی) ذات انواط (جیسا کوئی درخت) مقرر کر دیں، تو آپ ﷺ نے جواب میں (تعجب کا اظہار کرتے ہوئے) ارشاد فرمایا: اللہ اکبر! تم نے وہ بات کہی جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے قوم نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) کی تھی کہ ہمارے لیے بھی ان (مشرکوں) کی طرح کوئی معبود مقرر کر دیں پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تم لوگ اپنے سے پہلے (گمراہ) لوگوں کے طریقوں پر چلو گے۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے سخت تعجب اور ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ ایسی چیزوں کو باعث خیر و برکت سمجھنا یا ان کی تعظیم و تکریم کرنا جس کے بارے میں شریعت نے کوئی حکم نہ دیا ہو بلکہ وہ شریعت کے خلاف ہو، ہرگز جائز نہیں بلکہ ہلاکت اور شرک میں مبتلا ہونے کی طرف

---

[1] المعجم الكبير للطبراني ، سنان بن أبي سنان عن أبي واقد ، رقم الحديث : 3294.

لے جانے والی سیڑھی ہے جس سے بچنا ضروری ہے۔

اس حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی ایک بات نقل کی گئی ہے جس کے پیچھے ایک واقعہ ہے وہ یہ کہ جب بنی اسرائیل (قومِ موسیٰ) کو فرعون سے نجات ملی اور وہ بحر قلزم کو پار کر گئے تو ایک جگہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو کسی بت کی عبادت کر رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب انہیں دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا بت مقرر کر دیں جس کی ہم عبادت کر لیا کریں، اس بات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں ٹوکا اور بتلایا کہ یہ کفر اور شرک ہے۔

نیز اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنی سی بات پر کہ ان کے لیے مشرکوں جیسا کوئی متبرک درخت مقرر کر دیا جائے، اس پر نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ناراضگی فرمائی بلکہ ان کے اس معمولی مطالبہ کو بنی اسرائیل کے شرکیہ مطالبہ کے ساتھ مشابہت قرار دیا حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے درخت کی عبادت ہرگز نہیں کرنی تھی اور نہ اس سے کوئی مدد طلب کرنی تھی بلکہ محض تبرک کے لیے ایک نشان اور علامت کی تعیین مقصود تھی، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایسے چیزیں کس قدر مذموم اور قبیح ہوتی ہیں۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ کوئی قوم (بیعت الرضوان والے) درخت کے پاس جا کر وہاں نماز پڑھتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا اور پھر اس درخت کے کاٹنے کا حکم دیا چنانچہ اسے کاٹ دیا گیا۔ [1]

حضرت معرور بن سوید سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک حج (کے سفر) میں ہم ان کے ساتھ نکلے، انہوں نے فجر کی نماز میں سورۃ الفیل اور سورۃ القریش کی تلاوت فرمائی، جب وہ حج کر کے واپس لوٹے تو (دیکھا کہ ایک جگہ) لوگ ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو (ساتھ والے لوگوں نے) کہا کہ ایک مسجد ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اہل کتاب اسی

---

[1] الطبقات الکبریٰ: 100/2، ابن سعد (ت 230).

طرح ہلاک ہو گئے کہ انہوں نے اپنے نبیوں (علیہم السلام) کے آثار کو عبادت گاہ بنا لیا تھا۔ جس کو آسانی سے میسر ہو تو وہ یہاں نماز پڑھ لے اور جسے موقع نہ ملے وہ وہاں نماز نہ پڑھے۔ (مطلب اتنا زیادہ التزام اور پابندی کرنا درست نہیں۔)

جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ وہ چیزیں جن میں شریعت کی طرف سے کوئی تبرک ثابت نہیں وہ بالذات خود نفع یا نقصان دیتے ہیں یا ان چیزوں سے برکت دینے اور برکت ختم کر دینے کا باعث ہیں تو نظریہ اور خیال شرک ہے جو دین سے خارج کر دینے کا باعث اور ذریعہ ہے البتہ جو شخص یہ گمان رکھے کہ ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے تبرک رکھی ہے تو یہ بات شریعت میں اپنی طرف سے اضافہ کرنا ہے جو بدعت ہے جس سے شریعت سختی سے منع کرتی ہے۔

تناسخ الارواح

تناسخ الارواح کا معنی و مطلب:

یہ ایک عقیدہ ہے جس کا ماننے والا یہ کہتا ہے کہ انسان کے مرجانے کے بعد اس کی روح کسی دوسرے بدن میں منتقل ہو جاتی ہے اور اس طرح اس کو دوسری زندگی مل جاتی ہے اگر وہ انسان اپنی پہلی زندگی میں نیک اور صالح تھا تو اس کی روح کسی نیک اور صالح بدن میں دوبارہ نیک انسان بن کر سکون اور راحت کی زندگی گزارتی ہے اور اگر وہ انسان برا اور بدکردار ہو تو اس کی روح اس کے مرجانے کے بعد سزا پانے کے لیے کسی جانور وغیرہ کے بدن کی شکل میں منتقل ہو کر دوسری زندگی کا آغاز کرتی ہے اور اپنے پہلے جنم میں کیے ہوئے گناہوں اور مظالم کی سزا پاتی ہے۔ اور اس طرح ہر انسان کے مرنے کے بعد اس کی روح دوسرے بدن میں منتقل ہو کر چلتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ نہ ختم ہونے کی صورت میں چلتا رہتا ہے۔

تناسخ الارواح کے عقیدے کا حکم:

یہ عقیدہ تمام شرائع کی تعلیمات کے نہ صرف خلاف ہے بلکہ بالکل بے بنیاد اور غلط ہے، جس کی بہت سی وجوہات ہیں:

(۱) روح کا تعلق عالم غیب کے ساتھ ہے اور یہ روح اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کی حقیقت اللہ رب العزت ہی جانتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَآ أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ (الإسراء: 85)

"اور (اے پیغمبر ﷺ!) یہ لوگ تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دو کہ: روح میرے پروردگار کے حکم سے (بنی) ہے، اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بس تھوڑا ہی سا علم ہے۔"

(۲) غیبی باتیں اور اشیاء (جن میں سے ایک روح بھی ہے ان) کی پہچان اور معرفت یہ اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کرام اور رسولوں علیہم السلام پر نازل فرماتا ہے، تو تناسخ ارواح کا یہ فاسد خیال محض ایک وہم اور قیاس آرائی ہے جس پر نہ کوئی دلیل ہے اور نہ ہی انسانی عقل اس کو تسلیم کرتی ہے۔

(۳) دنیاوی زندگی اور اس کے احوال اور علم کے بنیادی ذرائع سے یہ معلوم ہوتا ہے یہ عقیدہ درست نہیں ورنہ قبر، برزخ اور اُخروی احوال اور ان کا پیش آنا جو احادیث سے صراحت کے ساتھ ثابت اور معلوم ہیں اور خود احادیث قابل اعتماد اور مستند ذریعہ علم ہے جو یقینی علم کا فائدہ دیتے ہیں۔

شیاطین اور جنات کا خوف:

انسان کو جو خوف لاحق ہوتا ہے وہ تین طرح کا ہے: ایک طبعی خوف، دوسرا مخلوقات سے خوف اور تیسرا مخفی خوف۔

طبعی خوف:...... یہ ہر انسان کی طبیعت میں ہوتا ہے جیسے دشمن کا خوف، کسی درندے وغیرہ کا خوف، خوف کی یہ قسم مذموم (یعنی بری) نہیں، کیونکہ یہ طبعی خوف تمام انسانوں میں حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں بھی موجود تھا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے:

﴿فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَتَرَقَّبُ﴾ (القصص: 21)

"چنانچہ موسیٰ (علیہ السلام) ڈرتے ڈرتے، حالات کا جائزہ لیتے شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔"

مخلوق کا خوف: ...... مخلوق کا ایسا خوف جو انسان کو واجبات و فرائض کی ادائیگی سے روک دے اور حرام کام کے ارتکاب پر مجبور کر دے برا ہے، جیسے کوئی آدمی کسی بڑے مقام و مرتبے والے شخص کے خوف سے اس کے حق میں کسی دوسرے کے خلاف جھوٹی گواہی دے دے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اسی بات کی خبر دی ہے ارشاد فرمایا کہ:

((لا يمنعن أحدكم مخافة الناس أن يقول بالحق إذا شهده أو علمه))[1]

"تم میں کسی کو لوگوں کا خوف حق بات کہنے سے ہرگز نہ روکے جب اس نے حق بات دیکھی ہو یا اسے (اس بات کا) علم ہو۔"

مخلوق کا ایسا خوف جو انسان کو حق بات سے روک دے یا جس سے کسی انسان کی حق تلفی ہو، ناجائز اور حرام ہے۔

خوف السر یعنی مخفی (یعنی دل میں چھپا ہوا) خوف:

ایسا خوف جو اللہ تعالیٰ ہی سے ہونا چاہیے ایسا خوف کسی مخلوق مثلاً جن یا شیطان سے رکھنا، جادوگروں سے ڈرنا اور شعبدہ بازوں سے خوف رکھنا اس اعتقاد کے ساتھ کہ یہ لوگ بذات خود (اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر) کسی کو نقصان یا فائدہ دے سکتے ہیں یہ خوف بالکل ناجائز اور ممنوع ہے اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

یہ دل کا خوف ہے جو ایک قسم کی عبادت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے سوا دل میں کسی اور کا خوف رکھنا شرک کے زمرے میں داخل ہے اس لیے دل میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا خوف ہونا چاہیے کیونکہ حقیقی نفع یا نقصان دینا وہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ وقدرت میں ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی چیز کسی کو کوئی نقصان نہیں دے سکتی، کیونکہ وہی ہر چیز (خیر وشر) کا خالق ہے

---

[1] مسند أحمد، مسند أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، رقم الحديث 11793.

اور وہی اسباب میں اثر پیدا کرتا ہے، چنانچہ جنات اور شیاطین محض اسباب اور ذرائع ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تکوینی اوامر کا باعث بنتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہوتی ہے وہی ہوتا ہے اس لیے کسی انسان کو ان چیزوں کا ڈر دل میں نہیں رکھنا چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران 175)

"لہٰذا اگر تم مومن ہو تو ان سے خوف نہ کھاؤ، اور بس میرا خوف رکھو۔"

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا خوف دل میں رکھنا شروع کر دے تو وہ شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جنات ہوں یا شیاطین دونوں کامل اور باعمل مومن سے کمزور ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا﴾ (النساء: 76)

"(یاد رکھو کہ) شیطان کی چالیں درحقیقت کمزور ہیں۔"

نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے مومن بندوں پر غلبہ اور طاقت بھی نہیں دی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا﴾

(الإسراء: 65)

"یقین رکھ کہ جو میرے بندے ہیں، ان پر تیرا (یعنی تجھ شیطان کا) کوئی بس نہیں چلے گا، اور تیرا پروردگار (ان کی) رکھوالی کے لیے کافی ہے۔"

حدیث میں آتا ہے کہ شیطان مومن بندے سے ڈرتا ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إن الشيطان ليخاف منك يا عمر!))[1]

---

[1] سنن الترمذي، أبواب المناقب، باب في مناقب أبي حفص عمر بن الخطاب رضي الله عنه، رقم الحديث: 3690.

"اے عمر! تجھ سے شیطان بہت ڈرتا ہے۔"

اور یہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر وہ مومن جس کا ایمان کامل اور اللہ تعالیٰ سے مضبوط اور قوی تعلق ہو اس سے بھی شیطان ڈرتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن اپنے شیطان کو تھکا (کر کمزور کر) دیتا ہے جیسے کوئی آدمی سفر میں اپنے اونٹ کو تھکا دیتا ہے۔ مطلب مومن کے اعمال کی قوت کی وجہ سے اس کا شیطان ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور وہ آسانی سے وار نہیں کر سکتا بلکہ تھکا ہارا مومن کو بہکاتا ہے اور مومن اس کے بہکاوے میں نہیں آتا۔

چنانچہ شیطان کی انسان کے سامنے بے بسی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طاعت میں لگا رہتا ہے، اسی طرح جب شیطان اذان اور اقامت کی آواز سنتا ہے یا کسی جگہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر سنتا ہے تو اس جگہ سے دور بھاگتا ہے، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دروازہ وغیرہ بند کیا جائے تو شیطان اس دروازے کو کھول نہیں سکتا، اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر برتن کو اوپر سے ڈھک دیا جائے تو شیطان اس برتن کو کھول نہیں سکتا۔ غرض شیطان اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سامنے ضعیف اور کمزور پڑ جاتا ہے اور اس کا بس ختم ہو جاتا ہے۔

انسان میں جنات اور شیاطین سے خوف ہونے کی وجہ:

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انسان میں شیاطین کا خوف کیوں پیدا ہوتا ہے؟ کیوں وہ جنات سے ڈرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی یاد میں کمزور پڑ جاتا ہے اور لاپرواہی برتتا ہے تو جنات اور شیاطین اس پر غالب آجاتے ہیں چنانچہ وہ شیاطین کی اتباع کرنے لگتا ہے جس سے اس کے ایمان کی کیفیت کمزور پڑ جاتی ہے اور جنات کا خوف بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ﴿١٠٠﴾﴾

(النحل: 100)

"اُس (شیطان) کا بس تو اُن لوگوں پر چلتا ہے جو اسے دوست بناتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔"

پس جو شخص جنات کی باتیں ماننے لگے اور ان کی اطاعت کرنے لگ جائے تو ایسے شخص میں کمزوری، بزدلی اور شیاطین کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ (الجن: 6)

"اور یہ کہ: انسانوں میں کچھ لوگ جنات کے کچھ لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے، اس طرح اُن لوگوں نے شیطان کو اور سر چڑھا دیا تھا۔"

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا﴾ (مریم: 83)

"(اے پیغمبر ﷺ!) کیا تمھیں یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے کافروں پر شیطان چھوڑ رکھے ہیں جو انھیں برابر اُکساتے رہتے ہیں؟"

یعنی ان کو مسلسل برائیوں اور غلط باتوں پر اُکساتے رہتے ہیں چنانچہ جس کا دل ایمان سے خالی ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کے تذکرے چھوڑ دے تو ایسے آدمی پر شیاطین مسلط ہو جاتے ہیں اور اسے اذیت دیتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد معدوم ہو جانے کی وجہ سے شیطان کا خوف غالب آجاتا ہے، جب شیاطین کا خوف اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ انسان یہ گمان کرنے لگتا ہے شیاطین اور جنات کو بغیر کسی سبب اور ذریعے کے نفع و نقصان پہنچانے پر قدرت حاصل ہے تو شیاطین سے خوف کا یہ درجہ خوف السر تک پہنچ جاتا ہے (یعنی پوشیدہ خوف جو کسی کے دل میں ہوتا ہے) اور یہ بڑا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے بچائے رکھیں۔

اگر شیاطین سے خوف انسان کی اپنی کمزوری کی وجہ سے ہو جس سے وہ شیاطین کی اذیت سے ڈرتا ہے اور یہ خوف محض سبب کے درجے کا ہو یعنی یہ نظریہ اور خیال ہو کہ چونکہ جنات

تاریک اور ویران گھروں اور پہاڑوں اور گندگی والی جگہوں پر بستے ہیں اور ایسی جگہ جاتے ہوئے اگر انسان کو خوف ہو کہ شیاطین کوئی نقصان نہ پہنچا دیں (جیسے کہ مخصوص مواقع پر شیاطین کے شر سے بچنے کی دعائیں شریعت نے تعلیم فرمائی وہ انسان پڑھے شیاطین کے شر کے خوف سے) تو ایسا خوف طبعی خوف ہے جو نہ تو حرام ہے اور نہ ہی شرک ہے۔

❁❁❁

غیر مسلموں کے عیدوں اور ان کے مخصوص دنوں میں ان کے ساتھ شرکت کرنا

ہر قوم کا کوئی نہ کوئی ایسا دن ہوتا ہے جو ان کی خوشی اور عید کا دن کہلاتا ہے اور یہ ایام ان کے مذہب، ملت اور عقائد کا شعار ہوا کرتے ہیں جس سے وہ اپنے عقائد کا پرچار اور اظہار کرتی ہے، یعنی ہر قوم کی کوئی نہ کوئی عید ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے عید کے متعلق ارشاد فرمایا: ہر قوم کی عید (خوشی منانے کا کوئی نہ کوئی دن) ہوتی ہے اور یہ دن ہماری عید (کا دن) ہے۔

غیر مسلموں کی عیدوں میں شرکت:

چونکہ عید ہر قوم کے عقیدے اور ان کے شعار کی علامت ہوا کرتی ہے جس سے ان کی شوکت اور شان کا اظہار ہوتا ہے، اسی لیے اسلام نے مسلمانوں کے لیے الگ مخصوص دنوں کو عید قرار دیا تاکہ اسلام کی شان وشوکت کا ان دنوں میں اظہار ہو اور اسلام کا ہمیشہ رہنے والا راسخ عقیدہ دلوں میں جاں گزیں ہو۔

پھر اسلام نے غیر مسلموں کے عیدوں میں اور ان کے مخصوص دن جو وہ مناتے ہیں ان میں شرکت کرنے یا ان دنوں کو غیر مسلموں کی طرح منانے سے منع کیا چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قدم رسول الله ﷺ المدينة ولهم يومان يلعبون فيهما ، فقال : ((ما هذان اليومان؟)) قالوا : كنا نلعب فيهما في

الجاهلية ، فقال رسول الله ﷺ : ((إن الله قد أبدلكم بهما خيرا منهما : يوم الأضحى ، ويوم الفطر))❶

"جب نبی کریم ﷺ (ہجرت کرکے) مدینہ تشریف لائے (تو اس وقت) اہل مدینہ دو مخصوص دنوں میں خوشیاں مناتے تھے، تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ دو دن کیسے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ان دنوں میں خوشیاں منایا کرتے تھے (اور اب بھی اسی طرح ان دونوں کو مناتے ہیں) تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان دودنوں کو ان سے بہتر دو دنوں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ساتھ بدل دیا (لہٰذا اب ان دو جاہلیت والی عیدوں کو چھوڑ کر اسلام والے عید کے ایام میں خوشی منایا کرو۔)"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو زمانہ جاہلیت والی عیدوں کو منانے سے روک دیا اور اس کے بجائے انہیں اسلام کے مخصوص ایام اپنانے کا حکم دیا۔ اور غیر مسلموں کے عید کے ایام میں شرکت سے منع کیا۔ نیز اسی طرح کا مضمون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اور تابعین سے بھی ثابت ہے کہ انہوں نے بھی غیر مسلموں کے ساتھ ان کے عیدوں اور مخصوص منائے جانے والے دنوں میں شرکت کرنے سے منع فرمایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

"اجتنبوا أعداء الله في عيدهم"❷

"اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے ان کی عید میں (شرکت کرنے سے) بچو۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

---

❶ سنن أبي داود ، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين ، رقم الحديث : 1134.

❷ السنن الكبرى للبيهقي ، باب كراهية الدخول على أهل الذمة في كنائسهم والتشبه بهم يوم نيروزهم ومهر جانهم ، رقم الحديث : 188662.

”من بنى ببلاد الأعاجم وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبه بهم حتى يموت وهو كذلك حشر معهم يوم القيامة “[1]

”جس شخص نے عجمیوں (یعنی غیر مسلموں) کے ملک میں رہائش اختیار کی اور ان کے (عیدوں یعنی) نوروز اور مہرجان میں شرکت کی (یعنی ان دونوں کو منایا) اور ان کے ساتھ مشابہت اختیار کی حتی کہ وہ آدمی اسی حالت میں فوت ہو گیا تو قیامت کے دن اس کا حشر انہی (غیر مسلموں) کے ساتھ ہوگا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت:

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا﴾

(الفرقان: 72)

کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى : وَالَّذِيْنَ لَايَشْهَدُوْنَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرامًا قَال : أعياد المشركين، يعني لا يشهدون الشَّعَانِينَ وَغَيْرَ ذٰلِكَ۔[2]

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت میں الزور سے مراد مشرکون کی عید لیتے ہیں: تو اس اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ بنا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ مشرکوں کی عیدوں (میلوں) میں شرکت نہیں کرتے۔

حاصل یہ کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں کے خیالات، عقائد، طور طریقے اور ان جیسی عادات اور ہیئت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ ظاہری مشابہت باطنی مشابہت کو پیدا

[1] السنن الكبرى للبيهقي، باب كراهية الدخول على أهل الذمة في كنائسهم والتشبه بهم يوم نيروزهم ومهر جانهم، رقم الحديث: 1886،(392/9).

[2] تاريخ بغداد وذيوله، للخطيب البغدادي، على بْن عيسى، أَبُو الحسن المعروف بعلويه النقال: (14/12)

کردیتی ہے، اور آپ ﷺ نے اس سے ڈرایا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عن ابن عمر ، قال : قال رسول الله ﷺ : ((من تشبه بقوم فهو منهم))[1]

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ (قیامت کے دن) انہی میں سے ہوگا۔"

غیر مسلموں کو ان کے عید کے مواقع پر مبارک باد دینا:

کسی کو مبارک باد دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی کی خوشی پر یا غم سے نجات ملنے پر اسے دعا دی جائے اور اس کی خوشی میں ایک طرح کی شرکت کی جائے اور یہ مبارک باد آپس میں انتہائی محبت اور دلی تعلق کی وجہ سے ہوا کرتی ہے:

علماء اُمت اور ائمہ اسلام نے یہ بات بیان کر دی ہے کہ غیر مسلموں کے شعائر اور ان کی عید جو خاص طور پر انہی کی ہو، ایسے مواقع پر انہیں مبارک باد پیش کرنا، اس میں شرکت کرنا یا اس کے ساتھ کوئی تعاون کرنا بالکل ناجائز اور ممنوع ہے، کیونکہ مبارک باد دینا یا ان کے ساتھ شرکت کرنا عملی طور پر اس بات کا اقرار ہے کہ ان کا دین (نعوذ باللہ) درست ہے اور جو وہ کر رہے ہیں وہ صحیح ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ عیدین اقوام کے عقائد اور افکار کی عکاسی کرتی ہیں اور ان کے شعائر اور اقبال کو بلند کرنے کا ذریعہ ہیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کسی مسلمان کے لیے اور بالخصوص علماء کے لیے غیر مسلموں کے اعیاد اور ان کے مخصوص ایام میں مبارک باد دینا

---

[1] سنن أبي داود ، كتاب اللباس ، باب في لبس الشهرة ، رقم الحديث :[4031]. مسند أحمد، مسند المكثرين من الصحابة، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب، رقم الحديث : [5114]، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ، كتاب اللباس، رقم الحديث : [4340].

بھی درست نہیں کیونکہ اس سے ان کے باطل افکار اور خیالات کی تائید ہوتی ہے۔

اس بحث کے آخر میں یہ بات ہر نومسلم ذہن نشین کر لے کہ عقائد کے حوالے سے ہم نے اب تک جو چیزیں بیان کی ہیں یہ انتہائی بنیادی اور ابتدائی ہیں جن کا جاننا اور سمجھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے اس کے علاوہ بہت سارے عقائد کے مسائل وہ ہیں جن کو علماء دین سے اور بڑی کتابوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے عقائد پر کمر بستہ رکھے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان کامل کے ساتھ فرمائے کیونکہ اس کائنات میں ایمان سے بڑی کوئی دولت نہیں، ایمان پر خاتمے والے خیر ہی خیر میں ہیں اور العیاذ باللہ جس کا خاتمہ ایمان پر نہ ہوا اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی، حسرت اور تباہی و بربادی کا سامنا ہے اور نہ ختم ہونے والا عذاب اس کا منتظر ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

مسلمان کا عقیدہ

اللہ تعالیٰ سے تعلق:

ایک مسلمان کا دل دنیا اور آخرت کی سعادت کا طالب ہوتا ہے لیکن یہ دلی سعادت اور اس کی کامل لذت اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی معرفت سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حقیقی معرفت، اس کی پہچان اور اس کے ساتھ تعلق اور قرب اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے احکامات کو پورا کرنے اور اس کے منع کردہ اُمور سے باز آنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

مسلمان کا دل خوف، اُمید اور محبت کی کیفیت کے مابین ہوتا ہے:

ایک مسلمان کا دل اپنے خالق اور مالک سے تعلق جوڑنے کا محتاج ہوتا ہے یہ تعلق ان طریقے سے اور راستے کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے مقرر کیا ہے یعنی اسلام کی پیروی کرنا۔ دیگر اعمال کے مقابلے میں دل کا عمل زیادہ فوقیت اور فضیلت رکھتا ہے کیونکہ دل کا تعلق پیدا ہونے کے بعد انسان عمل کرنے کے لیے آمادہ ہوتا ہے، دل کے اعمال میں سے سب سے بڑے اعمال اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کی رحمت کی اُمید اور اس کی پکڑ کا خوف ہیں۔

چنانچہ ایک مسلمان کے دل میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہوتی ہے، اور ان اعمال کی محبت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبوب ہوتے ہیں، اسی وجہ سے مؤمن اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اس کی عبادت کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پسند کرتا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ

إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ، وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ))[1]

"جس شخص میں تین باتیں پائی گئیں وہ ایمان کی لذت محسوس کرتا ہے، پہلی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (ﷺ) اسے تمام دوسری چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں، دوسری بات یہ کہ وہ کسی (نیک) مسلمان سے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت رکھے، تیسری بات یہ کہ وہ ایمان کے بعد کفر اختیار کرنے کو اتنا برا سمجھے جتنا وہ آگ میں پھینک دیے جانے کو برا سمجھتا ہے۔"

غرض یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ محبت دنیا کی تمام دوسری چیزوں کے مقابلے میں غالب ہو، اور اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مؤمن بندوں سے محبت رکھے اور یہ محبت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو کہ وہ نیک اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بردار ہے، اور ایمان کے بعد کافر ہوجانے کو آگ میں جلنے کی طرح برا سمجھے۔

دوسری اہم چیز مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے، مؤمن ہر وقت اس احساس کے ساتھ رہتا ہے کہ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی یا اس کا کوئی حکم توڑا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوجائیں گے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب کا شکار ہوجائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اس لیے مؤمن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے خوف کے ساتھ جیتا ہے جو اسے راہ راست پر رکھتی ہے۔

تیسری اہم چیز وہ مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ سے ثواب، اس کی رحمت اور اس کے انعامات کی اُمید ہوتی ہے، مؤمن اس اُمید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت، اس کی عبادت اور فرمانبرداری کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوں گے اور ہمیشہ کی جنت اور نعمتوں سے نوازیں گے اس لیے مؤمن اللہ تعالیٰ کی تابعداری کا شوق رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کی اُمید کا احساس دل میں رکھتے ہوئے زندگی گزارتا ہے۔

[1] صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب حلاوة الإيمان، رقم الحديث: 12/1.

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ایمان والوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾﴾ (البقرة : 218)

"(اس کے برخلاف) جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا، تو وہ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمید وار ہیں، اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔"

مقصد یہ کہ مؤمن اپنے اعمال کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بخشش وانعامات کی اُمید رکھتا ہے جوایک مؤمن کے ایمان میں مطلوب ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا خوف اور اس کی ذات سے اُمید ایمان کی وہ کیفیات ہیں جن میں اعتدال اور توازن رکھنا انتہائی ضروری ہے ان میں سے کسی ایک چیز کو دوسروں پر غالب کردینے سے انسان صراط مستقیم سے بھٹکنے لگتا ہے اور اسلام کی تعلیمات پر چلنے میں اعتدال کے راستے سے ہٹ کر غلطیاں کرنے لگتا ہے اس لیے ان تینوں باتوں میں اعتدال کا خاص خیال رکھنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"القلب في سيره إلى الله عزوجل بمنزلة الطائر فالمحبة رأسه والخوف والرجاء جناحاه فمتى سلم الرأس والجناحان فالطير جيد الطيران ومتى قطع الرأس مات الطائر ومتى فقد الجناحان فهو عرضة لكل صائد وكاسر" [1]

"مومن کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے میں پرندے کی مانند ہوتا ہے جس کی محبت اس کا سر اور خوف اور اُمید اس کے دو پَر ہوتے ہیں، پس جب اس پرندے کے دونوں پَر اور سر صحیح رہیں تو پرندہ اپنی اُڑان اچھی اُڑتا ہے اور جب اس کا سر کاٹ دیا جائے تو پرندہ مرجاتا ہے اور اگر اس کے دونوں پَر ضائع ہوجائیں تو وہ

---

[1] مدارج السالكين، فصل القلب في سيرة إلى الله : 517/1.

شکار کرنے والے انسان اور جانور کا نشانہ بن جاتا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ مؤمن کے دل میں جب تک اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا خوف اور اس سے اُمید اعتدال کے ساتھ ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا رہے گا اور آگے بڑھتا رہے گا لیکن ان میں کوئی ایک چیز اعتدال سے ہٹ گئی تو اس کی ترقی رُک جائے گی اور وہ اپنے مقصد تک نہیں پہنچ پائے گا۔

مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے طاعات کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے شوق اور رغبت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال کی قبولیت اور اس پر ملنے والے ثواب اور انعامات کی اُمید رکھے، اور ان کی ادائیگی میں زیادہ حرص کا مظاہرہ کرے بالکل ایسے ہی جیسے اسے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ اگر اس کا عمل قبول نہ ہوا تو وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب اس پر نازل ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی رحمت کی اُمید اور اس کی پکڑ کا خوف، ان تینوں باتوں میں توازن رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام کا طریقہ رہا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا ۖ وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝﴾ (الأنبياء: 90)

"یقیناً یہ لوگ بھلائی کے کاموں میں تیزی دکھاتے تھے، اور ہمیں شوق اور رغبت کے عالم میں پکارا کرتے تھے، اور ان کے دل ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔"

مطلب یہ ہے کہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام جن کا تذکرہ گذشتہ آیات میں ہوا، یہ لوگ نیکی کے کاموں میں سبقت کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے خوف کا احساس رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی تعظیم کے سامنے سر تسلیم خم رکھتے تھے۔

مؤمن کے دل میں عظمت خداوندی کا احساس:

مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور برائی کا احساس ہر وقت قائم رہنا انتہائی اہم اور ضروری ہے کیونکہ اس استحضار کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجالانے اور ان کے منہیات سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے، وہ ایسا کوئی کام نہیں کرتا جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غضب اُترتا ہو۔

قرآن کریم کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس لیے شروع کی ان کے دل سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کا احساس ختم ہو گیا تھا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ لا کھڑا کر دیا تھا۔

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝﴾ (الزمر : 67)

"اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اس کی قدر پہچاننے کا حق تھا، حالانکہ پوری کی پوری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی، اور سارے کے سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے، اور بہت بالا و برتر ہے اس شرک سے جس کا ارتکاب یہ لوگ کر رہے ہیں۔"

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت بیان کی جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی ہیبت کم ہوتی ہے ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝﴾ (نوح : 13)

"تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت سے بالکل نہیں ڈرتے۔"

مقصد یہ کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت ایسے نہیں کرتے جیسا ان کا حق ہے، اللہ تعالیٰ کی عظمت اس کی ہیبت اور بڑائی سے غافل رہنا بہت بڑی خرابی اس بابرکت ذات کی ناقدری و ناشکری ہے جس پر انسان کا مواخذہ ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی قدر، اس

کی عظمت اور اس کی ہیبت و بڑائی کا استحضار ہونا مؤمن کے خاص علامات میں سے ہے۔

میرے مسلمان بھائیو! آپ کے ذہن میں اب یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت مؤمن کے دل میں کیسے پیدا ہوگی آیئے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں پیدا کرنے کے لیے کچھ طریقوں سے آگاہ کریں تاکہ آپ بھی اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت پیدا کرسکیں اس کے بہت سے طریقے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ عظیم کائنات اور مخلوقات میں غور وفکر کرنا:

اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کی بزرگی اور بڑائی دل میں پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات میں غور وفکر کرے، یہ بلند و بالا پہاڑ، یہ اُونچا آسمان، یہ زمین، دریا، ہوا، پانی، پھل، پھول، چرند، پرند، چلنے، اُڑنے اور رینگنے والے جانور، قسم قسم کے پھل، پھول، بیل بوٹے، عجیب وغریب قسم کے برّی و بحری مخلوقات، سورج، چاند، ستارے، قسم قسم کے انسان، طرح طرح کی مختلف زبانیں، رنگ و عادات کا فرق، شکل و صورت کا فرق، غرض اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام مخلوقات پر جب انسان غور کرتا ہے تو اس خالق کی قدرت، اس کی عظمت پر انسان کی عقل دھنگ رہ جاتی ہے وہ ذات جس نے اتنی بڑی بڑی چیزیں بنائیں، وہ خود کتنا بڑا اور عظیم ہوگا، غرض کائنات میں انسان جتنا بھی غور وفکر کرتا جاتا ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا استحضار بڑھتا جاتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی پہچان اور معرفت حاصل کرنے کے لیے کائنات میں غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝﴾ (آل عمران: 190-191)

❁❁❁

خاتم الانبیاء والمعصومین

محمد رسول اللہ

مختصر سیرت طیبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا
وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا

اے نبی! بیشک ہم نے تمہیں ایسا بنا کر بھیجا ہے کہ تم گواہی دینے والے،
خوشخبری سنانے والے اور خبردار کرنے والے ہو۔ اور اللہ کے حکم سے
لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے، اور روشنی پھیلانے والے چراغ ہو۔

(الاحزاب:46-45)

خاتم الانبیاء

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

خاتم الانبیاء:

ہمارے پیارے نبی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی شان سب سے اعلیٰ و ارفع ہے آپ ﷺ کا مبارک تذکرہ ایمان کو تازگی اور روح کو سکون کا سامان فراہم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعد سب سے اعلیٰ اور اونچا مقام آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے، جس طرح آپ ﷺ کی شان عظمت والی ہے ایسے ہی آپ ﷺ کے صفات اور اخلاق سب سے اعلیٰ و بالا ہیں، آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار، اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت کا تاج عطا فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سب سے اعلیٰ دین اسلام دے کر بھیجا اور قیامت تک آپ ﷺ اور آپ کے دین کی پیروی کو لازم قرار دے دیا، آپ ﷺ کے کمالات، خوبیوں، صفات، اخلاق، کردار، امانت، دیانت، شرافت، صداقت اور پاکبازی کا اقرار نہ صرف مسلمان کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے دشمن بھی آپ کی صفات و کردار کو تسلیم کرتے تھے، آپ ﷺ کی زندگی کا ہر باب اور ہر پہلو بنی نوع انسان کی ہدایت کا بہترین وسیلہ ہے جس اعتبار سے بھی آپ ﷺ کا ذکر مبارک کیا جائے آپ کا ذکر فضا کو معطر کر دیتا ہے، حقیقت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیامت تک آنے والے انسانوں اور جنات کی ہدایت کے لیے بھیجا ہدایت اور روشنی کی یہ کرنیں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ہر گوشہ سے پھوٹ پھوٹ کر معرفتِ الٰہی اور رضائے ربانی کے اسباب کو روشن کرتی ہیں۔ آپ ﷺ کے کامل تعارف اور سیرت طیبہ کے بغیر انسان صحیح معنوں میں دین پر چلنے سے محروم رہتا ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا تذکرہ ایک طویل اور ختم نہ ہونے والا موضوع ہے البتہ یہاں ہم آپ ﷺ کی زندگی کی اہم اور ضروری باتوں کو انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کریں گے تاکہ

ہمیں اپنے پیارے نبی ﷺ کے متعلق علم حاصل ہو سکے اور ہمارے دلوں میں ان کی حقیقی محبت پیدا ہو کر ان کی اطاعت کا کامل جذبہ پیدا ہو جائے جو کہ ہر مسلمان کا اصلی مقصود اور کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔

نام ونسب:

آپ ﷺ کا نام محمد اور احمد ہے، والد کا نام عبداللہ، دادا کا نام عبدالمطلب ہے، آپ ﷺ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف اور یہ سلسلہ چلتے چلتے حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہما الصلوۃ والسلام تک جا کر ملتا ہے۔

آپ ﷺ کی والدہ کا نام آمنہ بنت وہب بن عبدمناف بن زہرۃ ہے۔

آپ ﷺ کی پیدائش عام الفیل ۵۷۱ء میں ہوئی، آپ ﷺ کی پیدائش پاک صاف، خوبصورت شکل وصورت اور حسن وجمال کے پیکر کے ساتھ ہوئی۔

آپ ﷺ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی، آپ کے والد ماجد عبداللہ کا انتقال آپ کی پیدائش سے تقریباً دو ماہ پہلے ہی ہو گیا تھا، آپ نے بچپن یتیمی کی حالت میں گزارا، جب آپ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئیں اس کے بعد آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی لیکن ان کا بھی جلد انتقال ہو گیا اس وقت آپ کی عمر مبارک تقریباً دس سال تھی اس کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی پرورش اپنے ذمہ لی اور آپ ان کی کفالت میں پروان چڑھے۔ جبکہ بہت سے سیرت نگاروں کے نزدیک دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے تایا حضرت زبیر بن عبدالمطلب نے اس در یتیم کی کفالت کی۔ [1]

بچپن کی عمر میں آپ ﷺ نے بھیڑ بکریاں بھی چرائیں جیسے کہ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

---

[1] سیرت خاتم النبیین، ص: 158۔

((مابعث الله نبيا إلا رعى الغنم)) فقال أصحابه : و أنت؟
فقال : ((نعم ، كنت أرعاها على قراريط لأهل مكة))[1]

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کردہ تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) نے بکریاں چرائیں، صحابہ نے پوچھا (اے اللہ کے رسول ﷺ!) کیا آپ نے بھی (بکریاں چرائیں)؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں قراریط کے مقام پر چرایا کرتا تھا۔"

اس کے بعد تقریباً پچیس سال کی عمر میں آپ ﷺ تجارت کرنے لگے اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آپ نے نکاح فرمایا، حضرت خدیجہ کے بطن سے آپ ﷺ کے دو بیٹے قاسم اور عبداللہ پیدا ہوئے اور چار بیٹیاں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن پیدا ہوئیں، آپ ﷺ کی اولاد میں سے آپ کا ایک بیٹا ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوا، حضرت ماریہ قبطیہ باندی تھیں اور مصر کے بادشاہ مقوقس نے آپ ﷺ کو ہدیہ کی تھی۔

آپ ﷺ کی مذکر اولاد یعنی تمام بیٹے بچپن میں انتقال کر گئے تھے البتہ آپ ﷺ کی بیٹیوں کا انتقال بڑی عمر میں شادیاں ہو جانے کے بعد ہوا جن میں تین بیٹیاں آپ ﷺ کی زندگی میں فوت ہوئیں جبکہ چوتھی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔

جوانی میں آپ ﷺ اپنے اعلیٰ اخلاق، کردار، بہترین و اعلیٰ صفات اور خوبیوں کی بناء پر صادق اور امین کے نام سے مشہور و معروف تھے حالانکہ اس وقت معاشرہ ہر قسم کی گندگی، خرابیوں اور برائیوں سے گھرا ہوا تھا ہر طرف جہالت اور گناہ کی دعوت اور اس کے اسباب مہیا تھے لیکن ان سب کے باوجود نہ آپ ﷺ نے کبھی شراب کو ہاتھ لگایا، نہ کسی بت کی عبادت،

[1] صحيح البخاري، كتاب الإجارة ، باب رعي الغنم على قراريط ، رقم الحديث : 2262.

تعظیم کی، اور نہ ہی غیر اخلاقی سرگرمیوں کی طرف رغبت ہوئی۔

آپ ﷺ کے جوانی کے ایام میں بتوں کی عبادت زور و شور پر تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر طرح کے کفر و شرک سے محفوظ رکھا اور آپ کو اعلیٰ اخلاق وصفات سے متصف کر کے اس معاشرے میں ممتاز و نمایاں کر دیا تا کہ لوگ آپ کے فاضل و اعلیٰ اخلاق وصفات سے متاثر ہوں اور آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لیے راستہ ہموار ہو جائے۔

چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے وحی بھیج کر آپ ﷺ کو نبوت و رسالت کے اعلیٰ منصب سے سرفراز فرمایا اور آپ پر قرآن کریم نازل فرمایا تا کہ آپ تمام انسانوں کو قرآن کریم کی تعلیم کے ذریعے ایک اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں اور ان کو دین حق کی دعوت دیں تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری رسول محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی پیروی کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اسلام کو اپنے دل و جان سے قبول کر کے ہدایت کے راستے پر گامزن ہو جائیں۔

چنانچہ نبوت کی ذمہ داری مل جانے کے بعد آپ ﷺ اپنے فرض منصبی یعنی انسانوں کو ایک اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی پوری دعوت دینے میں سرگرم عمل ہوئے چنانچہ جب آپ ﷺ قرآن کریم کی آیات سنا کر لوگوں کو بتوں کی عبادت سے باز آنے اور ایک اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی دعوت دینا شروع ہوئے تو مصائب کا نہ تھمنے والا طوفان بپا ہو گیا، آپ ﷺ کی اپنی قوم نے آپ کو جھٹلایا اور آپ کی دشمنی پر آمادہ ہو گئے اور طرح طرح کے ستم ذات والا صفات پر ڈھانے لگے، کبھی آپ ﷺ کو مجنون ہونے کا طعنہ دیتے تو کبھی آپ ﷺ کو جادوگر بتلا کر آپ کا مذاق اُڑاتے اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ یہ دوسرے لوگوں کو بھی آپ کی باتیں سننے سے منع کرتے اور قسم قسم کے حربے آزما کر لوگوں کو آپ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے، لیکن تمام تر مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے شروع میں چند خوش نصیبوں کو اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا جن میں سے آپ ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت خدیجہ اور آپ ﷺ کی چاروں بیٹیاں، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہم ہیں ان کے بعد

پھر دوسرے لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔

جب مشرکین مکہ کا ظلم وستم اپنی انتہاء کو پہنچ چکا اور وہ مسلمان ہونے والوں کو طرح طرح سے ستانے اور اسلام سے پھیرنے کے لیے ساری قوتیں صرف کرنے لگے یہاں تک انہوں نے بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا اور مسلمانوں کو ان کے دین پر عمل کرنے سے روکنے میں شدت اختیار کر گئے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے صحابہ کرام اور آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی جہاں انصار کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور دین کی نصرت اور مدد فرمائی اور دین اسلام خوب پھلنے اور پھولنے لگا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ پورے جزیرہ عرب میں اسلام کی صدائیں گونجنے لگیں، مکہ فتح ہوا، بیت اللہ الحرام کو بتوں کی عبادت سے پاک کر دیا گیا اور کفر وشرک کے تمام آثار کو نیست ونابود کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی محنت، آپ کی مشقت ومصائب کا نتیجہ اسلام کی قوت وشان ظاہر کر کے آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا فرما دیا اور آخر کار آپ اس دارِ فانی سے تقریباً ترسیٹھ سال (٦٣) کی عمر میں اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔

ختم نبوت:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا آخری نبی بنا کر دنیا میں بھیجا، آپ کی نبوت دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت پر مہر کی مانند ہے، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اس لیے آپ کی شریعت بھی آخری شریعت ہے جس نے گذشتہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا لہٰذا اب قیامت تک آپ ﷺ کی شریعت کے علاوہ کسی دوسرے نبی کی شریعت پر عمل نہیں ہو سکتا اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوگا اور وہ جہنم کا مستحق ہوگا،

چنانچہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((والذي نفس محمد بيده ، لا يسمع بي أحد من هذه الأمة يهودي ، ولا نصراني ، ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت

به ، إلا كان من أصحاب النار))❶

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (ﷺ) کی جان ہے: جو کوئی یہودی یا نصرانی میری نبوت و رسالت سے باخبر ہو اور اس کے باوجود وہ میری تعلیمات پر اسلام لائے بغیر مر جائے تو ایسا شخص دوزخی ہے۔"

آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے مخلص و محبوب صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے دین کی دعوت کو پوری دنیا میں پھیلایا اور دنیا کے مختلف ممالک کو فتح کرتے ہوئے اور اسلام کا نفاذ اور اس کی دعوت حق دیتے ہوئے دنیا کے مشرق اور مغرب تک پہنچے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا دین اور آپ کی تعلیمات قیامت تک باقی رہیں گی۔

نبی کریم ﷺ کی شریعت آخری شریعت ہے جو قیامت تک رہے گی آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کوئی شریعت آئے گی نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ))❷

"اور میں تمام نبیوں کے آخر میں ہوں۔"

نبی کریم ﷺ نے ہمیں یہ بھی خبر دی ہے کہ میرے بعد بہت سے جھوٹے نبی آکر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے لیکن یاد رکھو! یہ سب جھوٹے اور کذاب ہوں گے کیونکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:

عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((لاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ ، وَ حَتَّى يَعْبُدُوا

---

❶ صحيح مسلم ، كتاب الطهارة ، باب وجوب إيمان أهل الكتاب برسالة الإسلام، رقم الحديث : 240، عن أبي هريرة.

❷ صحيح البخاري ، كتاب المناقب ، بَابُ خَاتِمِ النَّبِيِّينَ ﷺ، رقم الحديث: 3535 عن ابى هريرة.

الأَوْثَانَ، وإِنَّهُ سيكونُ في أُمَّتِي ثَلَاثُونَ كَذَّابُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي)) [1]

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:
قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری اُمت کے کچھ قبائل مشرکین کے ساتھ جا ملیں اور بتوں کی عبادت کرنے لگیں اور عنقریب میری اُمت میں تیس جھوٹے (کذاب) آئیں گے جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ (یادرکھو) میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

میرے پیارے نومسلم بھائیو! یادرکھو کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی نہیں ہے جو کوئی بھی اپنے نبی ہونے کا دعویدار ہے وہ ہمارے ایمان کا ڈاکو ہے، ایسے مکار اور جھوٹے لوگوں سے خود بھی بچنا ہے اور اپنے ناسمجھ مسلمان بھائیوں کو بھی بچانا ہے۔

ایک اہم بات یہاں یہ بھی سمجھ لیں کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور دنیا میں عدل وانصاف قائم کریں گے لیکن وہ بھی ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب کے پیروکار ہوں گے اور اسلام کی پیروی کریں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور بہترین اخلاق کے حامل تھے اور آپ میں اخلاق کا یہ امتیاز نبوت سے پہلے بھی واضح تھا اور نبوت کے بعد تو اس میں اور زیادہ نکھار پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝﴾ (القلم: 4)

"بے شک آپ اخلاق کی بلندی پر فائز ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تربیت فرمائی اور آپ کو آداب سے مزین فرمایا،

---

[1] سنن الترمذي، أبواب الفتن، بَابُ مَاجَاءَ لَاتَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَخْرُجَ كَذَّبُونَ، رقم الحديث :2219، عن ثوبان.

آپ کے اخلاق قرآنی تعلیمات تھے جس سے آپ ﷺ نے لوگوں کی اصلاح اور تربیت فرما کر انہیں دین و دنیا کی سعادتوں کا مالک بنا دیا، آپ ﷺ کے مبارک اور پاکیزہ اخلاق میں سے کچھ اخلاق کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ بردبار، عدل و انصاف کرنے والے، پاک دامن، مہربان، دلیر اور بہادر تھے، آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع انسان تھے، آپ ﷺ اپنی جوتی خود سی لیا کرتے تھے، کپڑے اگر پھٹ جاتے تو خود اس میں پیوند وغیرہ لگا دیا کرتے تھے، گھریلو کاموں میں گھر والوں کی مدد کیا کرتے تھے، آپ ﷺ غریب سے غریب انسان کی دعوت کو قبول کرنے میں بھی کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے، آپ ﷺ تھوڑا سا ہدیہ بھی قبول فرما لیتے تھے اور اس کا اچھا بدلہ دیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے کسی پر غصہ نہیں فرمایا اور نہ کسی سے اپنی ذات کی خاطر انتقام لیا، آپ ﷺ کی ناراضگی اور غصہ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوا کرتا تھا، کھانے میں جو کچھ میسر ہوتا اس کو نوش فرما لیتے اور کھانے میں آپ ﷺ کبھی بھی عیب نہیں نکالتے تھے بلکہ اگر کھانا پسند نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے تھے، جب کھانا میسر نہ ہوتا اور بھوک زیادہ ہوتی تو آپ ﷺ فاقہ فرماتے اور اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے، پہننے میں جس قسم کا کپڑا اور جوتی میسر ہوتی آپ پہن لیا کرتے تھے اور بسہولت جو سواری بھی میسر ہوتی آپ ﷺ اس پر سواری فرما لیا کرتے تھے، کبھی گھوڑے پر، کبھی خچر پر، کبھی اونٹ اور کبھی گدھے پر غرض جو بھی مہیا ہوتی آپ ﷺ اس پر سواری کر لیا کرتے تھے اور جب سواری میسر نہ ہوتی تو پیدل سفر کر لیا کرتے تھے۔

آپ ﷺ غریبوں اور فقیروں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں کوئی شرم محسوس نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کی دل جوئی اور دادرسی فرمایا کرتے تھے، اپنے رشتہ داروں اور تعلق داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ فرماتے اور دوسروں کو بھی صلہ رحمی کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

آپ ﷺ غصے والے اور سختی کرنے والے بالکل نہ تھے اور نہ ہی آپ اونچی آواز دے

کر کسی کو بلایا کرتے تھے، آپ ﷺ نے کبھی بھی برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیا بلکہ جو کوئی بھی آپ کے ساتھ بُرا کرتا آپ ﷺ اس کے ساتھ اچھائی کا معاملہ فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ غلطی کرنے والے سے درگزر کا معاملہ فرماتے اور عذر خواہوں کا عذر قبول فرماتے تھے، آپ ﷺ کبھی کبھی مزاح اور دل لگی بھی فرماتے لیکن مزاح اور دل لگی میں بھی ہمیشہ صحیح اور سچی بات کرتے تھے، آپ ﷺ تبسم فرماتے اور ہنسنے میں کھلکھلا کر نہیں ہنستے تھے۔

آپ ﷺ نہایت حیادار تھے، مریضوں کی عیادت فرماتے، جنازوں میں شرکت کرتے اور اپنے دشمنوں کے بیچ نہایت بے خوف وخطر بغیر کسی محافظ کے چلا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کسی غریب کی غربت کی وجہ سے اس کی توہین نہیں فرماتے اور نہ کسی بادشاہ کے جاہ وجلال سے مرعوب ہوتے تھے، آپ ﷺ جس کسی سے بھی ملتے تو سلام میں پہل کیا کرتے تھے، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصافحہ فرماتے تھے، جب کوئی حاجت مند آپ سے مدد طلب کرتا تو آپ ﷺ اس کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے، آپ اپنے صحابہ کو ان کی کنیت سے پکارتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے خوش ہوتے تھے، آپ ﷺ لوگوں پر نہایت مہربان تھے، اور ہر انسان کو نفع اور خیر پہنچانے والے تھے۔

آپ ﷺ دوسروں کے لیے آسانی پسند کرتے اور کسی کو تنگی اور مشقت میں ڈالنے کو ناپسند فرماتے اور کسی کو ناجائز تکلیف میں نہیں ڈالتے تھے۔ جو شخص آپ ﷺ کو دور سے دیکھا اس پر آپ ﷺ کا رُعب اور دبدبہ طاری ہوتا تھا اور جب وہ آپ ﷺ کے قریب ہو کر آپ سے مانوس ہوتا تو اس کے دل میں آپ ﷺ کی محبت پیدا ہو جاتی، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے لمحہ بھر بھی غافل نہیں رہتے تھے۔ یہ آپ ﷺ کے بعض کریمانہ اخلاق کا بیان تھا ورنہ آپ ﷺ کی صفات اور خوبیوں کا کامل تذکرہ اس قدر وسیع موضوع ہے جس کے لیے دفتروں کے دفتر درکار ہیں۔

راقم نے بھی "پیغمبر اسلام ﷺ اور اخلاق حسنہ" کے عنوان سے آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کا کچھ نقشہ مرتب کیا ہے اور اس عنوان پر علیحدہ سے بہت سے سیرت نگاروں نے

قلم کاری کی ہے۔

اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ آپ کو اللہ رب العزت نے اپنی خاص رحمت سے رسول اللہ ﷺ کی غلامی نصیب فرمائی ہے ایمان کی دولت سے بہرہ ور فرمایا ہے آپ اول فرصت میں سیرت طیبہ کا تفصیلاً مطالعہ کریں، اس سے ان شاء اللہ نبی مکرم ﷺ کی محبت میں اضافہ ہوگا اور اپنے آپ کو اطاعت کے لیے مستعد پائیں گے اس طرح آپ کو اسلام کے مقاصد کما حقہ حاصل ہوں گے۔

گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دی ہوئی بشارتیں

قرآن کریم نے بعض سابقہ انبیاء علیہم السلام کی ان بشارتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو گذشتہ انبیاء علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے متعلق فرمائی تھی، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ گذشتہ کتابوں اور صحائف میں بھی موجود ہے۔ جسے امت نے مستقل موضوع بنایا ہے اور اس پر ہر زبان میں کتب لکھی گئیں ہیں، راقم کو بھی اللہ تعالیٰ نے توفیق عنایت فرمائی ہے اس عنوان پر "مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے عنوان سے مستقل کتاب ترتیب دی گئی ہے جس سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے، ذیل میں قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء علیہم السلام نے جو بشارتیں دیں انہی سے چند ایک یہاں تحریر کیں جائیں گی۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝﴾ (آل عمران: 81)

"اور (ان کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ اگر میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے، تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے، اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ اللہ تعالیٰ نے (ان پیغمبروں علیہم السلام سے) کہا تھا کہ: کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور میری طرف سے دی ہوئی یہ ذمہ داری اٹھاتے ہو؟ انہوں نے کہا تھا: ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تو پھر

(ایک دوسرے کے اقرار کے) گواہ بن جاؤ، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی میں شامل ہوں۔"

اس آیت مبارکہ میں اس بات کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے ہر ایک نبی سے اس بات کا عہد و پیمان لیا کہ اگر ان کی زندگی میں حضور اقدس ﷺ مبعوث ہوئے تو وہ حضور ﷺ پر ایمان لائیں گے، اور اپنی شریعت کو چھوڑ کر آپ کی شریعت کی پیروی کریں نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا ذکر ہر نبی کے ہاں موجود تھا، جس کا ذکر ان کی کتابوں اور صحیفوں میں موجود تھا۔

قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے تذکرہ کے ضمن میں یوں فرمایا:

﴿وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ (الأعراف: 156-157)

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنا عذاب تو میں اسی پر نازل کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔ اور جہاں تک میری رحمت کا تعلق ہے، وہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ چنانچہ میں یہ رحمت (مکمل طور پر) ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں، جو اس رسول یعنی نبی اُمی کے پیچھے چلیں جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے، جو

انہیں اچھی باتوں کا حکم دے گا، برائیوں سے روکے گا اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام قرار دے گا۔ اور ان پر سے وہ بوجھ اور گلے کا وہ طوق اُتار دے گا جو اُن پر لدے ہوئے تھے۔ چنانچہ جو لوگ اس نبی پر ایمان لائیں گے۔ اُس کی تعظیم کریں گے، اس کی مدد کریں گے، اور اس کے ساتھ جو نور اُتارا گیا ہے اس کے پیچھے چلیں گے، تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔"

ان آیات مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت اور ان کی پیروی کا واضح حکم دیا گیا ہے۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی اُمت کو نبی کریم ﷺ کے نبی ہونے کی بشارت دی، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝﴾ (الصف: 6)

"اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا کہ: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا ایسا پیغمبر بن کر آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات (نازل ہوئی) تھی، میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور اس رسول (علیہ السلام) کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد ہے، پھر جب وہ ان کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ: یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔"

اَحمد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا نام مبارک ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ہمارے پیارے نبی (ﷺ) کے تشریف لانے کی خوشخبری دی۔ اور ساتھ نام مبارک بھی بیان فرمایا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس

وقت آخری نبی قرار (دے کر لکھ) دیا گیا تھا جس وقت حضرت آدم علیہ السلام اپنی مٹی میں گوندھے ہوئے تھے، اور میں تمہیں اس بات کی سب سے پہلے خبر دیتا ہوں کہ: میں اپنے دادا ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ ان کے جسم مبارک سے ایک نور نکلا جس سے ملک شام کے محل روشن ہو گئے تھے۔ ❶

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف تورات میں بھی مذکور ہیں چنانچہ حضرت عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، قَالَ : لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بنَ عَمْرِو بنِ العَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عنهمَا، قُلتُ: أَخْبِرْنِي عن صِفَةِ رَسولِ اللّٰهِ ﷺ في التَّوْرَاةِ؟ قالَ: أجَلْ، واللّٰهِ إنَّه لَمَوْصُوفٌ في التَّوْرَاةِ ببَعْضِ صِفَتِهِ في القُرْآنِ﴿يَاأَيُّها النبيُّ إنَّا أرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا ومُبَشِّرًا ونَذِيرًا﴾ [الأحزاب: 45]، وحِرْزًا لِلأُمِّيِّينَ، أنْتَ عَبْدِي ورَسولِي، سَمَّيْتُكَ المتَوَكِّلَ ليسَ بفَظٍّ ولَا غَلِيظٍ ولَا سَخَّابٍ في الأسْوَاقِ، ولَا يَدْفَعُ بالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، ولَكِنْ يَعْفُو ويَغْفِرُ، ولَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حتَّى يُقِيمَ به المِلَّةَ العَوْجَاءَ، بأَنْ يقولوا: لا إلَهَ إلَّا اللّٰهُ، ويَفْتَحُ بهَا أعْيُنًا عُمْيًا، وآذَانًا صُمًّا، وقُلُوبًا غُلْفًا. ❷

---

❶ شعب الإيمان، باب حب النبي ﷺ، فصل فى شرف اصله وطهارة مولده ﷺ ، رقم الحديث : 1322.

❷ صحيح البخاري ، كتاب البيوع، بَابُ كَرَاهِيَةِ السَّخَبِ فِي السُّوقِ ، رقم الحديث : 2125. عن عطاء بن يسار.

"حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملا، میں نے ان سے کہا کہ آپ مجھے رسول اللہ ﷺ کی ان صفات کے بارے میں بتائیں جو تورات میں ہیں، انہوں نے کہا اچھا، اللہ کی قسم! آپ کی تورات میں بعض صفات وہی مذکور ہیں جو صفات قرآن کریم میں آپ کی بیان ہوئی ہیں۔ (مثلاً: تورات میں ہے کہ) اے پیارے نبی ہم نے آپ کو شاہد (سب پر گواہ بننے والا) مبشر (خوشخبری دینے والا) اور نذیر (ڈرانے والا) بنا کر بھیجا ہے اور امیین (اَن پڑھ لوگوں) کو بچانے والا۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے، میں نے تم کو متوکل نام دیا ہے جو بداخلاق اور سخت مزاج نہیں اور نا بازاروں میں شور مچاتے ہوئے پھرنے والے ہیں، وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتا بلکہ معافی اور درگزر اختیار کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک دنیا سے نہیں اُٹھائیں گے جب تک وہ اس دین کی کجی کو درست نہ کرلیں، اس طور پر کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنے لگیں، اور اس کے ذریعے نا دیکھنے والی آنکھوں کو کھول (کر بینا کر) دیں، اور نا سننے والے کانوں اور پردوں میں پڑے ہوئے دلوں کو کھول دیں۔"

اس کے علاوہ آپ ﷺ کی بعثت کے متعلق اور بھی بہت ساری بشارتوں کا تذکرہ تورات میں پایا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کے متعلق اس قسم کی بشارتیں آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے ہی مشہور و معروف تھیں جنہیں یہود و نصاریٰ نے اس غرض سے عام کیا تھا کہ آپ ﷺ کی بعثت کے بعد وہ آپ کی اطاعت کریں گے، لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی اور انہوں نے آپ کو ان تمام صفات وخوبیوں کے ساتھ پایا جن کا تذکرہ ان کی کتب میں تھا تو باوجود حق معلوم ہونے کے انہوں نے اپنے دنیاوی مفادات کی وجہ سے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کے مخالف

ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ﴾ (البقرۃ: 89)

"مگر جب وہ چیز ان کے پاس آگئی جسے انہوں نے پہچان بھی لیا تو اس کا انکار کر بیٹھے۔"

دوسری طرف مدینہ منورہ میں بہت سے لوگ وہ تھے جو نبی کریم ﷺ کے متعلق بشارتیں سننے کے بعد آپ ﷺ پر ایمان لائے اور یہودیوں کی بدبختی کے احوال کا تذکرہ ہمیں معلوم ہے کہ کس طرح وہ آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے ہمیشہ کی بربادی کا شکار ہو گئے۔

❁❁❁

رسول اللہ ﷺ کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں (علیہم السلام) کی سچائی کی تائید ایسی نشانیوں اور معجزات سے فرمائی جن کے ظہور کے بعد ان کے تکذیب کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، معجزات ایسے خلاف عادت وخلاف عقل اُمور کہلاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء اور رسولوں (علیہم السلام) کے ہاتھوں پر ظاہر فرمائے تاکہ یہ معجزات ان کے سچے ہونے کی تائید وتصدیق کریں اور ان کی نبوت کے برحق ہونے پر دلیل کے طور پر قائم ہوں، چنانچہ ہر نبی (علیہ السلام) کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے معجزات کا ظہور فرمایا تاکہ وہ معجزہ اس رسول (علیہ السلام) کے سچا ہونے کی تائید کرے۔ نبی کریم ﷺ کا پاک ارشاد ہے:

((مَا مِنَ الأَنبِيَاءِ نَبِيٌّ إِلَّا أُعْطِيَ مِنَ الآيَاتِ مَا مِثْلُهُ أُومِنَ، أَوْ آمَنَ، عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيتُ وَحْيًا أَوْحَاهُ اللهُ إِلَيَّ، فأَرْجُو أَنِّي أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يَومَ الْقِيَامَةِ.))[1]

"انبیاء کرام میں سے ہر نبی کو (کوئی نہ کوئی) نشانی دی گئی جس (کو دیکھ کر اور اس) پر ایمان لایا جائے اور اس پر (مطلع ہوکر) لوگ ایمان لاتے تھے، اور مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی (بطور نشانی) ملی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی، پس میں اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری اتباع کرنے والے سب سے زیادہ ہوں گے۔"

اس حدیث کو مطلب یہ ہے کہ ہر نبی (علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ معجزہ عطا فرماتے تھے جس کو دیکھ کر لوگ نبی کے نبی ہونے کی تصدیق کرتے لیکن جب وہ نبی دنیا سے رُخصت ہوتے تو ان کی

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الكَلِمِ، رقم الحديث : 7274.

نشانی بھی ان کے ساتھ ختم ہو جاتی لیکن آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی عظیم نشانی یعنی قرآن کریم عطا فرمایا جو آپ ﷺ کے بعد بھی موجود ہے جسے دیکھ کر قیامت تک لوگ مسلمان ہوتے رہیں گے اور آپ ﷺ کی اُمت میں اضافہ ہوتا رہے گا چنانچہ قیامت کے دن آپ ﷺ کی اُمت کی تعداد دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہوگی۔

قرآن کریم کے علاوہ آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں بہت سے معجزات کا ظہور ہوا جن میں سے ہر ہر معجزہ آپ ﷺ کے سچے نبی ہونے کی گواہی اور علامت تھی اور جن کو دیکھ کر بہت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے لیکن ان تمام معجزات میں سے بڑا اور اہم معجزہ وہ قرآن کریم ہے جو آپ ﷺ کو عطا فرمایا گیا۔

قرآن کریم وہ عظیم معجزہ ہے جو ہمیشہ رہے گا اور اس میں کسی قسم کا کوئی رد و بدل نہیں کیا جا سکتا خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

﴿وَإِنَّهُ لَكِتَٰبٌ عَزِيزٌ ۝ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝﴾ (فصلت: 41-42)

"وہ بڑی عزت والی کتاب ہے جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں، نہ اس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے۔ یہ اس ذات کی طرف سے اُتاری جا رہی ہے جو حکمت کا مالک ہے، تمام تعریفیں اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔"

عرب جو اپنی فصاحت و بلاغت میں عروج پر فائز تھے اور دنیا کی کوئی قوم فصاحت و بلاغت میں ان کے گرد تک پہنچنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتی تھی جبکہ عرب اپنے سوا دوسروں کو عجمی (یعنی گونگے جن کو بولنا نہیں آتا) کہا کرتے تھے۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اور قول کی خوبی عربوں کی فصاحت و بلاغت سے فائق و برتر تھی، اہل عرب نے جب قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے سے انکار کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ انسان کا بنایا ہوا کلام ہے تو اللہ تعالیٰ نے عرب والوں کو چیلنج دیا کہ اگر تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ قرآن کریم کسی انسان کا بنایا ہوا ہے تو تم بھی قرآن کریم جیسی کتاب بنا کر دکھاؤ، جب عرب

اس چیلنج کو پورا نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی عاجزی کو مزید ظاہر کرنے کے لیے کہا کہ پورا قرآن نہ سہی دس سورتیں ہی بنا کے لے آؤ، جب ان سے یہ بھی نہ ہو سکا تو ان کی عاجزی پر مہر لگاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا کہ چلو کچھ آیات ہی بنا کر دکھا دو، لیکن عرب اس سے عاجز آ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بتایا کہ اگر دنیا کے تمام انسان اور جنات مل کر یہ کوشش کریں کہ وہ قرآن کریم کی طرح کوئی کتاب بنالیں تو وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے اس لیے کہ یہ قرآن کسی انسان کا بنایا ہوا کلام نہیں بلکہ اس ایک واحد وقہار ذات کا کلام ہے جس کے سامنے ہم سربسجود ہوتے ہیں اور اس سے مقابلہ کرنے کی کسی میں ہرگز طاقت نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (الإسراء: 88)

"کہہ دو کہ: اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں، تب بھی وہ اس جیسا نہیں لا سکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کر لیں۔"

اسراء ومعراج:

آپ ﷺ کے بڑے بڑے معجزات میں سے ایک معجزہ اسراء اور معراج کا ہے۔

اسراء ومعراج کا مطلب یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ کو لے کر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک چلے گئے جہاں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو جمع فرمایا اور آپ ﷺ نے ان کی امامت کروائی اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی پھر اس کے بعد آپ نے حضرت جبرائیل کے ساتھ آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے آخری آسمان اور پھر اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف لے گئے جہاں آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل وصورت میں دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو بہت سی نوازشات ہوئیں اور بہت

سی باتیں اس سفر میں پیش آئیں جن کی تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس سفر کا ذکر یوں فرمایا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾

(الإسراء: 1)

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔"

نیز اس سفر کے بارے میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿١٣﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿١٤﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿١٥﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿١٦﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿١٧﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿١٨﴾﴾ (النجم: 12-18)

"کیا پھر بھی تم ان سے اس چیز کے بارے میں جھگڑتے ہو جسے وہ دیکھتے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے انہوں نے اس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا۔ اس بیری کے درخت کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ اسی کے پاس جنت الماوی ہے۔ اس وقت اس بیری کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو بھی اس پر چھائی تھیں۔ (پیغمبر علیہ السلام کی) آنکھ نہ تو چکرائی، اور نہ حد سے آگے بڑھی، سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا۔"

اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آپ ﷺ کا یہ سارا سفر رات کے ایک چھوٹے سے حصے میں پورا ہوا جس کے بعد آپ ﷺ مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے۔

بیماروں کو شفایاب کرنا:

آپ ﷺ کے مبارک معجزات میں سے ایک معجزہ مریضوں کو شفایاب کرنا بھی تھا، کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ آپ ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے وہ فوراً اپنی بیماری سے صحت یاب ہو گئے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ غزوہ خیبر کے موقع پر آپ

ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لشکر کا جھنڈا دینا چاہا، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے آپ نے انہیں بلایا اور ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو وہ فوراً صحت یاب ہو کر ایسے اُٹھے جیسے انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی ۔ اور اس کے علاوہ اس قسم کے بہت سارے معجزات آپ ﷺ کے دست مبارک پر صادر ہوئے جو سب کے سب آپ کی نبوت اور آپ ﷺ کے سچے نبی ہونے پر واضح علامات اور دلائل تھے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی غیبی تائید اور نصرت فرمائی۔

علماء اُمت نے معجزات نبی ﷺ پر بھی وسیع کتب ہر زبان میں تحریر کیں اور معجزات کو سیرت طیبہ کا باضابطہ عنوان بنایا اور معجزات پر منکرین کی طرف سے کیے جانے والے اعتراضات کے جوابات بھی دیے ہم نے صرف دو تین ذکر کیے ہیں تا کہ ہمارے نئے آنے والے بھائیوں کو سیرت کا اس باب کا بھی علم ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ کی خصوصیات

دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بہت سی ایسی خصوصیات عطا فرمائیں جو دیگر انبیاء (علیہم السلام) کو نہیں دیں جس سے آپ ﷺ کی فضیلت اور فوقیت اور پورے عالم میں آپ ﷺ کا ممتاز اور اعلیٰ ہونا معلوم ہوتا ہے، خود آپ ﷺ نے بہت سی ان خصوصیات کا ذکر فرمایا جو آپ کو خاص طور پر عطا فرمائی گئیں، چنانچہ حدیث میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي)) [1]

"مجھے پانچ ایسی خصوصیتیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں ہوئیں۔"

ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ)) [2]

"مجھے دیگر تمام انبیاء پر چھ چیزوں کے ساتھ برتری عطا کی گئی۔"

ایک اور روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُعْطِيتُ مَالَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ)) [3]

"مجھے ایسی خصوصیات عطا ہوئیں جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں۔"

ان خصوصیات میں چند اہم خصوصیات کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی پہلی خصوصیت، تمام جہانوں کے نبی:

آپ ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء علیہم السلام خاص قوم اور خاص علاقوں کی طرف مبعوث

[1] صحيح البخاري، كتاب التَّيَمُّمِ، باب ــ؟ــ، رقم الحديث: 335.

[2] صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب جُعلت لي الأرض مسجدًا وطهورًا، رقم الحديث: 521.

[3] مسند أحمد، مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، رقم الحديث: [763].

ہوتے تھے اور پھر ان کی نبوت ایک خاص زمانے تک ہوتی تھی لیکن ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیامت تک کے لیے تمام انسانوں اور جنات کی طرف نبی بنا کر بھیجا، اس لیے تمام انسانوں اور جنات کا آپ ﷺ پر ایمان لانا ضروری ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ (سبا: 28)

"اور (اے پیغمبر ﷺ)! ہم نے تمہیں سارے ہی انسانوں کے لیے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے اور خبردار بھی کرے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝١﴾

(الفرقان: 1)

"بڑی شان ہے اس ذات کی جس نے اپنے بندے پر حق و باطل کا فیصلہ کر دینے والی یہ کتاب نازل کی، تاکہ وہ دنیا جہان کے لوگوں کو خبردار کرے۔"

ان آیات مبارکہ میں واضح طور پر یہ ارشاد فرمایا گیا کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت وہ دنیا کے تمام انسانوں کی طرف تھی چنانچہ قیامت تک آنے والے تمام انسان اور جنات کے ذمہ آپ ﷺ پر ایمان لانا اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

حدیث پاک میں ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي))❶

مجھے پانچ ایسی خصوصیتیں دی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی (بھی نبی علیہ السلام) کو عطا نہیں ہوئیں۔ اور پھر اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنی ایک خصوصیت یہ ارشاد فرمائی کہ:

❶ صحيح البخاري، كتاب التيمم، رقم الحديث: 335.

((وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً)) ❶

"ہر نبی کو صرف اپنی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

صحیح مسلم کی ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ ، لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ)) ❷

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے: جو کوئی یہودی یا نصرانی میری نبوت کی خبر سن لے اور پھر اس بات پر ایمان لائے بغیر دنیا سے چلا جائے جس بات (یعنی شریعت) کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے تو ایسا شخص جہنمی ہی ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کی دوسری خصوصیت، خاتم الانبیاء:

آپ ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، تمام نبیوں کے آخر میں آپ آئے اور قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی بن کر دنیا میں نہیں آئے گا بلکہ قیامت تک آپ ﷺ ہی کی شریعت اور رسالت چلے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾

(الأحزاب: 40)

"(مسلمانو!) محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے

---

❶ صحيح البخاري ، كتاب التيمم ، باب ـــ ، رقم الحديث : 335.

❷ صحيح مسلم ، كتاب الإيمان، باب وجوب إيمان أهل الكتاب برسالة الإسلام، رقم الحديث : [153].

رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔"

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي ، كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ ، إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ ، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ ، وَيَعْجَبُونَ لَهُ، وَيَقُولُونَ ...؟..وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ ؟ قَالَ : فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ))[1]

"بے شک میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے انتہائی خوبصورت اور پیارا گھر بنایا لیکن اس میں ایک طرف ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، پس لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور اس سے تعجب کرنے لگے اور یہ کہ کاش کہ یہ اینٹ بھی لگادی جاتی، آپ ﷺ نے فرمایا پس میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں تمام نبیوں میں آخری نبی ہوں۔"

یعنی اب اس گھر میں مزید کوئی گنجائش نہیں آخری نبی جس کی جگہ خالی رہ گئی تھی وہ میں ہوں جس نے آکر اس جگہ کو پُر کردیا اور نبوت کا سلسلہ اپنے اختتام تک پہنچ گیا۔ اسلامی عقائد میں یہ ایک انتہائی اہم عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا جو بھی یہ لفظ یا اس کے ہم مفہوم الفاظ استعمال کرے وہ جھوٹا ہے اور اس کی تکذیب ضروری ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تیسری خصوصیت، آپ ﷺ کی اُمت بہترین اُمت ہے:

آپ ﷺ کی اُمت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی اُمتوں میں سب سے زیادہ شان والی ہے اور جنت میں دوسری اُمتوں کے مقابلے میں ان کی تعداد زیادہ ہوگی، اللہ تعالیٰ نے خود اس اُمت کے متعلق اپنی بابرکت کتاب میں فرمایا:

[1] صحيح البخاري ، كتاب ، باب خاتم النبيين ﷺ ، رقم الحديث : 3535.

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آل عمران: 110)

"(مسلمانو!) تم وہ بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لیے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد جنتیوں کے ایک چوتھائی کے برابر ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں، پھر آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد جنتیوں کی ایک تہائی کے برابر ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد باقی جنتیوں کے مقابلے میں آدھی ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ (پھر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے میں یہ اُمید کرتا ہوں کہ جنتیوں میں نصف جنتی تم لوگ (یعنی اُمت محمدیہ) ہوگے اور یہ اس لیے کہ جنت میں صرف مسلمان لوگ داخل ہوں گے، اور تم لوگ مشرک کے مقابلے میں اتنی حیثیت رکھتے ہو جیسے کسی کالے بیل کے جسم میں ایک سفید بال ہو یا یہ فرمایا کہ جیسے سرخ بیل کے جسم میں ایک کالا بال، (یعنی تمہاری تعداد کم ہے مشرک زیادہ ہیں اس لیے مشرک تو جہنم میں جائیں گے اور جو ایمان والے ہیں وہ جنت میں جائیں گے اور ایمان والوں میں تمہاری تعداد دوسری اُمتوں کے مقابلے میں زیادہ ہے)۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی خصوصیت، قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی آدم کے سردار ہوں گے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایات ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون هذه الأمة نصف اهل الجنة، رقم الحديث : 221.

((أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَ أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ))[1]

"قیامت کے دن میں تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا، اور سب سے پہلے اپنی قبر سے نکل آؤں گا، اور سب سے پہلے شفاعت (سفارش) کرنے والا ہوں گا جس کی شفاعت مقبول ہوگی۔"

رسول اللہ ﷺ کی پانچوں خصوصیت، قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ آپ فرمائیں گے:

آپ ﷺ کی خصوصیت میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن جب حساب وکتاب شروع نہیں ہوگا اور مختلف انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے شفاعت کرنے کی جرأت نہیں کرسکیں گے تو بالآخر حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرکے مخلوق کے حساب وکتاب کو شروع کروائیں گے اور مختلف لوگوں کی شفاعت کرکے ان کو جنت میں داخل کروائیں گے، یہ شفاعت مقام محمود کہلاتی ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿عَسَىٰٓ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ (الإسراء: 79)

"اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچائے گا۔"

رسول اللہ ﷺ کی چھٹی خصوصیت، آپ مقام وسیلہ کے مالک ہیں:

جنت میں ایک مقام اور درجہ ہے جو وسیلہ کہلاتا ہے جو صرف ایک انسان کو ملے گا اور یہ جنت کے درجات میں سے سب سے اعلیٰ اور بلند ترین مرتبہ ہے جو آپ ﷺ کو عطا کیا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب تفضيل نبيّنا ﷺ على جميع الخلائق، رقم الحديث : 2278.

((إذا سَمِعْتُمُ المُؤَذِّنَ، فقُولوا مِثْلَ ما يقولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فإنَّهُ مَن صَلَّى عَلَيَّ صَلاةً صَلَّى اللهُ عَلَيهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِيَ الوَسِيلَةَ، فإنَّها مَنْزِلَةٌ في الجَنَّةِ، لا تَنْبَغِي إلَّا لِعَبْدٍ مِن عِبادِ اللهِ، وأَرْجُو أنْ أكُونَ أنا هُوَ، فمَن سَأَلَ لِيَ الوَسِيلَةَ حَلَّتْ له الشَّفاعَةُ))[1]

[1] ....حوالہ درج کر دیں۔ مسودہ میں نہیں ہے۔ (طارق)

"جب تم مؤذن کی آواز (یعنی آذان) سنو تو اس کا جواب انہیں کلمات سے دو جو کلمات وہ کہتا ہے، پھر اس کے بعد مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت برساتے ہیں، اس کے بعد تم میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقامِ وسیلہ کی دعا کرو، وسیلہ جنت میں ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ کے صرف ایک بندے کو ملے گا، اور مجھے اُمید ہے کہ وہ میں ہوں، پس جو شخص میرے لیے اللہ تعالیٰ سے مقامِ وسیلہ کی دعا کرتا ہے اس شخص کے لیے میری شفاعت لازم ہو جاتی ہے۔"

اس لیے ہمیں آذان کا مکمل احترام کرنا چاہیے مؤذن کے کلمات کا جواب دینا چاہیے اور پھر دعا کا التزام کرنا چاہیے تاکہ ہم اس بشارت کے مستحق بن سکیں۔

یہ آپ ﷺ کی چند مشہور خصوصیات کا تذکرہ تھا ورنہ آپ ﷺ کی خصوصیات اس قدر زیادہ ہیں جن کا احاطہ کرنا مشکل ہے، یہ سب خصوصیات آپ ﷺ کی ذات کے اعلیٰ وارفع ہونے پر دلالت کرتی ہیں جو کہ ایک یقینی بات ہے۔ اور ان خصوصیات کے مطالعہ سے اسلام میں داخل ہونے والے بھائی کا دل مطمئن ہوتا ہے اور اس کے دل میں بھی آقا و مولیٰ کی محبت جاگزین ہو جاتی ہے۔ الحمدللہ اس عنوان پر بھی راقم کی کتاب "خصائص النبی ﷺ" دو جلدوں میں، چھپی ہے جسے اہل علم و دانش نے انتہائی تحسین نظر سے دیکھا ہے اور عشاق کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اُمت کے ذمہ حقوق

آپ ﷺ کے احسانات کے بدلے اُمت پر آپ کے بہت سے حقوق واجب ہیں یقیناً آپ ﷺ کی ذات مطہرہ کائنات کے ہر ذی روح کے لیے محسن اعظم ہے اور اُمت کے لیے آپ کی جدوجہد، قربانی اور احسانات کا نہ گنے جانے والا سلسلہ ہے، جس کی پاسداری کرنا ہر اُمتی کے ذمہ ضروری ہے ان حقوق میں سے چند حقوق کا بیان درج ذیل ہے:

رسول اللہ ﷺ کے حق رسالت ادا کرنے کی گواہی دینا:

(ا) آپ ﷺ کے متعلق اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ آپ نے اپنی رسالت کا پورا پورا حق ادا کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو جو احکامات اُمت کے لیے ملے آپ ﷺ نے وہ احکامات اپنی اُمت تک پوری دیانت کے ساتھ پہنچائے اور اللہ تعالیٰ کی اس امانت کا پورا پورا حق ادا کیا، اور اپنی اُمت کی خیر خواہی کی۔ چنانچہ بھلائی اور خیر کی جو جو باتیں تھیں آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو بتلائیں اور اس کی ترغیب دی، اور شر و بُرائی کی جو باتیں تھیں، آپ ﷺ نے اُمت کو اس سے خبردار کیا اور اس سے ڈرا کر اُمت کو باز رکھا، غرض آپ نے اللہ تعالیٰ کے پورے پورے دین کو اُمت تک پہنچا کر اُمت پر اللہ تعالیٰ کی اس عظیم الشان نعمت کو تمام کر دیا جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ: 3)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا۔"

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں بہت سے اہم احکامات آپ ﷺ نے ارشاد فرمائے اور لوگوں کو یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کیا کیا

باتیں لازم کی ہیں اور کن باتوں سے منع فرمایا ہے اور ان کو کتاب وسنت تھامے رکھنے کی وصیت فرمائی اور خطبہ دینے کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں سے سوال کیا کہ قیامت کے دن تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہم یہ گواہی دیں گے کہ آپ نے اپنی رسالت (احکامات الٰہی) ہم تک پوری پوری پہنچا کر اس کا حق ادا کر دیا اور اس معاملے میں آپ نے پوری پوری خیر خواہی فرمائی، اس پر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی اُنگلی آسمان کی طرف اُٹھائی اور اُنگلی سے لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا (تین بار آپ ﷺ نے یہ الفاظ دوہرائے)۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"لَقَدْ تَرَكَنَا مُحَمَّدٌ ﷺ، وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا أَذْكَرَنَا مِنْهُ عِلْمًا"[1]

"محمد مصطفیٰ ﷺ ہمیں اس حال میں چھوڑ گئے کہ اگر آسمان میں کوئی پرندہ اپنے پر بھی ہلائے تو وہ ہمیں کسی علم کی بات کو یاد کروا دیتا ہے۔"

(یعنی آپ ﷺ نے ایک ایک چیز کے بارے میں ہمیں بتایا اور اپنی رسالت کا حق ادا کر کے دنیا سے تشریف لے گئے)۔

(۲) رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اپنی، اپنے اولاد اور تمام لوگوں کی محبت پر غالب رکھنا:

حضور اقدس ﷺ کے اپنے اُمت پر حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی محبت کو تمام لوگوں کی محبت پر غالب رکھا جائے یعنی اپنی جان، اولاد، والدین بلکہ ہر چیز کی محبت سے زیادہ حضورِ اقدس ﷺ کی محبت ہونی چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] مسند أحمد، الرسالة، حديث أبي ذر الغفاري رضي الله عنه، رقم الحديث: 21361.

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ)) [1]

"تم سے کوئی بھی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کے والدین، اس کے بچوں اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔"

یعنی جب وہ ہر چیز کے مقابلے میں میری محبت کو غالب رکھے تو ایسا شخص کامل مؤمن کہلائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ:

فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ)) فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: فَإِنَّهُ الْآنَ، وَاللّٰهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : ((الْآنَ يَا عُمَرُ)) [2]

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اپنی جان کے علاوہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں، اللہ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے (تم اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتے) جب تک میں تم کو تمہاری جان سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں، تو حضرت عمر نے جواب دیا: پس یقیناً اب، سے آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، آپ ﷺ نے جوب دیا: (ٹھیک ہے) اے عمر!"

(یعنی اب تمہارا ایمان کامل ہے اور اب تم اس صفت کے حامل ہو گئے جس سے بندے کا ایمان کامل ہوجاتا ہے۔)

---

[1] صحيح البخاري ، كتاب الإيمان، بَاب حُبُّ الرسول ﷺ مِنَ الإِيمانِ ، رقم الحديث : 15.

[2] صحيح البخاري، كتاب الإيمان والنذور ، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ ، رقم الحديث : 6632.

(۳) حضور اقدس ﷺ کی عزت، ادب اور احترام کرنا ہر امتی کے ذمہ لازمی ہے:

حضور اقدس ﷺ کے اُمت پر جو حقوق ہیں ان حقوق میں سے ایک حق آپ ﷺ کی عزت و احترام کرنا آپ کی تعظیم اور ادب کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کو قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ﴾ (الفتح: 9)

"تا کہ (اے لوگو!) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اس کی مدد کرو، اور اس کی تعظیم کرو۔"

یعنی تم اس رسول علیہ السلام کی عزت اور اس کا احترام کرو اور یہ احترام جیسے ان کی زندگی میں تھا ایسے ہی ان کے دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد بھی ضروری ہے، چنانچہ جب ان کا تذکرہ ہو ان کی حدیث بیان ہو اور ان کا نام لیا جائے یا ان کی سیرت مبارکہ کا تذکرہ کیا جائے اس وقت ان کی تعظیم اور توقیر کرنا ضروری ہے۔

(۴) حضور اقدس ﷺ پر درود وسلام کثرت سے بھیجنا:

آپ ﷺ کے حقوق میں سے اُمت پر ایک حق یہ ہے کہ ان پر کثرت سے درود وسلام بھیجا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس بات کا حکم دیا ہے کہ:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الأحزاب: 56)

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو۔ اور خوب سلام بھیجا کرو۔"

ایسے بھی بہت سی احادیث مبارکہ میں بھی درود شریف پڑھنے کی تلقین اور فضیلت ارشاد فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلْيُصَلِّ عَلَيَّ، وَمَنْ صَلَّى مَرَّةً صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ عَشْرًا وحَطَّ عَنْهُ عَشْرَ سَيِّئَاتٍ وَرَفَعَهُ بِهَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ)) [1]

"جس کے سامنے میرا تذکرہ آئے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے، اور جو مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے اور اس کی دس خطائیں معاف کریں گے اور اس کے دس درجے بلند کریں گے۔"

اللہ جل شانہٗ ہمیں کثرت سے مسنون صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍوَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

(۵) حضور اقدس ﷺ کی محبت میں غلو سے بچنا کیونکہ یہ آپ ﷺ کی تکلیف کا باعث ہے:

اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس ﷺ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اُمت کو یہ بتادیں:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾﴾

(الکھف: 110)

"کہہ دو کہ: میں تو تمہی جیسا ایک انسان ہوں، (البتہ) مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا الٰہ ایک اِلٰہ ہے۔ لٰہذا جس کسی کو اپنے مالک سے جا ملنے کی اُمید ہو، اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کرے، اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔"

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] فضائل درود شریف، ص:2۔

((لَا تُطْرُونِي، كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ ، فَقُولُوا عَبْدُ اللّٰهِ ، وَرَسُولُهُ)) ❶

"تم میری تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ نہ کرو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی تعریف میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا ، میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، پس تم (مجھے) اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔"

اس حدیث میں "لا تُطْرُونِي" کا لفظ استعمال ہوا ہے اطراء کا معنی ہے کہ کسی کی تعریف میں حد سے آگے گزر جانا اس لفظ میں حضورِ اقدس ﷺ نے لوگوں کو اس بات سے ڈرایا کہ میری تعریف میں اس قدر مبالغہ نہ کرنا شروع کر دینا کہ مجھے ایسا مقام دینے لگو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہو۔

(۶) حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بیت اور ازواج مطہرات سے محبت اور عقیدت:

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام، ازواج مطہرات اور تمام اہل بیت علیہم السلام کی محبت اور عقیدت کو اس اُمت پر لازم فرمایا ہے، اور بعد میں آنے والے لوگوں کو اس بات پر اُبھارا ہے کہ وہ ان کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کیا کریں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے یہ دعا مانگیں کہ ان کے دل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے کوئی کھوٹ پیدا نہ ہو، قرآن کریم میں مہاجرین اور انصار کا تذکرہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (الحشر: 10)

---

❶ صحيح البخاري ، كتاب أحاديث الأنبياء ، باب قول الله ﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا﴾ ، رقم الحديث : 3445.

"اور (یہ مالِ فَیْ) ان لوگوں کا بھی حق ہے جو ان (مہاجرین اور نصار) کے بعد آئے، وہ یہ کہتے ہیں کہ: اے ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرمایئے، اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں، اور ہمارے دلوں میں ایمان لانے والوں کے لیے کوئی بغض نہ رکھیے۔ اے ہمارے پروردگار! آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ))[1]

"میرے صحابہ کو بُرا بھلا مت کہو، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کر دے تو وہ اس ثواب تک نہیں پہنچ سکتا جو میرے کسی ایک صحابی نے ایک مد اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے کر کمایا بلکہ اس کے آدھے ثواب تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور عمل میں اخلاص اتنا زیادہ تھا کہ جو ثواب وہ ایک مد کا صدقہ یا خیرات کر کے کماتے تھے اتنا ثواب کوئی غیر صحابی اُحد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کر کے بھی نہیں کما سکتا بلکہ ان کے ایک مد صدقہ کرنے کے ثواب کے نصف تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان چند حقوق کا بیان تھا جو ہر اُمتی پر لازم ہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کے متعلق قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور احادیث مبارکہ کی کثیر تعداد اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال کا بہت بڑا ذخیرہ کتب میں موجود ہے ہم نے چند ایک پر اکتفا کیا ہے،

---

[1] صحيح البخاري، كتاب أصحاب النبي ﷺ، باب قول النبي ﷺ: (لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا)، رقم الحديث: 3673.

ہم اللہ تعالیٰ سے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اقدس ﷺ کے تمام حقوق پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر استقامت بخشے اور اپنے دین پر پورا پورا چلنے اور حضور ﷺ کی کامل اتباع نصیب فرمائے تاکہ کل قیامت کے دن ہم رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے کھڑے ہونے کے قابل ہوسکیں۔

❁❁❁

صبح و شام کے

مسنون اذکار

بسم الله الرحمن الرحيم

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً

إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ

وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ

تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔
یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور زمین میں
اس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو، اور اس کی عبادت
اس طرح کرو کہ دل میں خوف بھی ہو اور اُمید بھی۔
یقیناً اللہ کی رحمت نیک لوگوں سے قریب ہے۔

(الاعراف:56-55)

روزمرہ کی دعائیں

لباس پہننے کی دُعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا (الثَّوْبَ) وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ))[1]

"ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے پہنایا یہ (لباس) اور عطا کیا مجھے میری یہ میری ذاتی قوت اور طاقت کے بغیر۔"

نیا لباس پہننے کی دعاء:

((اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ کَسَوْتَنِیْهِ اَسْاَلُكَ مِنْ خَیْرِهٖ وَخَیْرِ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ))[2]

"اے اللہ! تیرے ہی لیے ہر قسم کی تعریف ہے، تو نے ہی مجھے یہ پہنایا، میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس کی بھلائی کا اور اس کام کی بھلائی کا جس کے لیے اسے بنایا گیا ہے اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اِس کے شر سے اور اس کام کے شر سے جس کے لیے اِسے بنایا گیا ہے۔"

نیا لباس پہننے والے کے لیے دُعاء:

(1)...((تُبْلِیْ وَیُخْلِفُ اللّٰهُ تَعَالٰی))[3]

"تم اسے بوسیدہ کرو، اور اللہ تعالیٰ (تمہیں) اِس کے عوض اور دے۔"

---

1. ابوداؤد، حدیث: 4023۔ اور دیکھئے ارواء الغلیل: 7/ 47۔
2. ابوداؤد، حدیث: 4020۔ دیکھئے مختصر شمائل الترمذی للالبانی ص: 47۔
3. ابوداؤد، حدیث: 4020۔ اور دیکھئے صحیح ابوداؤد: 760/2۔

(2)...((اِلْبَسْ جَدِيْدًا وَّعِشْ حَمِيْدًا وَّمُتْ شَهِيْدًا)) ❶

"پہنو! نیا لباس، اور زندگی بسر کرو قابل تعریف، اور فوت ہو تم شہید بن کر۔"

بازار میں داخل ہونے کی دُعا:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ، يُحْيِ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ)) ❷

"نہیں کوئی معبود مگر اللہ، وہ اکیلا ہے، نہیں کوئی شریک اُس کا، اسی کی بادشاہت اور اُسی کی ہی سب تعریف ہے، وہی زندگی دیتا اور وہی مارتا ہے اور وہ زندہ ہے، نہیں وہ مرتا، اسی کے ہاتھ میں ہے سب بھلائی، اور وہ ہر چیز پر (کامل) قدرت رکھتا ہے۔"

مرغ بولے اور گدھا ہینگے تو کیا کہے:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ سے فضل کی دُعا کرو۔ (مثلاً کہو):

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ))

"اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے فضل کا۔"

کیونکہ وہ فرشتے کو دیکھتا ہے، اور جب تم گدھے کے ہینگنے کی آواز سنو تو کہو:

---

❶ سنن ابن ماجه، كتاب اللباس، باسب مايقول الرجل اذا لبس ثوبًا جديدا، رقم الحديث : 3558، صحيح ابن حبان، كتاب إخباره عن مناقب الصحابه ذكر دعاء المصطفى لعمر ابن الخطاب الشهادة، رقم الحديث : 6897.

❷ سنن الترمذى، كتاب الدعوات، باب مايقول اذا دخل السوق، رقم الحديث : 3428، المستدرك على الصحيحين، كتاب الدعآء والتكبير والتهليل، حديث رافع بن خديج، رقم الحديث : 1974.

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ)) ❶

"میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔"

مسجد میں داخل ہونے کی دُعاء:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ)) ❷

"اللہ کے نام کے ساتھ (داخل ہوتا ہوں) اور صلوۃ وسلام ہو رسول اللہ ﷺ پر۔ اے اللہ! کھول دے میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے۔"

ملحوظہ:

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق "اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ" پڑھ لینا بھی کافی ہے۔

مسجد سے نکلنے کی دُعا:

((بِسْمِ اللّٰهِ ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ ، اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِيْ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) ❸

---

❶ سنن أبي داؤد، ابواب النوم، باب ماجآء فی الديك والبهائم، رقم الحديث : 5102.

❷ سنن ابن ماجه ، كتاب المساجد والجماعات، باب الدعآء عند دخول المسجد، رقم الحديث : 771۔ سنن الترمذی، ابواب الصلوة، باب مايقول عند دخوله المسجد، رقم الحديث : 314، دیکھیے : كتاب صلوة المسافرين وقصرها، باب مايقول اذا دخل المسجد، رقم الحديث : 713، صحيح مسلم ، حديث : 713 .

❸ سنن ابن ماجه، كتاب المساجد والجماعات، باب الدعآء عند دخول المسجد، رقم الحديث : 771، سنن الترمذی، ابواب الصلوة، باب مايقول عند دخوله المسجد، رقم الحديث : 314، سنن أبی داؤد، كتاب الصلاة، باب فيما يقوله، الرجل عند دخوله المسجد، رقم الحديث : 645.

"اللہ کے نام کے ساتھ (میں نکلتا ہوں) اور صلوۃ وسلام ہو رسول اللہ (ﷺ) پر، اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے فضل کا۔ اے اللہ! مجھے بچا کے رکھ شیطان مردود سے۔"

ملحوظہ:

صحیح مسلم کی روایت کے مطابق "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ" پڑھ لینا بھی کافی ہے۔

سجدۂ تلاوت کی دُعا:

((سَجَدَ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَہٗ وَشَقَّ سَمْعَہٗ وَبَصَرَہٗ بِحَوْلِہٖ وَقُوَّتِہٖ فتَبَارَكَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ)) [1]

"سجدہ کیا میرے چہرے نے اس ذات کو جس نے اسے پیدا فرمایا، اور اس نے اس کے کان اور آنکھ کے سوراخ بنائے اپنی طاقت اور قوت کے ذریعے سے بڑا بابرکت ہے اللہ تعالیٰ جو بہترین خالق ہے۔"

بیت الخلاء سے نکلنے کی دُعا:

((غُفْرَانَكَ)) [2]

---

[1] سنن الترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول فی سجود القرآن، رقم الحديث : 580/3425، مسند احمد، الملحق المستدرك من مسند الانصار ـــخامس عشرالأنصار، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضی اللّٰہ عنهما، رقم الحديث : 22/43/25822، سنن أبي داؤد، ابواب قراءة القرآن وتخریبہ وترتیله، باب تفريع ابواب السجود، رقم الحديث : 1414. اور حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی اور یہ زائد الفاظ "فتَبَارَكَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ" بھی حاکم کے ہیں)

[2] سنن أبي داؤد، كتاب الطهارة، باب مايقول الرجل إذا خرج من الخلاء، رقم الحديث : 30، سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة و سننها باب مايقول إذ أخرج من الخلاء، رقم الحديث : 300.

"اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ۔"

کھانا کھانے سے پہلے کی دُعا:

(1) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھانے لگے تو اُسے "بِسْمِ اللّٰهِ "(اللہ کے نام کے ساتھ (کھانا) شروع کرتا ہوں) کہنا چاہیے اور اگر شروع میں بھول جائے تو اُسے:

((بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ))❶

"اللہ کے نام کے ساتھ (کھانا شروع کرتا ہوں) اس کے شروع اور اس کے آخر میں۔"

کہنا چاہیے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جسے اللہ تعالیٰ کھانا کھلائے، اُسے کہنا چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَاَطْعِمْنَا خَيْرًا مِّنْهُ))

"اے اللہ! برکت عطا کر ہمارے لیے اِس میں اور کھلا ہمیں زیادہ بہتر اس سے"

اور جسے اللہ تعالیٰ دُودھ پلائے، اُسے کہنا چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ))❷

"الٰہی! برکت فرما ہمارے لیے اس میں اور زیادہ دے ہمیں اِس سے بھی۔"

کھانے سے فراغت کے بعد کی دُعائیں:

(1)...((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنِیْ هٰذَا وَ رَزَقَنِيْهِ مِنْ غَيْرِ

❶ سنن أبی داوٗد، کتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام، رقم الحديث : 3767، سنن ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب التسمية عند الطعام، رقم الحديث : 3264.

❷ سنن الترمذی، ابواب الدعوات باب مايقول إذا أكل طعامًا، رقم الحديث 3455، سنن ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب الزيت، رقم الحديث : 3322.

حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّۃٍ))❶

"ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے یہ (کھانا) مجھے کھلایا اور مجھے یہ (کھانا) عطا کیا بغیر میری کسی طاقت کے اور بغیر میری کسی قوت کے۔"

(2)...((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ غَیْرَ مَکْفِیٍّ وَّلَا مُوَدَّعٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ رَبَّنَا))❷

"ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، بہت زیادہ، پاکیزہ اور برکت ڈالی گئی ہے اس میں، نہ کفایت کیا گیا [یعنی جو کچھ کھایا ہے، وہ مابعد کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ تیری نعمتیں برابر ہو رہی ہیں۔ اور وہ کبھی ختم ہونے والی نہیں] (کہ مزید کی ضرورت نہ رہے) اور نہ اِسے وِداع کیا گیا ہے [یہ وِداع (رخصت کرنے، چھوڑنے) سے ہے۔ یعنی یہ ہمارا آخری کھانا نہیں ہے، بلکہ جب تک زندگی ہے، کھاتے رہیں گے] اور نہ اس سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے، اے ہمارے رب۔"

مہمان کی میزبان کے لیے دُعا:

(1)...((اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَھُمْ فِیْمَا رَزَقْتَھُمْ وَاغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ))❸

"اے اللہ! برکت عطا فرما ان کے لیے ان چیزوں میں جو دیں تو نے ان کو اور انھیں معاف فرما اور اِن پر رحم فرما۔"

---

❶ سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، رقم الحدیث : 4023، سنن الترمذی، ابواب الدعوات، باب مایقول إذا فرغ من الطعام، رقم الحدیث : 3458.

❷ صحیح البخاری، کتاب الأطعمة، باب مایقول إذا فرغ من طعامہ، حدیث 5458۔ سنن الترمذی، ابواب الدعوات، باب ما یقول إذا فرغ من الطعام، رقم الحدیث : 3456.

❸ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، اب استحباب وضع النوی خارج التمر، واستحباب دعاء الضیف لأهل الطعام، رقم الحدیث : 2042.

(2)...((اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ)) ❶

"اے اللہ! کھلا اسے جس نے مجھے کھلایا اور پلا اسے جس نے مجھے پلایا۔"

(3)...((اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّآئِمُوْنَ وَاَ کَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلآ ئِکَۃُ)) ❷

"افطار کرتے رہیں تمھارے ہاں روزہ دار اور کھاتے رہیں تمھارا کھانا نیک لوگ اور دعائیں کرتے رہیں تمھارے لیے اللہ کے فرشتے۔"

بچوں کو کن الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیا جائے:

رسول اللہ ﷺ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے:

((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَآمَّۃٍ)) ❸

"میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور سے، اور ہر لگ جانے والی نظر سے۔"

ملحوظہ:

ایک بچہ ہو تو "اُعِیْذُکَ" اور ایک بچی ہو تو "اُعِیْذُکِ" اور زیادہ یا مشترکہ ہوں تو

❶ صحیح مسلم ، کتاب الأشربة، باب إکرام الضیف وفضل إیثاره، حدیث 2055.

❷ سنن ابوداؤد ، کتاب الأطعمة، باب ماجآء فی الدعآء لرب اطعام اذا اکل عنده، حدیث : 3854۔ سنن ابن ماجه ، کتاب الصیام، باب فی ثواب من فطر صائمًا، حدیث : 1747۔ السنن الکبری للنسائی، کتاب عمل الیوم واللیلة، باب مایقول إذا أفطر عند اهل البیت، رقم الحدیث : 10056.

❸ صحیح البخاری ، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللّٰه تعالی، واتخذ اللّٰه ابراهیم خلیلًا (النسآء : 125) حدیث : 3371.

"أُعِيْذُكُمْ" کہیں۔

لوگوں سے ڈرے تو یہ دُعاء مانگے:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْهِمْ بِمَا شِئْتَ)) ❶

"اے اللہ! تو مجھے اِن سے کافی ہوجا، جس طرح تو چاہے۔"

ادائیگی قرض کی دُعا:

((اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ)) ❷

"اے اللہ! تو مجھے کافی ہوجا اپنے حلال کے ساتھ اپنی حرام (کردہ) چیزوں سے اور مجھے بے نیاز کردے اپنے فضل سے، اپنے ماسوا سے۔"

مشکل کام کی آسانی کے لیے دُعا:

((اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَّاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ اِذَا شِئْتَ سَهْلًا)) ❸

"اے اللہ! نہیں ہے کوئی کام آسان، مگر وہی جسے کردے تُو آسان اور تُو کردیتا ہے مشکل کام کو، جب تو چاہے، آسان۔"

بیمار پُرسی کی فضیلت:

نبی ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کے لیے جاتا ہے تو وہ بیٹھنے تک جنت کے میووں میں چلتا ہے۔ جب وہ بیٹھتا ہے تو رحمت اُسے ڈھانپ لیتی ہے۔ اگر صبح کا وقت ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دُعا کرتے رہتے ہیں اور اگر شام کا

---

❶ صحیح مسلم، حدیث: 3005.

❷ ترمذی، حدیث: 3563، دیکھئے: صحیح الترمذی :180/3.

❸ صحیح ابن حبان، حدیث: 2467 "موارد" ابن السنی، حدیث: 351.

وقت ہو تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ [1]

بیمار پرسی کے وقت مریض کے لیے دعا:

(1)...((لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ)) [2]

"کوئی حرج نہیں یہ بیماری پاک کرنے والی ہے اگر چاہا اللہ نے۔"

(2)...((اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ))

"میں سوال کرتا ہوں بڑی عظمت والے اللہ سے جو عرشِ عظیم کا رب ہے کہ وہ شفاء عطا فرمائے تمہیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "کوئی مسلمان کسی ایسے مریض کی بیمار پرسی کرے جس کی موت کا وقت نہ آ پہنچا ہو، اور سات دفعہ یہ دعا پڑھے، تو اسے عافیت مل جاتی ہے۔ [3]

مبتلائے مصیبت کی دعا:

((اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ، اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ وَاخْلُفْ لِىْ خَيْرًا مِّنْهَا)) [4]

"یقیناً ہم اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! اجر دے مجھے میرے صدمے میں اور بدلے میں دے مجھے زیادہ بہتر اس سے۔"

چاند دیکھنے کی دعا:

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَ الْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضٰى، رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ)) [5]

---

[1] ترمذی، حدیث: 967-969۔ ابن ماجه، حدیث: 1442.

[2] صحیح البخاری، حدیث: 5662.

[3] ابو داؤد، حدیث: 3106۔ ترمذی، حدیث: 2083.

[4] صحیح مسلم، حدیث: 918.

[5] ترمذی، حدیث: 3451۔ دارمی: 336/1 اور دیکھیے: صحیح الترمذی 157/3.

"اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! تو طلوع فرما اسے ہم پر امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو تو پسند کرتا ہے، اے ہمارے رب اور (جس سے) تو راضی ہوتا ہے۔ اے چاند! ہمارا اور تمھارا رب اللہ ہے۔"

روزہ افطار کرنے کے وقت کی دعائیں:

((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ))[1]

"چلی گئی پیاس اور تر ہو گئیں رگیں اور ثابت ہو گیا اجر اگر چاہا اللہ نے۔"

چھینک کی دُعا:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اُسے کہنا چاہیے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ))

"ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔"

اور اس کے دوست یا بھائی کو کہنا چاہیے:

((يَرْحَمُكَ اللّٰهُ))

"رحم فرمائے تم پر اللہ۔"

اور جب اس کا بھائی اسے یہ کہے تو وہ یہ کہے:

((يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ))[2]

"تمھیں ہدایت دے اللہ، اور درست کرے تمھارا حال۔"

شادی کرنے والے کے لیے دُعا:

((بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَ جَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ خَيْرٍ))[3]

---

[1] ابو داوٗد، حدیث: 2357۔ اور دیکھیے: صحیح الجامع: 4/209.

[2] صحیح البخاری، حدیث: 6224.

[3] ابو داوٗد، حدیث: 2131۔ ابن ماجہ، حدیث: 1905۔ اور دیکھیے: صحیح الترمذی: 316/1.

"برکت کرے اللہ تیرے لیے اور برکت کرے تجھ پر اور جمع کرے تم دونوں کو خیر (بھلائی) میں۔"

شادی کرنے اور سواری خریدنے والے کی دُعا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم میں سے کوئی شخص شادی کرے یا خادمہ (لونڈی) خریدے تو اُسے یہ دُعا کرنی چاہیے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ))

"اے اللہ! میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اس کی بھلائی کا اور اس چیز کی بھلائی کا جس پر پیدا کیا تو نے اس کو اور میں تیری پناہ میں آتا ہوں اس کے شر سے اور اس چیز کے شر سے جس پر تو نے اسے پیدا کیا۔"

اور جب اونٹ خریدے تو اس کی کوہان کی چوٹی پکڑے، پھر یہی دُعا پڑھے۔ [1]

بیوی کے پاس آنے سے پہلے کی دُعا:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا)) [2]

"اللہ کے نام کے ساتھ، الٰہی! ہمیں بچا شیطان (مردود) سے اور بچا شیطان سے (اس اولاد کو بھی) جو تو ہمیں عطا فرمائے۔"

غصہ آجانے کے وقت کی دُعاء:

((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) [3]

"میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود سے۔"

---

[1] ابو داؤد، حدیث : 2160۔ ابن ماجه، حدیث : 1918۔ اور دیکھئے: صحیح ابن ماجه : 324/1.

[2] صحیح البخاری، حدیث : 6388۔ صحیح مسلم، حدیث : 1434.

[3] صحیح البخاری، حدیث : 6115۔ صحیح مسلم، حدیث : 2610.

اچھا سلوک کرنے والے کے لیے دُعا:

((جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا))[1]

"بدلہ دے تمھیں اللہ (اس سے) زیادہ بہتر۔"

سواری پر بیٹھنے کی دُعا:

((بِسْمِ اللّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ، وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ))[2]

"اللہ تعالیٰ کے نام سے، ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کر دیا ہمارے، اِسے ورنہ نہیں تھے ہم اسے قابو میں لا سکنے والے، اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، تو پاک ہے اے اللہ! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، پس تو معاف فرما دے مجھے، بے شک نہیں معاف کر سکتا گناہوں کو سوائے تیرے۔"

سفر کی دُعاء:

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا

---

[1] ترمذی، حدیث 2035۔ دیکھیے: صحیح الجامع 6244۔ اور صحیح الترمذی: 200/2.

[2] ابوداؤد، حدیث: 2602۔ ترمذی، حدیث: 3464۔ اور دیکھیے: صحیح الترمذی: 156/3.

كُنَّا لَهُ مُقْرِنِيْنَ ، وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهُ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَآبَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ[1]

"اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، پاک ہے وہ ذات جس نے تابع کر دیا ہمارے اِسے ورنہ نہیں تھے ہم اسے قابو میں لا سکنے والے اور یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف واپس جانے والے ہیں، اے اللہ! ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں اپنے اس سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور ایسے عمل کا جسے تو پسند فرمائے۔ اے اللہ! آسان فرما دے ہم پر ہمارا یہ سفر اور لپیٹ دے ہم سے اس کی لمبی مسافت کو۔ اے اللہ! تو ہی (ہمارا) ساتھی ہے اس سفر میں اور (تو ہی ہمارا) جانشین ہے گھر (اور گھر) والوں میں۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں سفر کی مشقت سے اور (اس کے) تکلیف دہ منظر سے اور بری تبدیلی سے مال میں اور گھر والوں میں۔"

سفر سے واپسی پر بھی یہی الفاظ کہتے اور ان میں یہ اضافہ فرماتے:

((اٰئِبُوْنَ ، تَآئِبُوْنَ ، عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ))[2]

"(ہم) واپس لوٹنے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے اور اپنے رب ہی کی تعریف کرنے والے ہیں۔"

---

[1] صحيح مسلم ، حديث : 1342.

[2] صحيح مسلم ، حديث : 1342.

مسافر کی مقیم کے لیے دعا:

((أَسْتَوْدِعُكُمُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا تَضِيعُ وَدَائِعُهُ)) ①

"میں سپرد کرتا ہوں تمھیں اس اللہ کے، کہ نہیں ضائع ہوتیں اس کے سپرد کی ہوئی چیزیں۔"

مقیم کی مسافر کے لیے دعا:

((أَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَ خَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ)) ②

"میں سپرد کرتا ہوں اللہ کے تمھارے دین کو اور تمھاری امانت کو اور تمھارے آخری عمل کو۔"

دعائے استخارہ:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاقْدُرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ ۔ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهٖ)) ③

"اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی طلب کرتا ہوں تیرے علم کے ذریعے سے، اور تجھ

---

① احمد : 403/2۔ ابن ماجہ ، حدیث : 2825۔ اور دیکھیے: صحیح ابن ماجہ : 133/2۔

② احمد : 7/2۔ ترمذی ، حدیث : 3443۔ دیکھیے صحیح الترمذی :155/2۔

③ صحیح بخاری : التہجد ، باب ماجاء فی التطوع مثنٰی مثنٰی ، حدیث 1162۔

سے طاقت مانگتا ہوں تیری طاقت کے ذریعے سے، اور تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے فضل عظیم کا، اس لیے کہ تو طاقت رکھتا ہے اور میں طاقت نہیں رکھتا، اور تو جانتا ہے اور میں نہیں اجنتا، اور تو جاننے والا ہے تمام غیبوں کا، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ بے شک یہ کام بہتر ہے میرے لیے میرے دین میں اور میرے معاش میں اور میرے انجام کار میں، تو تُو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور اسے میرے لیے آسان فرما دے، پھر میرے لیے اس میں برکت ڈال دے، اور اگر تُو جانتا ہے کہ بے شک یہ کام میرے لیے بُرا ہے میرے دین میں اور میرے معاش میں اور میرے انجام کار میں، تو اس کو پھیر دے مجھ سے اور مجھ کو پھیر دے اس سے، اور مقدر کر دے میرے لیے بھلائی، جہاں بھی وہ ہو، پھر مجھے راضی کر دے اس کے ساتھ۔"

نماز جنازہ کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا ، اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ، اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَہٗ))[1]

"اے اللہ! بخش دے ہمارے زندہ اور ہمارے مردہ کو ہمارے حاضر اور ہمارے غائب کو، ہمارے چھوٹے اور ہمارے بڑے کو اور ہمارے مردوں اور ہماری عورتوں کو، اے اللہ! جس کو تُو زندہ رکھے ہم میں سے، تو زندہ رکھ اُس کو اوپر اسلام کے، اور جس کو تو فوت کرے ہم میں سے، تو فوت کر اُسے اوپر ایمان کے،

[1] ابن ماجه : الجنائز ، باب ماجاء فی الدعاء فی الصلاة علی الجنازة ، حدیث : 1498۔ابوداؤد ، حدیث : 3201.

اے اللہ! ہمیں محروم نہ رکھنا اس کے اَجر سے اور ہمیں گمراہ نہ کرنا اس کے بعد۔"

میت کو قبر میں اُتارتے وقت کی دُعاء:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ))❶

"اللہ کے نام سے اور اللہ کی توفیق کے ساتھ، اور رسول اللہ (ﷺ) کے مذہب پر۔"

قبروں کی زیارت کی دعاء:

قبرستان میں جائیں، تو یہ دعاء پڑھیں:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ، مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ، وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ، لَلَاحِقُوْنَ، نَسْأَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ))❷

"سلامتی ہو تم پر اے اِن گھروں کے رہنے والے مومنو اور مسلمانو! اور بے شک ہم بھی، اگر چاہا اللہ نے، تمھارے پاس ضرور پہنچنے والے ہیں، ہم سوال کرتے ہیں اللہ سے اپنے اور تمھارے لیے عافیت کا۔"

بارش آتے دیکھ کر یہ دُعا پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَّافِعًا))❸

"اے اللہ! اِس کو نفع بخش بارش بنا۔"

ضرورت سے زیادہ بارش ہونے پر پڑھیں:

((اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا، اَللّٰهُمَّ عَلَى الْاٰكَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِيَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ))❹

❶ ارواء الغليل : 197/3.

❷ صحيح مسلم : الجنائز، باب مايقال عند دخول القبر...حديث : 975.

❸ صحيح البخارى، الاستسقاء، باب مايقال اذا مطرت، حديث : 1032.

❹ صحيح البخارى : الاستسقاء، باب الاستسقاء فى المسجد الجامع، حديث 1013.

"اے اللہ! (اب یہ بارش) ہمارے اردگرد برسا، ہم پر نہ برسا، اے اللہ! ٹیلوں پر اور پہاڑوں پر پہاڑوں کی چوٹیوں اور وادیوں پر اور درختوں کے پیدا ہونے کی جگہوں پر۔"

وضوء سے فارغ ہونے کے بعد کی دعائیں:

(1)..((اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))[1]

"میں شہادت دیتا ہوں ہوں کہ کوئی (سچا) معبود نہیں سوائے اللہ اکیلے کے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول (ﷺ) ہیں۔"

(2)..((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ))[2]

"اے اللہ! مجھے بنادے بہت توبہ کرنے والوں میں سے اور کردے مجھے پاک صاف رہنے والوں میں سے۔"

گھر سے نکلتے وقت کی دعائیں:

(1)..((بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ))[3]

"(میں اس گھر سے) اللہ کے نام کے ساتھ (نکل رہا ہوں) میں نے بھروسہ کیا اللہ پر، اور گناہ سے بچنے کی ہمت ہے نہ نیکی کرنے کی طاقت، مگر اللہ کی توفیق ہی سے۔"

---

[1] صحیح مسلم، حدیث: 234.

[2] ترمذی، حدیث: 55۔ اور دیکھئے: صحیح الترمذی: 18/1)

[3] ابوداؤد، حدیث: 5095، ترمذی، حدیث: 3426۔ اور دیکھئے: صحیح الترمذی: 151/3.

(2)..((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اَضِلَّ ، اَوْ اُضَلَّ ، اَوْ اَزِلَّ ، اَوْ اُزَلَّ ، اَوْ اَظْلِمَ ، اَوْ اُظْلَمَ ، اَوْ اَجْھَلَ ، اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ))[1]

"اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں (اس بات سے) کہ میں گمراہ ہوجاؤں یا مجھے گمراہ کردیا جائے، میں پھسل جاؤں یا مجھے پھسلا دیا جائے، میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے، میں کسی سے جہالت سے پیش آؤں یا میرے ساتھ جہالت سے پیش آیا جائے۔"

گھر میں داخل ہوتے وقت کی دُعا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا ، وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا))[2]

"اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کی بہتری کا، اللہ کے نام کے ساتھ ہم (گھر میں) داخل ہوئے اور اللہ ہی کے نام کے ساتھ نکلے، اور اپنے رب ہی پر ہم نے توکل کیا۔"

شرک سے محفوظ رہنے کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ))[3]

---

[1] ابوداوٗد ، حدیث : 5094۔ ترمذی ، حدیث :3427،اور دیکھیے :صحیح الترمذی : 152/3.

[2] ابوداوٗد، حدیث: 5096۔ اور دیکھیے : صحیح الجامع، حدیث : 929۔ والصحیحہ، رقم :225.

[3] سنن أبی داود، الصلاۃ ، باب من رأی الاستفتاح بسبحانك اللھم وبحمدك، حدیث: 775، وجامع الترمذی، الصلاۃ ، باب ما یقول عند افتتاح الصلاۃ؟ حدیث:242.

"اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ میں (کسی کو) تیرا شریک ٹھہراؤں جب کہ میں جانتا بھی ہوں۔ اور میں تجھ سے ان غلطیوں کی بخشش مانگتا ہوں جنہیں میں نہیں جانتا۔"

بدشگونی سے اظہار براءت کے لیے دعا:

((اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ))❶

"اے اللہ! نہیں ہے کوئی بدشگونی، مگر تیری ہی بدشگونی (تیرے ہی حکم سے) اور نہیں ہے کوئی بھلائی مگر تیری ہی بھلائی (تیری ہی مشیت سے) اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

بے قراری اور اضطراب کے وقت کی دعائیں:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ))❷

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، (وہ) بہت عظمت والا، بڑا بردبار ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (جو) عرشِ عظیم کا رب ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (جو) آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔"

((اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَكَ أَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

---

❶ سنن أبی داود، الأدب، باب ما یقول اذا أصبح؟ حدیث: 5072، وجامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا أصبح، حدیث:3389، ومسند احمد:337/4.

❷ صحیح البخاری، الدعوات، باب الدعاء عند الکرب، حدیث: 6346، وصحیح مسلم، الذکر والدعاء، باب دعاء الکرب، حدیث:2730.

وَأَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ)) ❶

"اے اللہ! میں تیری رحمت ہی کی امید رکھتا ہوں، پس تو آنکھ جھپکنے کے برابر بھی مجھے میرے اپنے نفس کے سپرد نہ کرنا اور میرے لیے میرے سب کام سنوار دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔"

((اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّيْ لَآ أُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا)) ❷

"اللہ، اللہ میرا رب ہے، میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔"

صبح وشام کے اذکار اور دعائیں

صبح وشام 7 بار پڑھیں:

((حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ)) ❸

"مجھے اللہ ہی کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہ عرشِ عظیم کا رب ہے۔"

....

صبح وشام 3 بار پڑھیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْئٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ)) ❹

---

❶ سنن ابی داود، الأدب، باب ما يقول اذا أصبح؟ حديث: 5090، ومسند أحمد : 42/5.

❷ سنن أبی داود، الوتر، باب فی الاستغفار، حديث: 1525.

❸ سنن أبی داود، الأدب، باب ما يقول اذا أصبح ؟ حديث : 5081، وعمل اليوم والليلة لابن السنی، حديث : 71.

❹ سنن أبی داود، الأدب، باب ما يقول اذا أصبح؟ حديث : 5088، وجامع الترمذی، الدعوات، باب ماجاء فی الدعاء اذا أصبح، حديث : 3388.

"اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کی برکت سے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، زمین کی ہو یا آسمانوں کی اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔"

....

صبح وشام 3 بار پڑھیں:

((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ))❶

"میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں، اس کی مخلوق کے شر سے۔"

....

صبح وشام 3 بار پڑھیں:

((رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا))❷

"میں اللہ کے ساتھ (اس کے) رب ہونے پر راضی ہوگیا اور اسلام کے ساتھ (اس کے) دین ہونے پر اور محمد (ﷺ) کے ساتھ (ان کے) نبی ہونے پر۔"

....

صبح وشام 3 مرتبہ پڑھیں، سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق، سورۃ الناس۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۞ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۞ لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۞ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۞﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۞ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۞ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۞ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۞ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۞﴾

❶ صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب في التعوذ من سوء القضاء، حديث: 2709، ومسند أحمد: 2/290.

❷ سنن أبي داود، الأدب، باب ما يقول اذا أصبح؟ حديث: 5072، وجامع الترمذي، الدعوات، باب ماجاء في الدعاء اذا أصبح، حديث: 3389، ومسند احمد: 4/337.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝١ مَلِكِ النَّاسِ ۝٢ اِلٰهِ النَّاسِ ۝٣ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۝٤ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝٦﴾

....

آیۃ الکرسی: صبح وشام 1 مرتبہ پڑھیں:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝٢٥٥﴾

(البقرة : 255)

"اللہ، نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی، زندہ، کائنات کو سنبھالنے والا، نہیں آتی اس کو اونگھ اور نہ نیند، اسی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کر سکے اس کے ہاں بغیر اس کی اجازت کے؟، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے، اور نہیں وہ احاطہ کر سکتے کچھ بھی اس کے علم سے مگر جس قدر وہ چاہے، گھیرے ہوئے ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو، اور نہیں تھکاتی اس کو حفاظت اِن دونوں کی، اور وہ بہت بلند ہے بڑی عظمت والا۔"

سوتے وقت پڑھیں:

(1) دونوں ہتھیلیاں ساتھ ملا کر سورۃ الاخلاص، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھے، پھر ان میں پھونک مارے اور دونوں کو اپنے جسم پر جہاں تک ممکن ہو پھیرے، سر، چہرے اور جسم کے سامنے والے حصے سے شروع کرے۔ اس طرح تین دفعہ کرے۔ [1]

(2) جب تم بستر پر پہنچو اور آیۃ الکرسی (اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ) مکمل

---

[1] صحيح بخاری، حديث : 5017 .

پڑھو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہو جائے گا اور شیطان صبح تک تمھارے قریب بھی نہ آسکے گا۔ ❶

علاوہ ازیں "سورۃ الٓمٓ السجدہ" اور "سورۃ الملک" کا بھی سونے کے وقت پڑھنا مسنون ہے۔

جو شخص درج ذیل دو آیات رات کے وقت پڑھتا ہے، یہ اس کے لیے کافی ہو جاتی ہیں۔

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ۝ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِیْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۝ ﴾ (البقرۃ : 285-286)

"ایمان لایا اللہ کا رسول اس کتاب پر جو اُتاری گئی اس پر اُس کے رب کی طرف سے اور سب مؤمن بھی (ایمان لائے) سب ایمان لائے اللہ پر، اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں (علیہم السلام) پر نہیں ہم فرق کرتے کسی کے درمیان اُس کے رسولوں (علیہم السلام) میں سے اور وہ (اللہ سے) عرض کرتے ہیں کہ ہم نے (تیرا حکم) سُنا اور قبول کیا۔ اے پروردگار! ہم تجھ سے تیری بخشش طلب کرتے ہیں اور تیری ہی طرف (ہماری) واپسی ہے۔ نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی نفس کو مگر اُس کی طاقت کے مطابق ہی۔ جو شخص نیکی کرے گا اس کا فائدہ اسی کو ملے گا، اور جو برائی کرے گا اس کا وبال اسی پر ہوگا۔

---

❶ صحیح بخاری، حدیث : 2311 .

اے ہمارے رب! تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا اگر ہم سے بھول ہو جائے یا ہم غلطی کر بیٹھیں۔ اے ہمارے رب! نہ ڈال ہم پر ایسا بوجھ جیسے ڈالا تو نے اُن لوگوں پر جو ہم سے پہلے ہوئے۔ اے ہمارے رب! ہم سے اِتنا بوجھ نہ اُٹھوا جس (کے اُٹھانے) کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ تو درگزر فرما ہم سے، اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے پس تو مدد فرما ہماری کافروں کے مقابلے میں۔" (آمین) ❶

جو شخص بستر پر لیٹتے وقت 33 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ (اللہ پاک ہے) 33 مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (ہر تعریف اللہ کے لیے ہے) اور 34 مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ (اللہ سب سے بڑا ہے) کہے، یہ اس کے لیے ایک نوکر سے بہتر ہیں۔ ❷

سوتے وقت کی دعا:

((بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَ اَحْيَا)) ❸

"تیرے ہی نام کے ساتھ اے اللہ! میں مرتا اور زندہ ہوتا ہوں۔"

نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی دعا:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَحْيَانَا بَعْدَمَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ)) ❹

"ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں زندہ کیا، بعد اس کے کہ اس نے ہمیں مار دیا تھا اور اسی کی طرف اُٹھ کر جانا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنے کی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا، اللہ تعالیٰ اس پر

---

❶ البقرة :285-286 ۔ بخاری مع الفتح :69/9 و صحیح مسلم ، حدیث: 807 .
❷ صحیح بخاری ، حدیث : 6318۔ صحیح مسلم ، حدیث : 2727.
❸ صحیح البخاری ، حدیث : 6324۔ صحیح مسلم ، حدیث : 2711 .
❹ صحیح بخاری، حدیث : 6312۔ صحیح مسلم ، حدیث : 2711.

دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔"[1]

((اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ، کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ ، کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ ، اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ)) [2]

"اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر، جیسے تو نے رحمتیں نازل کیں ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، بے شک تو تعریف کے قابل ہے بزرگی والا۔ اے اللہ! برکت نازل فرما محمد پر اور آل محمد پر، جیسے برکتیں نازل کیں تو نے ابراہیم پر اور ابراہیم کی آل پر، بے شک تو تعریف کے قابل ہے بزرگی والا۔"

❁❁❁

[1] صحیح مسلم ، حدیث : 408.

[2] صحیح البخاری ، الانبیاء ، باب :10، حدیث : 3370.

RAHAT PUBLISHERS
rahatpublisher@gmail.com
ISBN: 978-969-9202-17-9